تاریخِ صحافتِ اردو

جلد اوّل

منو کے دور سے غدر کے قبل تک کی خبر رسانی کے طریقے
اور اخبارات اُن کے ایڈیٹروں کی تاریخ

امداد صابری

۳ تین روپے

میں تاریخ صحافت اردو کی پہلی جلد کو اپنے خاندان کے بزرگ اور اپنے خسر

جناب حافظ حاجی محمد عبدالحکیم صاحب شہید سے

معنون کرتا ہوں

جن کی تمام زندگی اعمال صالحہ میں گذری اور موت بھی شاندار پائی۔ ان کی شہادت کا واقعہ، موت کو لبیک کہنا، موت کا خوش وخرم استقبال کرنا وقت نزع پامردی واستقلال سے جان دینا بنی نوع انسان کے لئے سبق آموز ہے۔

اللہ رب العزت ہم کو بھی ایسے اعمالِ صالحہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم بھی اسی پامردی سے موت کا استقبال کریں اور شہادت کا درجہ پائیں۔

آمین ثم آمین۔

امداد صابری

چوڑی والان۔ دہلی

یکم جنوری ۱۹۵۳ء

جناب حافظ حاجی عبدالحکیم صاحب شہید کے مختصر حالات

حاجی صاحب ۱۸۷۶ء کو محلہ چوڑی والان دہلی میں پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ عبدالحمید صاحب اپنی برادری اور دہلی میں ممتاز لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ صوفیوں اور مشائخ اور علماء دہلی سے گہرے تعلقات تھے۔ انگریزی تعلیم سے نفرت تھی انہوں نے حاجی صاحب کو قرآن مجید حفظ کرانے کے بعد دینی تعلیم دلوائی۔ حاجی صاحب کے دو بھائی ہیں حاجی عبدالعظیم صاحب اور حاجی عبدالعلیم صاحب۔ یہ دونوں بزرگ بھی خدا ترس انسان ہیں اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ حاجی عبدالعظیم صاحب کو اگر ولی کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ ان کو دنیا کے فریب و مکر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انتہائی سیدھے سادھے اللہ اللہ کرنیوالے بزرگ ہیں۔

استاد و پیر

حاجی صاحب کے استاد حافظ حسین اشرف۔ حافظ درزی حافظ عبدالرحمٰن اور پیر حضرت شاہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ تھے جنھوں نے اپنے علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض کیا۔

حافظ حسین اشرف صاحب امام حافظ سید محمد اشرف جائسی ضلع رائے بریلی کے فرزند تھے اور حافظ قاری محمد یوسف صاحب دہلوی کے شاگرد تھے منکسر المزاج خوش اخلاق، عابد و زاہد بافیض شخص تھے۔ ہزاروں دہلی والوں کو حافظِ قرآن کیا۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۱۶ ر ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ میں انتقال فرمایا[1]

حافظ درزی بھی بڑے صوفی منش انسان تھے ان کے بھائی مدینۂ منورہ میں جا بسے۔

---

[1] وصال اکمل ص ۱۲۔

سکش تھے، حافظ جی نے بھی مدینہ منورہ میں اپنی آخری زندگی جاروب کشی میں گذاری۔ مدینہ منورہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ حافظ عبدالرحمٰن خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے دینیات کی تعلیم دینے میں اپنی تمام زندگی صرف کی۔ مسجد حوض والی چوڑیوالاں میں تعلیم دیتے تھے۔

مرشد کی قربت تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حاجی صاحب حضرت شاہ ابوالخیر کے مرید ہوئے پیر روشن ضمیر نے بھی سمجھ لیا کہ عبدالحکیم صاحب پاک نفس معاملہ فہم اور دیانتدار ہیں اس لئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کا شاہ صاحب کے باعتماد لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ شاہ صاحب آپ سے خاندانی معاملات میں مشورہ لیتے اور خاص کاموں کے علاوہ جائیداد کے سلسلے اور دوسری مدوں کی مکمل ذمہ داری حاجی صاحب کو سونپ دیتے تھے۔ چنانچہ مولوی عبدالرحیم صاحب دہلوی جو حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے، ان کے علاج ومعالجہ کے لئے شاہ صاحب نے آپ ہی کو منتخب کیا حتیٰ کہ شاہ صاحب نے اپنے وصال سے چھ ماہ پہلے شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کی خانقاہ میں اپنے مزار کی اجازت طلب کرنے کے لئے بھی آپ کو مامور کیا [۱] حضرت شاہ ابوالخیر رح فرمایا کرتے تھے۔

عبدالحکیم صدرالاسلام اور بخش اللہ مثال، اپنے اعضا بلکہ بچوں سے بھی جو آرام خلفائے اربعہ نے جناب محمد الرسول اللہ صلعم کو پہنچایا تھا، ویسا ہی آرام ہمیں اپنے ان خدام سے پہنچا ہے۔ [۲]

حاجی صاحب کی زندگی کا بڑا حصہ تجارت میں گذرا آپ نے جنرل بوٹ ہاؤس کے نام سے ایک دکان غالباً ۱۸۹۱ء میں کھولی جو چاندنی چوک بلیماراں کے نکڑ پر واقع ہے اب تک یہ دکان اسی نام سے ہے لیکن اس پر قبضہ جائز نایک پرشاد کھتی کا ہے۔ اور کراچی میں الفنسٹن سٹریٹ پر یہ دکان اسی نام سے

---

[۱]: سیرۃ شاہ ابوالخیر [۲] ایضاً۔

۱۹۴۷ء کے فساد کے بعد منتقل ہو گئی جس کے مالک حاجی صاحب کے چھوٹے لڑکے حافظ منظر احمد ہیں جن کو مشائخ اور بزرگان دین سے انتہائی عقیدت اور محبت ہے

حاجی صاحب نے اپنی عمر میں کافی مسجدیں مرمت کرائیں بنوائیں اور بہت سی بیواؤں کی شادیاں بھی کرائیں ۔

۱۹۴۷ء کے فساد میں آٹھویں مرتبہ دہلی اُجڑی، دہلی والوں نے ہجرت کی جس میں حاجی صاحب بھی کراچی تشریف لے گئے وہاں بھی الفنسٹن سٹریٹ کے قریب ایک مسجد کی مرمت کرانے لگے تھے ۔

موت کا خواب

مرمت جاری تھی۔ انتقال سے دو ماہ قبل حاجی صاحب کے پرانے دوست خلیفہ بشیر الدین صاحب دہلوی آپ کے مکان پر تشریف لائے اور انہوں نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ گاندھی گارڈن (کراچی) پر حضرت شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ مولانا عبداللہ مچھلیاں تل کر فروخت کرتے ہیں ان سے ملنے چلیئے۔ صاحب دل اور با برکت ہستی ہیں۔ طے ہوا کہ اگلے اتوار کو چلیں گے۔ چنانچہ اتوار آیا تو آپ اپنے چھوٹے بھائی عبدالعظیم صاحب اور خلیفہ بشیر الدین صاحب کے ہمراہ مچھلی والوں سے ملنے گئے۔ خلیفہ بشیر نے یہ کہہ دیا تھا کہ اُن کی بے رُخی کا اثر نہ لیجئے گا وہ بے توجہی سے بات کرتے ہیں۔ حاجی صاحب دکان پر پہنچے تو مچھلی والے تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے اور معانقہ کیا۔ حاجی جی نے بھی ان کو پہچان لیا۔ باتیں ہوئیں، کراچی کے مزاروں اور ان کے فیوض کا ذکر ہوا۔ منگھا پیر عبداللہ شاہ وغیرہ کے تذکرے ہوئے ۔

چنانچہ حاجی صاحب ان مزارات پر تشریف لے جانے لگے اور ہر ہفتہ تقریباً مچھلی والوں سے ملتے تھے جب کبھی ان سے ملنے پر کوئی معترض ہوتا کہ آپ مچھلی والوں کے ہاں کیوں جاتے ہیں، ان کے ہاں بیٹھنے اور ان کے کبابوں کے دیکھنے

سے گھن آتی ہے تو حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اپنے وقت کے قطب ہیں ان کو جو رات کو حکم ملتا ہے وہ صبح کو اس پر عمل کرتے ہیں۔

موت کا خبر مقدم

ملاقات کے پندرہ دن بعد حاجی جی نے خواب میں دیکھا کہ مچھلی والے مولانا آپ کو انتقال کی خبر دے رہے ہیں کہ اب آپ کا وقت آگیا ہے۔ حاجی جی نے جواب میں تین بار کہا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اور یہ شعر پڑھا۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

صبح کو حاجی جی بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے خواب کا تذکرہ کیا بیوی بے قرار ہو کر رونے لگی، آپ نے کہا روتی کیوں ہو۔؟ ایک نہیں دسیوں مرتبہ موت کی گھنٹیاں بج چکی ہیں، بڑھاپے کا آنا۔ قویٰ کا مضمحل ہونا آنکھوں کا آپریشن ہونا۔ چلنے پھرنے میں دقت۔ کیا یہ ظاہر نہیں کر رہے ہیں کہ موت کی گھڑی قریب ہے۔ اب بھی موت کے نام سے پریشان ہوتی ہو۔

فرصت کم ہے یاں رہنے کی بات نہیں کچھ کہنے کی
آنکھیں کھول کے کان جو کھولو بزم جہاں افسانہ ہے

حاجی جی کے صاحبزادے میاں منذر اپنی والدہ کے پاس گئے تو ان کی والدہ نے خواب کا واقعہ دھرایا وہ بھی زار و قطار رونے لگے ہچکیاں بندھ گئیں۔ گھر میں رونا دھونا ہو رہا تھا اور حاجی صاحب گھر سے نکل کر مچھلی والوں کو خواب کی منظوری دینے کیلئے پہنچے۔ آپ نے فرمایا میں حاضر ہوں اور موت کو لبیک کہتا ہوں، رات کو آپ نے جو موت کی اطلاع دی تھی اس کے لئے میں ہر وقت تیار ہوں۔ مچھلی والے مولانا معنی خیز ہنسی ہنسے اور فرمایا کہ خواب کی باتیں سچ نہیں ہوتیں کوئی بات نہیں ہے۔

عقبیٰ جانے کی تیاری

حاجی جی یہاں سے فارغ ہوئے تو بازار پہنچے وہاں سے ایک لٹھے کا تھان اور ایک ململ کا تھان مسواک کنگھا تسبیح سلیٹی رنگ کا صافہ جانماز، ازاربند جوتیاں خریدیں۔ اور گھر پہنچ کر بیوی سے تھانوں کو پھڑواکر چار کرتے، چار پائجامے چار چادریں کترواتے۔ چالیس روپے لے کر گھر سے چلے آئے اور مذکورہ تمام چیزیں مستحقین کو تقسیم کرکے دوکان چلے گئے۔

رات کو گھر آئے تو بیوی نے پوچھا ان چیزوں کا کیا کیا، انہوں نے کہا میں نے ان مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا، اب تم لوگوں کو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تم کرنا یا نہ کرنا۔

شہیدوں کی موت

چنانچہ انتقال سے دو ہفتہ قبل دکان سے آئے۔ کھانسی اٹھی، تو بلغم کی جگہ خون آیا۔ ڈاکٹروں نے علاج کیا کہ خون آنا بند ہو جائے دوسرے تیسرے روز خون آتا رہا۔ ایک دن بہت ہی حالت خراب ہوگئی۔ ہاتھ پاؤں مڑ گئے۔ ٹھنڈے پڑ گئے۔ بے ہوشی کا عالم طاری تھا۔ گھر والے نا امید ہو چکے تھے لیکن پندرہ بیس گھنٹوں کے بعد ایسے اٹھ کر بیٹھے جیسے بالکل تندرست ہو گئے۔ حسب دستور باتیں کرنے لگے۔ گھر والوں نے شکرانے اور صحتیابی کا کھانا کھلوایا جب یہ کھانا پک رہا تھا تو حاجی جی نے اپنی بیوی کو مخاطب کرکے فرمایا تم سمجھی ہو کہ میں اچھا ہو گیا ہوں میں نے سنبھالا لیا ہے۔

مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے   یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

چنانچہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء اور رجب ۱۳۷۰ھ کو جمعہ کے روز صبح ۸ بجے آپ کو ایک خون آنا شروع ہوا۔ تلیاں بہنی شروع ہو گئیں۔ تمام جسم کے کپڑے او

چادر خون سے لت پت ہو گئے۔ حالتِ نزع میں رحلت سے آٹھ منٹ پہلے ان کے
بھائی حاجی عبدالعظیم صاحب نے ان سے پوچھا کہ بھائی معلوم ہے کہ آج کیا دن ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ آپ کے صاحبزادے میاں
منذر سورۂ یٰسین پڑھ رہے ہیں۔ سلٰمٌ قولاً من ربّ الرّحیم کی آیت پر پہنچے
تو لام پر زبر کی بجائے پیش پڑھنے لگے تو آپ نے ٹوکا اور زور سے فرمایا سلٰمٌ قولاً
من رّبّ الرّحیم پڑھو۔

جب خون سے تمام کپڑے لت پت ہو گئے تو آپ کی بیوی نے کہا کہ قینچی لاؤ
کرتا کترا جائے۔ آپ نے اسی نزاعی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ سلسلہ وار اٹھا دئے
اور خود کرتا اتار لیا۔

وقت نزع حاجی جی کے چہرہ پر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ آپ کی زندگی
میں خواہش تھی کہ شہید ہوں چنانچہ ان کی یہ تمنا پوری ہوئی اور شہیدوں کی موت
پائی۔ آپ کی عمر ۶۰ سال کی تھی۔ ؎

دَم واپسیں بر سرِ راہ ہے ۔ عزیزو بس اب اللہ ہی اللہ ہے

کراچی میں تین سال سے مہاجرین کو میتوں کے دفنانے میں بڑی تکلیفیں اٹھانی
پڑیں تو دہلی والوں نے قبرستان کے لئے ایک زمین خرید لی جو میوہ شاہ میں ہے۔
اس قبرستان میں سب سے پہلا قدم مبارک آپ کا ہی رکھا گیا۔ اور مزار شریف بنا
آپ کی میت کی نماز ہزاروں مسلمانوں نے پڑھی۔ دہلی اور آگرہ کے علاوہ کراچی
میں بیسیوں قرآن مجید کے ختم ہوئے۔ میں نے حضرت حاجی صاحب مرحوم و مغفور
کی وفات پر حسب ذیل تاریخ کہی ؎

حافظ خوش گلو محبّ قدیم ۔ راس تجّار یعنی عبد حکیم
صادق القول اور عقیدے کے راسخ ۔ خوش مزاج و خلیق اور تھے حلیم

جانشینِ شہِ ابو السحر تھے آپ   ان کی صحبت میں رتبہ پایا عظیم
آرزو تھی، پیا شہادت کا جام   ہو گئے داخل مکانِ نعیم
کیوں ہو منذر رحیم رنجیدہ
ہر بشر رفتہ رفتہ ہو گا یتیم[1]

حاجی صاحب نے دو صاحبزادے اور سات لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ حافظ محمد رحیم آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد تجارت کے ساتھ ادبی میدان میں قدم رکھا۔ تقریباً ایک درجن ناول آپ کی تصنیف ہیں۔ جواہر لال کی کہانی آپ کی سیاسی تالیف ہے۔ جو اردو و ہندی دونوں زبانوں میں شایع ہوئی ہے ۱۹۴۷ء میں آپ پاکستان چلے گئے۔ وہاں بھی آپ کے دونوں مشغلے جاری ہیں قوم کی فلاح و بہبود کے لئے آپ نے قدم اٹھائے۔ کراچی کے ریڈیو پر آپ کے مضامین بڑی دلچسپی سے سنے جاتے ہیں۔

میاں منذر حاجی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے ہیں آپ بھی حافظ قرآن ہیں آپ کو بچپنے سے صوفیائے عظام اور اولیائے کرام سے عقیدت رہی ہے آپ کا حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی سے خاص انس و تعلق ہے۔ جب تک دہلی میں رہے روزانہ کا دستور مزار پر حاضری دینے کا رہا چنانچہ حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے روحانی تعلق کا طفیل ہے اور خدا کی عنایت ہے کہ منذر میاں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ مخیر، رحمدل ہیں اور کراچی کے ممتاز تاجروں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

امداد صابری

---

[1] اخبار نگارہ ہفتہ وار دہلی ۱۸ر جولائی ۱۹۵۲ء

ضرورت تالیف

انگریزی عہد حکومت میں اردو ادب کے نثر و نظم کے شعبوں میں جہاں ترقی ہوئی وہاں اسی دور میں اردو ادب میں صحافت کا ایک نیا باب کھلا اور صحافت نے اردو ادب کو چار چاند لگائے اور اس کی ترقی کا باعث بنا۔

اردو ادب میں نثر و نظم پر بہت سی مستند اور جامع تاریخی لکھی گئیں ہیں اور نثار اور شاعروں کی زندگی کے حالات اور ان کے علمی کارنامے "تاریخ کے صفحات" کی زینت بنے ہیں۔

لیکن صحافت اردو کی آج تک کوئی مستند اور وقیع تاریخ شایع نہیں ہوئی اور کتابی شکل میں تو آئی ہی نہیں۔

اس سلسلہ میں کچھ حضرات نے رسائل میں مضامین لکھے ضرور ہیں اور صحافت کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے لیکن وہ ذمہ دارنہیں ہیں اس میں تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیا گیا، اس میں بیشتر اسی قسم کے مضامین اور ادھورے تذکرے ہیں ۔ جیسے تاریخ نثر اردو مرتبہ مولانا احسن مارہروی میں کچھ اخبارات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کی تحقیق کا معیار اس انداز کا ہے کہ انہوں نے اخبار عام لاہور کا سنہ اجرا ۱۹۰۱ء لکھا ہے حالانکہ یہ اخبار ۱۸۷۱ء میں جاری ہوا تھا۔

البتہ باوائے اردو علامہ برجموہن دتاتریہ کیفی مدظلہ کا مضمون جو رسالہ اردو دہلی میں شایع ہوا ہے وہ حقیقتاً ایک مستند و مدلل تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور صحافتی شاہکار ہے۔ لیکن اس مضمون میں بہت کم اخبارات کا ذکر وہ بھی مختصر کیا گیا ہے۔ گارسان دتاسی کے خطبات و مقالات سے صحافتی مواد

ملتا ہے لیکن اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ اخبار کب جاری اور کب بند ہوا اس کا انداز تحریر کیا تھا، اخبارات کی عبارتوں کے اقتباسات اس میں کچھ بھی نظر نہیں آتے ۔ اس کے علاوہ ان بزرگوں کی کتابوں اور مضمون میں اور دیگر حضرات کے مضامین میں خاص طور پر یہی پائی گئی ہے کہ ان بزرگوں نے اس بات کی طرف قطعاً توجہ نہیں فرمائی کہ جن صحافیوں نے اپنی زندگی صحافت نگاری میں تباہ کی ہے ان کے صحافتی کارنامے بھی تاریخی حیثیت حاصل کریں، اور ان کے زندگی کے حالات سے علمی طبقہ کو روشناس کرایا جائے ۔

اس دور میں صحافت اور اہل صحافت کا درجہ بلند ہے ۔ صحیح معنی میں ایک ذمہ دار اخبار اپنے زمانے کے حالات کی ایک مستند تاریخ کا مالک ہے ۔ اور ایک صحافتی، ایک مورخ و ناقد کی حیثیت رکھتا ہے ۔ وہ مورخ ہی نہیں بلکہ قوم اور ملک کے خیالات و حالات و ماحول کو بنانے سدھارنے بدلنے اور بگاڑنے کی بھی طاقت رکھتا ہے ۔

اردو ادب کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں کہلائی جا سکتی جب وقت تک صحافت اور اہل صحافت کا اس میں ذکر نہ ہو ۔

اس کمی کو دور کرنے کے لئے میں نے "تاریخ صحافت اردو" مرتب کرنے کا ارادہ کیا ۔ پانچ چھ سال کی کاوشوں کے بعد اس میں مجھ کو کچھ تھوڑی بہت کامیابی حاصل ہوئی جس کو میں پیش کر رہا ہوں ۔

اس کتاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ ہندوستان کے قدیم زمانے منو کے دور سے عہد مغلیہ کے آخری بادشاہ ظفر تک کے عہد کی خبر رسانی کے ذرائع اور ہندوستان کی اخباری ابتدائی زندگی کا مختصر خاکہ کھینچنے کے بعد اردو اخبارات کی ابتدائی زندگی سے شروع کر کے ۱۹۵۰ء تک کے اخبارات اور

ان کے ایڈیٹروں کے حالاتِ زندگی اور علمی و صحافتی کارنامے قلمبند کئے جائیں جو قابلِ اسناد ہوں۔

نیز یہ بھی سعی کی گئی ہے کہ اخبارات کے اقتباسات اس قسم کے پیش کئے جائیں جو اپنے اپنے دور کے تاریخی ماحول کا پتہ دیں تاکہ اس زمانے کے اہم واقعات سامنے آجائیں

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) قدیم ہند کی خبر رسانی اور غدر سے پہلے کے اخبارات و ایڈیٹروں کے حالات
(۲) غدر کے بعد ۱۸۵۸ء سے ۱۹۰۰ء تک کے " " "
(۳) ۱۹۰۰ء سے ۱۹۵۰ء تک کے " " "

کتب ماخذ تاریخ صحافتِ اردو (حصہ اول) کے مرتب کرنے میں جن کتابوں اور اخباروں اور رسائل و مضامین کا مطالعہ کیا ہے اور جن کے حوالے اور اقتباسات دئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) منوسمرتی (۲) تاریخ بیہاقی
(۳) انجیل شریف (۴) تزکِ تیموری
(۵) تزکِ جہانگیری (۶) قدیم تاریخ ہند عثمانیہ
(۷) ایڈمنسٹریشن آف سلطنت دہلی مصنفہ پروفیسر اشتیاق حسین قریشی
(۸) طبقاتِ اکبری (۹) تاریخ ہند ذکاء اللہ
(۱۰) ملفوظاتِ خواجگان چشت (۱۱) تاریخ الفخری
(۱۲) زمزم نامہ شیر شاہی (۱۳) واقعات دار الحکومت دہلی مولوی بشیر الدین
(۱۴) مضمون کیفی رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۵ء (۱۵) مآثر الامرا
(۱۶) سفرنامہ طامس رو (۱۷) مغلیہ پالیسی ڈاکٹر سرن۔

(۱۸) سیواجی لالہ لاجپت رائے
(۱۹) انڈین پریس مارگریٹا بارنس
(۲۰) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا
(۲۱) خطبات و مقالات گارساں دتاسی
(۲۲) مدراس میں اردو
(۲۳) حیات جاوید مولانا حالی
(۲۴) مرحوم دہلی کالج مولانا عبدالحق
(۲۵) تاریخ نثر اردو مولانا احسن مارہروی
(۲۶) نادراتِ غالب
(۲۷) عودِ ہندی غالب
(۲۸) مشنری پیشوا جے آر چیمبر
(۲۹) اسلامک کلچر جنوری ۱۹۵۳ء
(۳۰) جام جہاں نما کلکتہ
(۳۱) آئینہ سکندر۔ کلکتہ
(۳۲) ماہ عالم افروز کلکتہ
(۳۳) اخبار لدھیانہ
(۳۴) سلطان الاخبار کلکتہ
(۳۵) دہلی اردو اخبار
(۳۶) سراج الاخبار دہلی
(۳۷) محب ہند دہلی
(۳۸) فوائد الشائقین دہلی
(۳۹) دھرم جیون لاہور
(۴۰) نصرت الاخبار دہلی
(۴۱) اردوئے معلیٰ علی گڈھ ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی
(۴۲) رجسٹر نیوز پیپر ۱۸۴۶ء تا ۱۸۶۳ء
(۴۳) ہندی جرنلزم رام ناتھ بھٹناگر
(۴۴) آب حیات مولانا محمد حسین آزاد
(۴۵) تاریخ نظم و نثر اردو (باقر)
(۴۶) ایسٹ انڈیا کمپنی (باری)
(۴۷) تاج التواریخ مولانا نصرت علی۔
(۴۸) غدر دہلی کے اخبار خواجہ حسن نظامی
(۴۹) مضمون غدر کے چند اخبار رسالہ برہان دہلی

میرا ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ تحقیق و تلاش کے بعد لکھا ہے وہ سب صحیح ہے تحقیقی میدان بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مجھ سے سہواً غلطیاں ہوسکتی ہیں اور یقیناً ہوئی ہوں گی میں انتہائی ممنون ہوں گا جو اہل قلم میری غلطیوں کی طرف توجہ دلائیں گے۔ میں اس کو اپنی اعانت سمجھوں گا۔ اور دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو جائے گی۔

باوائے اردو علامہ دتاتریہ کیفی، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی، مولانا انتظام اللہ شہابی، سردار دیوان سنگھ ایڈیٹر ریاست دہلی، مولانا اسلم جیراجپوری۔ پروفیسر جامعہ ملیہ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حسرت موہانی مرحوم، محترم جمنا داس اختر اڈیٹر ہیج دہلی، ڈائرکٹر نیشنل آرکائیوز آف انڈیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مہتمم نذیریہ لائبریری کا شکرگذار ہوں کہ ان حضرات نے تاریخ صحافت اردو مرتب کرنے میں حتی الامکان مدد کی اور بخل سے کام نہیں لیا۔

غدر سے قبل اور بعد کے اخبارات

میرے والد ماجد مولانا شرف الحق صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں حسب ذیل غدر سے قبل اور بعد کے اخبارات کے فائل اور پرچے ہیں ان سے مجھ کو تاریخ صحافت اردو مرتب کرنے کی ہمت ہوئی۔

(۱) جام جہاں نما کلکتہ ۸ ۲ دسمبر ۱۸۲۵ء، ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء، ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء کے پرچے

(۲) دہلی اردو اخبار دہلی ۲۷ دسمبر ۱۸۴۱ء، ۳ جنوری ۱۸۴۱ء، ۸ اگست ۱۸۴۱ء کے پرچے

(۳) فوائد الشائقین دہلی ۱۸۴۹ء کا پورا فائل

(۴) محب ہند دہلی اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست ۱۸۵۱ء کے پرچے

(۵) مخزن مسیحی الہ آباد ۱۸۶۸ء، ۱۸۶۹ء، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۲ء، ۱۸۷۴ء، ۱۸۷۵ء کے مکمل فائل

(۶) خیر المواعظ دہلی یکم صفر ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء کا ایک پرچہ

(۷) نصرت الاخبار دہلی ۱۸۷۶ء کی مکمل جلد

(۸) منشور محمدی بنگلور ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۵ء کے مکمل فائل

(۹) تہذیب الاخلاق علی گڈھ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۱ء مکمل فائل

(۱۰) علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ مع پروگریس ۳ مارچ ۱۸۸۳ء تا ۲۷ مارچ ۱۸۸۳ء تک سات پرچے اور ایک ۲۸ اپریل ۱۸۸۳ء کا پرچہ۔

(۱۱) کارنامہ لکھنؤ نومبر ۱۸۸۴ء ایک پرچہ جلد ۲ نمبر ۴۴

(۱۲) دھرم جیون لاہور ۱۸۸۶ء اور ۱۸۸۷ء کے مکمل فائل

(۱۳) رسالہ انجمن حمایت الاسلام لاہور ۱۸۸۶ء اور دیگر سالوں کے متفرق پرچے

(۱۴) رسالہ حسن حیدر آباد (دکن) جولائی ۱۸۹۱ء جلد چہارم نمبر ۷

(۱۵) محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج میگزین علی گڈھ یکم اگست ۱۸۹۶ء جلد ۴ نمبر ۸ کا ایک پرچہ ۱۸۹۹ء کے پانچ پرچے ۱۹۰۷ء کا ایک پرچہ

(۱۶) علی گڈھ منتھلی علی گڈھ ۱۹۰۳ء وغیرہ کے پرچے

(۱۷) رسالہ افسر حیدر آباد دکن ۔ یکم جنوری ۱۹۰۱ء کا ایک پرچہ ایڈیٹر مولوی عبد الحق (باوائے اردو۔)

(۱۸) معیار الانشاد حیدر آباد دکن فروری ۱۹۰۲ء اڈیٹر حضرت سائل دہلوی۔

(۱۹) کرزن گزٹ دہلی ۱۹۱۲ء کا مکمل فائل

(۲۰) الہلال دہلی ۱۹۱۳ء کا مکمل فائل اڈیٹر مولانا آزاد

(۲۱) اردوئے معلیٰ علی گڈھ جولائی ۱۹۱۳ء مئی ۱۹۱۱ء کے دو پرچے ۔ ایڈیٹر مولانا حسرت موہانی

(۲۲) ضمیمہ گزٹ ممالک مغربی وشمالی ۲۰ ردسمبر ۱۸۷۴ء اور ۲۴ جنوری ۱۸۷۵ء کے دو پرچے۔

اشاعت کا اختیار

موجودہ کساد بازاری میں میری ہمت نہیں تھی کہ تاریخ صحافت اردو کی اشاعت کا بار اٹھاتا اور اس کو اپنے پیسہ سے چھپواتا میرے قدیم دوست اور ساتھی پنڈت ہر سروپ شرما جنرل سکرٹری اینٹی کمیونل اینڈ کریشن بورڈ اور پبر و پرائٹر سوبھاش بک ڈپو دہلی نے اس تاریخ کو پسند کیا۔ اور از راہ مہربانی اس کتاب کی اشاعت کا بار خود اٹھانے کی

خواہش کی اور اس کو خود ہی طبع کرایا۔

میں نے حق تصنیف نے بغیر پنڈت جی کو اختیار دیدیا ہے کہ وہ تاریخ صحافت اردو کی پہلے حصہ کا پہلا ایڈیشن شائع کردیں طباعت کا اختیار صرف ایک مرتبہ کا ہے دوسرے ایڈیشن کا نہیں ہے۔

یکم جنوری ۱۹۵۳ء

امداد صابری
چوڑیوالان - دہلی

(مطبوعہ فاروقی پریس دہلی)

ھانے ردو علامہ مرجوهی دنالرمہ کبھی مدصلہ ۔ مولانا امداد صابری

قدیم ہند کی خبر رسانی

جب سے آدم کی اولاد نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے خبر رسانی کا سلسلہ برابر جاری ہے ابتدائی دور میں مسافروں، تاجروں اور قافلوں کے سفر پہلا خبر رسانی کا ذریعہ بنے جب کوئی مسافر، تاجر اور قافلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تو وہاں پہنچ کر اپنی جگہ مقام و قصبہ یا شہر کے حالات اور خبریں بیان کرتا تھا اور جب وہاں سے واپس آتا تو ان مقامات کے حالات و خبروں سے اپنے لوگوں کو آگاہ کرتا تھا۔

جب حضرت انسان نے ترقی کی طرف توجہ دی اور تنظیمی شکل میں آئے اور راجہ پرجا کے پھندوں میں پھنس گئے تو عہد برہمنی میں خبریں پہنچانے اور خبریں حاصل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا، راجہ ملکی نظام چلانے کے لئے تین یا پانچ گاؤں کے درمیان ایک حفاظتی مکان (سرائے) بنواتا تھا جس میں اس کے اہل کار اپنی ڈیوٹی انجام دیتے تھے [1] اور حسب ذیل طریقہ خبر رسانی کا ذریعہ بنتا تھا۔

" گاؤں میں کچھ واردات ہو تو گاؤں کا مالک دس گاؤں کے مالک سے کہے، اور

---

[1] منوساتواں ادھائے، ۱۰۴

وہ بیس گاؤں کے مالک سے کہے۔ بیس گاؤں کا مالک سو گاؤں کے مالک سے کہے اور وہ ہزار گاؤں کے مالک سے کہے [۱]

اسی زمانے میں دوسرے ملکوں کے حالات جاننے کے لیۓ دوت یعنی سفیر جایا کرتے تھے جن کی ڈیوٹی منو مہاراج نے یہ مقرر کی تھی:۔

"دوت (سفیر) دوسرے راجاؤں کی دل کی بات اپنی مملکت کے لیۓ معلوم کرے۔ دوت کے اختیار میں صلح اور جنگ ہے۔ دوت بگڑے کو ملاتا ہے۔ اور ملے ہوئے کو بگاڑتا ہے سب اہل کاروں میں دوت ہی راجہ کی بات اور اشاروں، آثار، قیافہ سے راجہ کے کام کرنے کے لائق سب کام جانے۔ [۲]

ملک اور ملکی افسران کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے مخبر بھی مقرر ہوتے تھے منو مہاراج کا ارشاد ہے:۔

" وزیر اعظم گاؤں اور نگر وغیرہ کے مالکوں کو بے مطلب بھی وقتاً فوقتاً اپنی قوت سے دیکھتا رہے اور مخبروں کے ذریعے سب کے دل کی بات جانے، راجہ کے اکثر عہدہ دار دوسرے کے مال پر قبضہ ناجائز کر لیتے ہیں اس واسطے ان سے رعیت کی حفاظت کرے [۳]"

اسی طرح شہروں کے حالات جاننے اور خبریں حاصل کرنے۔ دوسرے راجاؤں کی سیاسی پوزیشن سے باخبر رہنے [۴] دشمنوں کے ملکوں اور ان کی فوجوں کے حالات جاننے [۵] رعایا کی

---

[۱] منو، ۱۱۶ [۲] ایضاً، ۶۴، ۶۸ -

[۳] ایضاً، ۱۲۲ - ۱۲۴ - [۴] ایضاً، ۱۴۵ - [۵] ایضاً ۲۹۹

خواہشات سے آگاہ ہونے کے لئے جاسوس و مخبر مقرر کئے جاتے تھے۔ جو بھاؤں کنوؤں شرابخانوں، غلہ فروشوں، چوراہوں جنگلوں، باغوں اور کاری گروں کے کارخانوں وغیرہ کی خبریں تک راجہ کو پہنچاتے تھے۔ [1]

چور ڈاکوؤں، جیب کتروں، اٹھائی گیروں، غرض ہر قسم کے مجرموں اور تمام جرائم و مقامات کی تحقیق کے لئے بھی مخبر و جاسوس مقرر ہوتے تھے جن کو چوروں کا جاسوس کہا جاتا تھا۔ جو چوروں اور بدمعاشوں کو اس بہانے سے پھانستے تھے کہ تم ہمارے گھر چلو تم کو لڈو کھلا کر ایک ایسے برہمن سے ملوائیں گے جو انسانی سکیموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی تدبیریں جانتا ہے [2]

راجہ وزیر عظیم اور اپنے رشتہ داروں پر بھی جاسوس و مخبر مقرر کرتا تھا جو ان کے ذریعے ان کی طاقت اور ارادوں سے باخبر رہتا تھا [3]

راجہ سفیروں، جاسوس اور مخبروں کی خبریں شام کو عبادت کے وقت خلوت گاہ میں سنتا تھا [4]

چندر گپت کے دور میں محکمہ تفتیش و خبر رسانی نے اور آگے قدم بڑھایا۔ سلطنت کے تمام محکموں شاہی درباروں اور بڑے سے بڑے ذمہ داروں اور عوام کی نقل و حرکت پر حاوی ہو گیا تھا اور ان کی نگرانی کرتا تھا۔ بادشاہ کو ان کی خبریں پہنچاتا تھا۔ جن کو یونانی اہل قلم نے منتظم اور مہتمم لکھا ہے، اور ان کا ذکر اشوک کے فرامین شاہی ملازمین یعنی پلسانی یا اخبار نویس کے نام سے کیا ہے۔ جاسوسوں کے متعلق قواعد و ضوابط مقرر تھے جس میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی کہ حکومت

---

[1] منو دھرم ادھیائے ۲۶۷ [2] ایضاً ۲۶۸ [3] ایضاً ۲۹۹ [4] ساتواں ادھیائے ۲۲۲ [5] انڈین اینٹی کویری ۱۹۰۹ء ص ۲۰۸۔

کے نظام کو درست طریقے سے چلانے کے لئے خفیہ خبریں حاصل کرنا ضروری ہیں۔

فاحشہ عورتیں بھی جاسوسی کے فرائض انجام دیتی تھیں یہ فاحشہ عورتیں دربار کی ملازمہ ہوتی تھیں ناظم اور نائب ناظم کے حکم کے مطابق شاہی چتر کے سونے کے آفتابے اور پنکھے اٹھاتی تھیں اور جب کبھی بادشاہ تخت پر بیٹھتے یا رتھ یا پالکی پر سوار ہوتے تو اس کے ہمرکاب رہتی تھیں۔ ان فاحشہ عورتوں کے بارے میں آئین خبر رسانی میں ایک مخصوص باب ہے۔

فاحشہ درباری عورتوں پر ہی جاسوسی منحصر نہ تھی بلکہ بازاری پیشہ ور اور چھاؤنی کی فاحشہ عورتوں کو بھی جاسوسی کرنے پر لگایا جاتا تھا جو بازاروں کی چھوٹی گوشیاں تک افسران بالا تک پہنچاتی تھیں مخبروں کو کئی کئی زبانیں آتی تھیں وہ بھیس بدل کر مخبری کرتے تھے۔ کمال کا بھیس بدلتے تھے۔ جاسوس خطِ مرموز استعمال کرتے تھے اور خفیہ خبروں کے پہنچانے میں کبوتروں سے بھی کام لیا جاتا تھا۔ خفیہ پولیس محکمہ جاسوسی کی نگرانی میں ہوتی تھی۔ وہ ان کی تمام رپورٹوں کی جانچ اور پڑتال کرتی تھی ؎۱

عہد قدیم میں غیر ملکوں یا دور دراز مقاموں سے خبریں حاصل کرنے اور ان میں خبریں پہنچانے کا بار زیادہ تر جاسوس ہی اٹھاتے تھے۔ چنانچہ انجیل مقدس کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاک جو صوبہ داروں ناظموں منصبداروں کو اور ہر فرقہ کے چودھریوں کو بادشاہوں کی طرف بھیجی جاتی تھی اس کو گھوڑے۔ تانگے، خچر، سانڈنی، اونٹ لے جاتے تھے ؎۲ چنانچہ بادشاہ اخسویرس نے یہودیوں کو قتل کرنے اور اس کے بعد عیسائیوں کے قتل کرنے کے فرمان اسی ڈاک

؎۱ قدیم تاریخ ہند عثمانیہ ص ۱۷۶، ؎۲ آستر (۸) ۱-۱۰-۱۱۔

سے روانہ ہوئے تھے، اس فرمان پر بادشاہ کی انگوٹھی کی مہر لگائی جاتی تھی [۱] یہ ڈاک سلطنت کے ایک سو ستائیس صوبوں میں روانہ ہوتی تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب ممالک اکثر قبیلوں میں تقسیم تھے۔ اسلامی ابتدائی دور میں ڈاک کے مذکورہ طریقہ پر باقاعدہ عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ جب حکومت کا نظام مضبوط ہو گیا۔ تو حضرت امیر معاویہ نے پہلے سرکاری ڈاک اور خبر رسانی کا باقاعدہ محکمۂ برید قائم کیا اس کا طریقہ نظام یہ تھا کہ ملک بھر میں تھوڑی تھوڑی مسافت پر تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے سرکاری ہرکارے منزل بمنزل انہیں بدلتے ہوئے ایک مقام کی خبریں دوسرے مقام پر لاتے اور لے جاتے تھے [۲]

قدیم ایران میں بادشاہ ریچ کے بیمند کے عہد میں اس قسم کے لوگ خبریں حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے جاتے تھے جن کو بادشاہ کی آنکھ اور کان سمجھا جاتا تھا جو سلطنت کے ہر کونہ سے جا کر بادشاہ کو وہاں کے حالات و واقعات سے باخبر کرتے تھے [۳]

عباسیوں نے اس طریقہ کو اہم سمجھ کر اس پر عمل کیا اور اس کو "حکومت کے ستون" سے تعبیر کیا۔ غزنویوں کے ہاں بھی ایسا ہی محکمہ بنا ہوا تھا [۴] جن کو غوریوں نے جاری کیا قطب الدین ایبک کے ہاں واقعہ نویسوں کا سٹاف تھا شمسی بادشاہوں کے زمانہ میں اس محکمہ کے مخبروں کے علاوہ بادشاہ خود راتوں کو گشت لگا کر رعایا کی حالت خیالات اور ملک کی کیفیت سے آگاہ ہوتا تھا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

---

[۱] آستر (۲) ۱۲، [۲] الفخری صہ ۹۵ [۳] پرشن سولائزیشن ص ۴۴، [۴] بیہاقی ص ۵۴

شمس الدین التمش بادشاہ رات کو بھیس بدل کر شہر میں گشت لگاتے تھے غریبوں کے گھر جاتے اور غیر آباد مقامات کے حالات کی خبرگیری کرتے تھے اور دن میں بلا کر ان کی امداد کرتے تھے۔[1]

بلبنوں نے بھی اس محکمہ کو بہت اہمیت دی اس محکمہ کا حکم القطاعی مانا جاتا تھا۔ برید کی ذمہ داری بہت اہم سمجھی جاتی تھی، اس اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر کوئی محکمہ کا آدمی غلط رپورٹ کر دیتا تھا تو اس غیر ذمہ داری کی وجہ سے اس کو اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے تھے۔ چنانچہ غیاث الدین بلبن نے یہی کیا:۔

ملک نعیق بدایوں کا صوبہ دار تھا اس نے ایک فراش کو مار ڈالا۔ تھوڑے دنوں کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن بدایوں آیا، فراش کی بیوی نے فریاد کی،، اس نے ملک نعیق کو اس قدر کوڑے لگوائے کہ وہ دوسری دنیا میں سدھار گیا۔ اور جس برید نے اطلاع نہیں دی تھی اس کو دار پر کھنچوا دیا۔[2]

علاء الدین خلجی کی اصلاحی کامیابی بھی اس برید اور جاسوسی محکمہ پر منحصر تھی۔ نرخ غلہ اور منڈیوں کے مصالح کی خبر بادشاہ کے پاس پہنچانے کا کام ان تین اہل کاروں کے ذمہ تھا (۱) شحنہ منڈی (۲) برید منڈی (۳) جاسوسان منڈی۔ اگر ان تینوں کی خبروں میں آپس میں کوئی فرق پڑتا تو شحنہ منڈی کی کم بختی آجاتی تھی اور باز پرس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے منڈی کا نرخ، منڈی کا حال بادشاہ کے پاس ٹھیک ٹھیک پہنچتا تھا[3] بازاروں کے حالات جاننے کے لئے جاسوس مقرر تھے اگر بازار کے متصدی بادشاہ

---

[1] ملفوظات خواجگان چشت ص ۲۸، [2] تاج ص ۱۸، [3] طبقات اکبری ص ۹۵،

کو غلط خبر و اطلاع دینے یا جاسوسوں کی رپورٹ پر اُن کو سزا ملتی تھی [1]

نرخوں کی دیکھ بھال کے لئے بادشاہ اس قدر مستعد تھا کہ وہ ان جاسوسوں اور مخبروں اور بریدوں پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا، نوجوان لڑکوں کو روپیہ دیکر فروخت دیکھنے کے لئے بازاروں میں بھیجتا تھا۔ اگر مقررہ قیمت پر فروخت نہ کرتے تو سزا دی جاتی تھی بہت کم سزا یہ تھی کہ ناک کان کاٹ لئے جاتے تھے۔ جتنا کم تولتا اتنا ہی گوشت اس کے کولے کا کاٹتے تھے۔ اور اس کے سامنے پھینک دیتے تھے۔ [2]

چنانچہ ایک مرتبہ اناج مقررہ نرخ کے خلاف آدھی جیتل زیادہ فروخت کر دیا تھا تو محکمہ برید کی اطلاع پر محتسب کے دُرّے لگوائے گئے [3]

جس مقام اور مُلک میں لڑائی ہوتی تھی وہاں بھی بادشاہ ڈاک چوکی بٹھاتا تھا۔ روزانہ کی خبریں اس کو بھیجی جاتی تھیں۔ چنانچہ جب تلنگانہ پر مخالف کی زیادہ فوج کی وجہ سے ڈاک چوکیاں اٹھالی گئیں تو بادشاہ کو خبریں پہنچنا بند ہوگئیں جس کی وجہ سے اس نے سمجھا کہ حالات امید افزا نہیں ہیں تو گھبرا کر حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں دو امیر قاضی غیاث الدین بیانوی اور ملک قرابیگ کو بھیجا اور دعا کے واسطے التجا کی اس وقت بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی [3] یہی محکمہ برید تھا جس نے علاء الدین خلجی کو قتل ہونے سے بچایا اور دشمنوں کی سکیم سے اس کو مطلع کر دیا تھا۔ اس کی کارگذاری سنئے۔

علاء الدین نے بے حس مغلوں کو موقوف کر دیا تھا وہ بے کار رہتے تھے اپنی جان

---

[1] ضیاء الدین برنی [2] مفتاح التاریخ اول ص ۴۴ [3] ملفوظات خواجگان چشت۔

سے عاجز آگئے تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ بادشاہ روزانہ سیرگاہ جاتا ہے اور شکرہ اڑاتا ہے اس وقت سب کی نظریں اوپر ہوتی ہیں کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہوتے دو تین آدمی جا کر بادشاہ کا کام تمام کر دیں۔ چونکہ مخلوق بادشاہ کے اصلاحی کاموں اور ٹیکسوں سے تنگ اور ناخوش ہے۔ اس کے ختم ہونے سے وہ خوش ہوگی۔ بادشاہ کو اس سکیم کی خبر مخبروں نے پہنچائی بادشاہ نے حکم دیا کہ سارے ملک میں ایک ہی دن میں نومسلم مغل قتل کر دیئے جائیں۔ اور ان کا نام تک باقی نہ رہے چنانچہ بیس تیس یا سولہ ہزار مغل قتل ہوئے۔ [۱]

جنگ کا دار و مدار بھی اسی محکمہ کی خبر رسانی پر تھا، ڈاک چوکی کے ذریعہ سامانِ حرب منگایا جاتا تھا اور جنگ کی خبریں روانہ کی جاتی تھیں، اگر ڈاک چوکی میں کچھ خرابی پیدا ہو جاتی تھی تو اس سے فوج میں بدگمانیاں پھیل جاتی تھیں اور دشمنوں کو فوج میں انتشار پیدا کرنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔

چنانچہ ولایت تلنگ کی جنگ میں کامیابی کی کچھ صورت نظر آنے لگی تو رائے رو دردیو صلح پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن غیاث الدین کا امیر جنگ الغ خاں صلح پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور قلعہ انگل پر قبضہ ہونے لگا ہفتہ میں دو مرتبہ دہلی سے خبریں آیا کرتی تھیں وہ ایک ماہ تک نہیں آئیں اور ڈاک چوکی کے سلسلہ میں خرابی پیدا ہو گئی تو عین اسی وقت الغ خاں کی فوج کے منافقین نے یہ اڑا دیا کہ بادشاہ فوت ہو گیا۔ اس سے فوج میں اضطراب اور کم ہمتی پیدا ہو گئی، فوج منتشر ہونے لگی منافقین چاہتے تھے کہ الغ خاں کو بھی ختم کر دیں۔ دشمنوں

---

[۱] تاریخ ذکاء اللہ جلد دوئم۔

کو جب فوج کے اس انتشار کی خبر پہنچی انہوں نے قلعہ کا حصار توڑ کے فوج کو غارت و تباہ کرنا شروع کر دیا اور الغ خان کے قتل کے ارادے کرنے لگے۔ اتنے میں ڈاک چوکی (جس کو الاغ کہتے تھے) کے ذریعہ دہلی سے خبر آئی کہ بادشاہ زندہ سلامت ہے منتشر فوج میں جان پہنچی اور متحد ہو گئی۔ الغ خان نے دشمنوں کو شکست دی منافقین ملک مل، افغان، عبید شاعر جب دہلی میں لائے گئے تو ان کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا گیا۔ ؎۱

علاء الدین خلجی کا محکمہ برید ملک پر اس قدر حاوی ہو گیا تھا اور خبر رسانی اور جاسوسی نے اس قدر فروغ حاصل کر لیا تھا کہ محلّوں کوچوں اور گھروں تک میں مقرر تھے۔ بادشاہ خلق کے اچھے بُرے کاموں اور حالات سے واقف ہوتا تھا۔ مخبروں کی اتنی کثرت تھی اور اس قدر دیانتدار تھے کہ جو امیر اپنے گھر میں بیوی بچوں سے باتیں کرتے تھے اس تک کی رپورٹ بادشاہ تک پہنچ جاتی تھی جس کی وجہ سے اُمراء اور عوام نے اس قدر احتیاط برتنی شروع کر دی تھی کہ دن میں گھروں میں بات چیت نہیں کرتے تھے بلکہ آدھی رات گذرنے کے بعد اور کھانا کھانے کے بہت دیر بعد گفتگو کرتے تھے۔

محمد شاہ تغلق نے بھی اس محکمہ میں کافی ترقی کی ابن بطوطہ لکھتا ہے۔

"سیوستان سے ملتان تک دس دن کا راستہ ہے اور ملتان سے دارالخلافہ دہلی تک پچاس دن کا جو خبر اخبار نویس بادشاہ کو لکھتے ہیں وہ اس کے پاس ڈاک سے پانچ دن میں پہنچ جاتی ہے ڈاک کو اس ملک میں برید کہتے ہیں۔ ڈاک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک برید الخیل

؎۱ طبقات اکبری اول ص ۱۹۵ ؎۲ ضیاء الدین برنی ص ۱۵۲۔

گھوڑے کی دوسری بریدالرجال پیادوں کی گھوڑے کی ڈاک کو اولاق کہتے ہیں۔ ہر چار کوس کے بعد گھوڑا بدلتا ہے۔ یہ گھوڑے بادشاہ کی طرف سے رہتے ہیں۔ پیدلوں کی ڈاک کا یہ انتظام ہے کہ ایک میل میں جس کو کُرہ کہتے ہیں چوکیاں ہرکاروں کی ہوتی ہیں، اس چوکی کو دواہ کہتے ہیں۔ ہر ایک تہائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں آباد ہوتا ہے۔ گاؤں کے باہر ہرکاروں کے لئے برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر ایک بُرجی میں ہرکارے کمر کسے بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر ایک ہرکارے کے پاس ایک چھڑی دو گز لمبی ہوتی ہے جس کے سر پر تانبے کے گھنگرو بندھے ہوتے ہیں۔ جب شہر سے ڈاک چلتی ہے تو وہ ایک ہاتھ میں لفافہ رکھ لیتا ہے دوسرے ہاتھ میں چھڑی ہوتی ہے تمام طاقت خرچ کرکے وہ دوڑتا ہے۔ دوسرا ہرکارہ اس گھنگرو کی آواز سن کر تیار ہو جاتا ہے اور لفافہ لے کر فوراً دوڑتا ہے اس طرح جہاں خط پہنچانا ہوتا ہے پہنچا دیتے ہیں یہ ڈاک گھوڑوں کی ڈاک سے بھی جلدی جاتی ہے کبھی کبھی سنگین مجرم کو بھی چارپائی پر اٹھا کر اسی طرح چوکی بہ چوکی ہرکارے لے جاتے ہیں۔ دولت آباد دریائے گنگ سے چالیس دن کے فاصلہ پر ہے۔ اخبار نویس ہر مسافر کا حال تفصیل وار لکھتے ہیں کہ اس کی صورت ایسی ہے لباس ایسا ہے نوکر ساتھی اور جانور اس کے ساتھ اتنے ہیں اس کے حرکات وسکنات اس قسم کے ہیں۔ الغرض کوئی بات نہیں چھوڑتے۔ ملتان سے دہلی جانے کا راستہ پچاس روز ہے میرے آنے کی خبر (برید) کے ذریعہ پانچ روز میں پہنچ گئی تھی۔ ملتان کا اخبار نویس سمرقندی ہے جس سے میری ملاقات ہوئی۔"

ہندوستان کے بادشاہوں کا دستور تھا کہ ہر ایک چھوٹے اور بڑے امیر کے پاس

بادشاہ کا ایک غلام رہتا تھا جو بادشاہ کو امیر کے حالات سے باخبر رکھتا تھا اور اسی طرح لونڈیاں جو کچھ امیر کے گھر میں ہوتا تھا اس کی خبر بھنگنوں کو دیتی تھیں اور یہ بھنگنیں مخبروں کے افسر کو پہنچا دیتی تھیں اور وہ بادشاہ کو پہنچا دیتا تھا۔

چنانچہ ایک امیر اپنی عورت کے ساتھ رات کو سویا تھا اس نے اپنی بیوی سے جماع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا عورت نے اس کو بادشاہ کی قسم دی کہ وہ اس کے ساتھ ایسا نہ کرے۔ امیر نے اس کی بات نہیں مانی اس کی یہ خبر رات ہی کو بادشاہ کے پاس پہنچ گئی۔ بادشاہ نے صبح ہی اس امیر کو بلوایا کہ تو نے ایسا کیا ہے جس کے جرم میں بادشاہ محمد تغلق نے امیر کو قتل کرا دیا تھا۔

فیروز شاہ گھوڑوں کے علاوہ اونٹوں سے کام لیتا تھا چنانچہ فیروز شاہ جب لکھنوتی سے دہلی روانہ ہوا، اور راستہ میں جنگلوں میں بھٹک گیا اور بڑی مشکلوں کے بعد صحیح راستہ پر آیا۔ تو اس وقت بادشاہ نے فوجیوں کے رشتہ داروں کی پریشانی دور کرنے کے لئے اپنے لشکر میں اعلان کیا۔

کہ ہر شخص اپنی خیریت کی اطلاع اپنے رشتہ داروں کو دینے کے لئے دولت سرائے شاہی تک اپنے خطوط بھجوا دے چنانچہ فوجیوں نے ایسا ہی کیا جب وہ خطوط جمع ہو گئے تو ان کو ایک اونٹ پر لاد کر دہلی بھجوایا گیا جہاں فوجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے خطوط لے گئے[۱] فیروز شاہ کے خبر رسانی کے وزیر اعظم خان تھے۔[۲]

خاص خبروں اور خاص خطوط بھیجنے کے لئے بادشاہ اپنے خاص آدمیوں کو مقرر کرتا تھا

---

[۱] تاریخ ذکاء اللہ۔ [۲] تاریخ فیروز شاہی۔

چنانچہ شیخ الاسلام مولانا جلال الدین رومی کے خط کے جواب بھجوانے کے لئے بادشاہ نے اپنے معتمد امیر کو روانہ کیا۔ مولانا جلال الدین رومی شاہی دربار سے اپنے گھر پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کی خانقاہ میں ان کے خط کا جواب پہونچ گیا۔

شیر شاہ کو جب یہ علم ہوا کہ اعمال رشوت لے کر لوگوں کو زیادہ زمینیں دیتے ہیں تو حکم دیا کہ پرگنہ کے متعلق جو فرمان بھیجے جائیں وہ میرے پاس لائے جائیں، وہ خود ان فرامین کو ایک خریطہ میں بند کر کے مہر لگا کر کسی بڑے معتمد آدمی کے حوالے کر کے پرگنہ بھیج دیتا تھا۔

اسی طرح سلیم شاہ سوری نے جبکہ مرزا کامران کے لئے اپنے خیموں کے پاس ایک خیمہ لگوایا تھا تو اس نے ان کے حالات سے آگاہ ہونے کے لئے کنیزک خواجہ سرائے اور غلام بھیجے تھے ؎

برید کا عمل صحیح خبر پہنچانے سے نہیں چوکتا تھا کسی کی رعایت نہیں کرتا تھا۔ خواہ افسر ہو یا عام آدمی ہو اس کے نزدیک سب برابر تھے جو بات حکومت کے خلاف دیکھتے انجام سے بے خبر ہو کر اس کی اطلاع بادشاہ کو بھیج دیتے تھے۔

"چنانچہ فیروز شاہ کے دو ہوشیار وفادار عامل اور مخبروں نے دربار میں آ کر بادشاہ سے کہا کہ ششگانی سکہ میں عمال نے دو حبہ نقرہ کم کر دیا ہے۔ بادشاہ اس کی تحقیقات فرمائیں، فیروز شاہ نے یہ معاملہ خان جہاں وزیر اعظم کے سپرد کیا۔ وزیر نے کہا کہ اس معاملہ کی پوشیدہ تحقیقات ہونی چاہئے اور مخبروں کو قید میں ڈال دینا چاہیئے

؎ ذکاء اللہ جلد سویم۔

چنانچہ وہ قید کردئے گئے۔ دارالضرب (ٹکسال) کا انچارج گجر شاہ کو وزیر اعظم نے بلایا اس سے حقیقت پوچھی تو اس نے تحقیق کرنے کے بعد بتایا کہ ایک حبہ نقرہ کم ضرور ہے وزیر اعظم نے مشورہ دیا کہ سکہ شاہی کی دھاک بٹھانے کے لئے زرگروں کو تیار کرو کہ وہ کوئی ایسی صورت نکالیں جس سے سکہ شاہی وزن میں پورا اترے۔

گجر شاہ کو زرگروں نے کہا کہ انگیٹھی والوں کو کہو کہ وہ جب بادشاہ کے پاس انگیٹھی لے جائیں تو انگیٹھی کے درمیانی حصہ کو خالی کرکے چند نقرہ اس میں ڈال دیں اور انگیٹھی کے دہانے میں موم لگا دیں۔ گجر شاہ نے انگیٹھی والے کو بھی تیار کرلیا بادشاہ کے سامنے زرگر اور انگیٹھی والے بیٹھ ہوئے زرگروں کو برہنہ کرکے لنگوٹ بندھوا دیا۔ وزیر اعظم نے بادشاہ کو باتوں میں مصروف رکھا اس عرصہ میں زرگروں نے چند دانہ نقرہ کے بوتہ میں ڈال کے گلا کر وزن کیا تو وہ مقررہ وزن کے مطابق نکلے۔ بادشاہ نے دونوں مجرموں کو جلا وطن کر دیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ چند ماہ بعد گجر شاہ کو اس الزام میں نہیں بلکہ اس پر دوسرا الزام لگا کر معزول کر دیا تھا[۱]

سکندر لودھی کا محکمہ برید بھی بہت ہوشیار و چالاک تھا۔ خبریں اس دانائی اور قابلیت سے حاصل کرتا تھا کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا تھا کہ کس نے اس کی خبر بادشاہ کو پہنچائی۔ گھر گھر کے خاص خاص واقعات و حالات بادشاہ کے پاس پہنچ جاتے تھے بعض اوقات بادشاہ بھیس بدل کر محلوں بازاروں میں گشت لگاتا تھا۔ اور رعایا اور

---

[۱] تاریخ فیروز شاہی ص۱۵۶۔

اپنے امراء کے حالات معلوم کرتا تھا۔ لوگ یہ خیال کرتے تھے کہ کوئی جن بادشاہ کو سارا حال سنا جاتا ہے بعض لوگوں کا گمان و اعتقاد یہ تھا کہ بادشاہ کے پاس ایک طلسمی چراغ ہے۔ جس کو وہ روشن کرتا ہے اور جن حاضر ہوکر روئے زمین کے خاص و عام اور دوسرے ملکوں کے فرماں رواؤں کے پوشیدہ حالات بادشاہ کو بتا دیتا ہے دور اور پرے کے خزانے اور دفینے بادشاہ کو لاکر دیتا ہے [1]

سکندر لودھی قاضیوں پر بھی اپنے مخبر و جاسوس مقرر کرتا تھا۔ جو بادشاہ کو ان مقدمات کی ایک ایک لمحہ کی خبر دیتے تھے۔ اس خدمت پر خاص جوان غلام مامور رہتے تھے۔

اسی طرح جب لشکر کسی مہم پر پہنچتا تو ہر روز اس کو دو فرمان بھیجتا ایک صبح کے وقت جس میں یہ حکم ہوتا کہ لشکر سفر کرنے کے بعد کہاں قیام کرے اور دوسرا حکم ظہر کی نماز کے بعد بھیجتا کہ لشکر قیام کے بعد کیا کام کرے سراؤں میں گھوڑوں کی ڈاک تیار رہتی تھی [2]

شیر شاہ نے سڑکوں پر سترہ سو سرائیں بنوائی تھیں۔ پہلے گاؤں سے ڈاک جاتی تھی لیکن ان سراؤں کے بننے کے بعد ڈاک سراؤں سے جانے لگی ہر سرائے میں ڈاک کے گھوڑے بندھے رہتے تھے۔ ڈاک کے کل گھوڑے تین ہزار چار سو تھے۔

بنگال کی خبریں تین روز میں رہتاس پہنچتی تھیں۔ بنگال سے رہتاس ایک ہزار پانچ سو کوس تھا۔ ہر سرائے میں گھوڑوں کے ساتھ ایک نقارہ رکھا رہتا تھا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ جب بادشاہ کے لئے دسترخوان لگایا جائے تو نقارہ بجایا جائے اس نقارہ کی آواز

---

[1] سیرۃ المتاخرین، داؤدی، طبقات اکبری ۷ ۳۳ - [2] تاریخ ذکاءاللہ دوئم ص ۷۰ س -
[3] رزم نامہ شیر شاہی ص ۱۰۴ -

سن کر سلسلہ وار سراؤں میں نقارے بج جاتے تھے۔ اس وقت سراؤں میں مسلمانوں کو پکا ہوا کھانا اور ہندوؤں کو آٹا گھی ملتا تھا۔ اس ڈاک میں ہر روز بادشاہ کے پاس نیلاب آگرہ اور بنگال کی سرحدوں کی خبریں آتی تھیں [۱] اس ڈاک میں ایک حسین طشت دار ایک دن میں تیس کوس گیا۔ واقعات مشتاقی میں لکھا ہے کہ یہی حسین طشت دار تین رات دن ڈاک میں چل کر گورسے چتوڑ پہنچا۔ جب وہ سو جاتا تو چارپائی پر لیٹ جاتا اور گنوار اس کو کندھے پر اٹھا کر چلتے۔ جب آنکھ کھل جاتی تو پھر گھوڑے پر سوار ہو جاتا تھا [۲]

یہ قدرتی بات ہے کہ حکومت میں اچھے اور برے امرا اور افسر و حاکم ہوتے ہیں چنانچہ شیرشاہ کے زمانہ میں ایسے مقربان اور امرا بھی تھے جو اپنی مصلحت سے بادشاہ کو ایسے حالات سے آگاہ نہیں کرتے تھے جس کی وجہ سے جو بدعنوانیاں عدالت وغیرہ میں ہوتی تھیں اس کو بادشاہ دور کر سکتا تھا۔ اس لئے شیرشاہ نے جو قانون نافذ کر رکھے تھے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ لشکر اور امراء پر اپنے معتمد مخبر مقرر کرے جو ان کے پوشیدہ حالات معلوم کر کے بادشاہ کو باخبر رکھے تاکہ بادشاہ ان کی غلط کاریوں کو دور کرنے کی کوشش کرے [۳]

ان مخبروں کی وجہ سے شیرشاہ کے پاس امراء کی شکایتیں بہ آسانی مل جاتی تھیں مثلاً "شیرشاہ نے مالوہ کی جاگیر شجاعت خاں کو دی کہ وہ اس جاگیر کو سپاہیوں میں تقسیم کر دے۔ شجاعت نے اس جاگیر میں سے ایک حصہ خود لے لیا اور باقی سپاہیوں کو

---

[۱] تاریخ ذکاءاللہ دوئم ص ۳۰۷ [۲] رزم نامہ شاہی ص ۱۰۲ [۳] ایضاً ص ۹۸

تقسیم کر دیا تھا۔ سپاہیوں نے اپنا ایک وکیل اس ناانصافی سے آگاہ کرنے کے لئے بادشاہ کے پاس روانہ ہی کیا تھا کہ اس سے پہلے اس جھگڑے کا حال مخبروں نے بادشاہ کو لکھ کر بھیج دیا تھا، بادشاہ نے شجاعت خاں کو لکھا ایسی حرکت نہ کرے۔ سپاہیوں میں جاگیر کا بقایا حصہ بھی تقسیم کر دے ورنہ تجھ کو سزا دینی پڑیگی۔ [1]

ڈاک چوکی کا اس زمانہ میں اتنا زور تھا کہ راجہ بھی اس طریقہ کو رائج کئے ہوئے تھے چنانچہ مرزا کامران سلیم شاہ کے مخبروں کی نگرانی میں کسی زمیندار کی معرفت کسی راجہ سے سازش کر کے ڈاک چوکی میں برقعہ اوڑھ کر فرار ہوگیا تھا۔ [2]

مغلیہ دور میں نیوز ایجنسی کا انچارج ایک وزیر بریدالممالک ہوتا تھا جو تمام صوبوں سے خبریں حاصل کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کرتا تھا۔ ہر صوبہ کا برید خطوط کے ذریعہ مرکز میں خبریں روانہ کرتا تھا۔

اس عہدہ پر معتمد، تجربہ کار اور قابل اعتماد لوگ لگائے جاتے تھے بعض اوقات معزز، متقی، دیانتدار، اور غیر جانبدار لوگ اعزازی طور پر برید کے فرائض انجام دینے کے لئے بھیجے جاتے تھے [3] ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ باوجود باغی اور ذمہ دار افسران کے منع کرنے اور اثر ڈالنے پر بھی برید نے مرکز کو اطلاع دی [4] برید کے اختیارات بہت وسیع ہوتے تھے۔ ہر ملک کے چھوٹے بڑے مسئلے اور چھوٹے بڑے افسران کی حرکات و سکنات کی وہ رپورٹ کرتا تھا۔ سرکاری افسروں کی حرکتوں تجارت، زراعت، سکہ

---

[1] زمزمہ نامہ شیر شاہی خطی ص ۱۰۱ - [2] تاریخ ذکاءاللہ جلد سویم ص ۱۲۶ [3] برنی ص ۴۶ [4] بہار ص ۳۹۸ -

وغیرہ کی تحقیقات کر کے دیانتدارانہ رائے لکھ کر بھیج دیتا تھا۔ فوجی معاملات بھی وقت پر
کا جانا ضروری تھا تاکہ بادشاہ فوجی حالات سے پوری طرح آگاہ ہو جائے۔ برید کو جو خبر
پہنچتی وہ عنوانات کے ماتحت جمع کر کے سلسلہ وار مرکز میں یا براہ راست بادشاہ کو روانہ
کر دیتا تھا۔ سلطنت میں جو غیر ملکی لوگ آتے تھے ان کے بارے میں اور بازاروں میں جو عجیب
شے ہوتی، عوام کے خیالات و جذبات پائے جاتے وہ بھی روانہ کرتا تھا[1] امراء
اور بادشاہوں کی موت کی خبریں بھی ڈاک سے جاتی تھیں چنانچہ شاہجہاں اور عالمگیر
کو ان کے والد کے انتقال کی خبر ڈاک سے ملی تھی۔

اکبر کے زمانہ میں واقعہ اور خبر رسانی کی شکل یہ تھی۔

"تجربہ کار جہاندیدہ اور با اثر لوگ اخبار نویسی کے لئے مقرر کئے جاتے تھے۔
جن کی تعداد ہر بڑے مقام پر موجود تھی جن کو تنکچی کہا جاتا تھا، ان میں سے روزانہ چودہ
تنکچی اپنا کام انجام دیتے تھے۔ چودہ دن کے بعد نوبت (پوری اطلاعات) بادشاہ
کو روانہ کی جاتی تھیں۔

بادشاہ نے بھی واقعہ نویسی کے لئے دارالحکومت میں لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا۔
دارالحکومت میں ایک دن تنکچی کی ڈیوٹی ہوتی تھی، ان چودہ تنکچیوں میں سے اگر کوئی کسی ضروری
کام کی وجہ سے نہیں آ سکتا تھا تو ان میں سے ایک کی ڈیوٹی لگا دی جاتی تھی جس کو کوتل
کہتے تھے

---

[1] سلطنت دہلی قریشی ص ۸۹

جب اس روزنامچہ کی تصحیح ہو جاتی تھی تو بادشاہ کے پاس روانہ کئے جاتے تھے۔ اگر وہ اس کو پسند کرتا تو راجدہانی کا تپاکچی ہر واقعہ اور ہر سانحہ کی خبر کی نقل کر کے اس پر اپنی مہر لگا دیتا تھا، اس کے بعد اس پر مہر عرض اور پر واچی کی مہر لگتی تھی جس نے بادشاہ کو رپورٹ سنائی تھی اس کی بھی مہر ثبت کی جاتی تھی ۔اس رپورٹ کو تعلیقہ کہتے تھے۔ اور لکھنے والے کو تعلیقہ نویس کہتے تھے۔

ان واقعہ نویسوں کو کیسی کیسی خبروں سے اپنی رپورٹ مرتب کرنی پڑتی تھی وہ حسب ذیل ہیں:

" بادشاہ اور امراء کے احکام۔ ان کی حرکات خورونوش، بیداری، خواب نشست و شبستان اقبال میں جانا۔ بارگاہ خاص میں خرامش کا وقت، شکار کی تمام حالت جانوروں کا ذبح ہونا، کوچ و مقام، رہنموئی، نذر، ولآ و یز بخشی، دانش کی باتوں کا سننا، خیرات۔ روزینہ ماہوار، تابین کا منصب، دشمنوں کے حال بمعافی زمین، خراج کا گھٹنا بڑھنا اجارہ بیع، تحویل پیش کش، ارسال، نفاذ فرمان، عرائض کا آنا۔ جواب کا دیا جانا۔ ملازمت، رخصت، تعیین مدت، چوکی میں نہ آنا۔ جنگ و فتح۔ صلح۔ روشناس (جس کو بادشاہ پہچانتا ہو یعنی بڑے آدمی) کا مرنا، جانوروں کی شرطوں کی ہار جیت، گھوڑوں کا مرنا، بادشاہ کے جرموں کا معاف کرنا، دربار عام کی سرگذشت کتخدائی، ولادت، چوگان بازی، چوسر، شطرنج، گنجفہ، اس کے علاوہ حوادث آسمانی اور زمینی۔ سال کی فصلیں [1] ڈاک اکبر کے عہد میں اس طرح بھیجی جاتی تھی۔

---

[1] تاریخ ذکاء اللہ ششم ص ۸۹۶

ہر گاؤں میں پانچ میل کے فاصلہ پر گھوڑے اور چند ہرکارے مقرر کئے جاتے تھے جہاں یہ لوگ رہتے تھے اس کو ڈاک چوکی کہتے تھے۔ سرحدکی امراء کی ضروری عرضداشت اور فرمان اسی چوکی سے چلتے تھے۔ سوار شدہ ہرکارہ اس کو دوسری چوکی پر پہنچا دیتا تھا چنانچہ شب وروز کی راہ طے کرکے یہ ہرکارے آگرہ سے احمدآباد ڈاک پانچ روز میں پہنچا دیتے تھے اور جن کو بادشاہ خبریں پہنچانے کے لئے متعین کرتا تھا وہ جلدی خبریں پہنچا دیتا تھا۔ چار ہزار ہرکارے اس کام پر مامور تھے جو گھوڑے پر سوار ہو کر ڈاک پہنچاتے تھے اور جو ہرکارے پیدل ڈاک لے جاتے تھے وہ سات سو میل دس روز میں طے کرتے تھے [1]

۹۹۱ھ میں بادشاہ نے راجہ جے مل کو جو بیمار تھا اس کو گھوڑے کی ڈاک میں بھیجا تھا جس کا راستہ میں ہی انتقال ہو گیا تھا [2] اسی طرح اکبر بھی ایک دفعہ از راہ شوق دو روز میں گھوڑے کی ڈاک پر دو سو بیس میل کی مسافت طے کرکے اجمیر سے آگرہ گیا تھا [3]

دوسرے صوبوں میں کتنی تعداد میں واقع نویس تھے اس کا اندازہ دارالسلطنت کے واقعہ نویسوں سے لگا لیجئے اس کی حالت یہ ہے۔

---

[1] تاریخ فرشتہ [2] تاریخ ذکاء اللہ ہشتم ص ۸۰۰ [3] آئینہ تاریخ نما اول ص ۲۳

ڈاک چوکی میں دو تین ہزار آدمی ہر روز روزنامچہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ عدالت خانہ کچہری اور چبوترہ میں یہاں تک کہ گلی کوچوں اور بازاروں میں جاسوس مقرر تھے جو افواہیں عوام میں سنتے وہ تحریر میں لاتے اکبر کے واقعہ نویسوں میں انعام اللہ ابن شہباز خاں نے تمام عمر واقعہ نویسی میں گذاری لے

جبکہ اتنی بڑی تعداد میں ظلم وستم اور بدعنوانیوں کو مٹانے والے مخبر، جاسوس اور برید ہوں اس عظیم الشان منظم حکومت میں بڑے بڑے ذمہ دار حاکموں سے حسب ذیل انتہائی سوزاور شرمناک افعال سرزد ہو جاتے تھے۔

(۱) مرزا جانی بیگ ارغواں جو اکبر کے دور میں منصب سہ ہزاری اور جہانگیر کے دور میں منصب ہفت ہزاری حاصل کئے ہوئے تھے اور اکبر و جہاں گیر کے زمانہ میں سندھ اور ملتان کا صوبیدار رہا ان کی حرکات خبیثہ یہ تھیں۔

"وہ شراب ہی نہیں پیتے تھے بلکہ ہر روز ایک باکرہ عورت سے مباشرت فرماتے تھے۔ تمام مقامات سے ان کے لئے باکرہ عورتیں جمع کی جاتی تھیں۔ ٹھٹھے میں کوئی رنڈی ایسی نہ تھی جس سے ان کا تعلق نہ ہوا ہو۔ ۲ے

(۲) اسمٰعیل خاں برادر خوردخاں جہاں مالوہ اور کالپی کے جاگیردار اور پہلے منصب سہ ہزاری وپانصدی اور سنہ ۴۲ میں منصب پنجہزاری یافتہ تھے۔

بارہ سو عورتیں ان کے پاس تھیں جب وہ دربار میں جاتے تو ان عورتوں

لے تاریخ ذکاء اللہ ششم ص ۹۵ ۲ے مآثر الامراء صفحہ ایضاً۔

کے ازار بندوں کو قفل لگا جاتے تھے، آخر ان عورتوں نے عاجز آکر ان کو زہر دے کر مار ڈالا[1]

تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحات ان کے اعمالِ بد کی سزا کے تذکرہ سے خالی ہیں۔

جہاں گیر کے دور میں طامس رو اور ہاکنس سفیر برطانوی درباری واقعہ نویسوں کا تعجب خیز الفاظوں میں تذکرہ کرتے ہیں۔ بہت سے واقعہ نویس ہوتے ہیں جو سب باتیں لکھتے ہیں یہاں تک کہ عورتوں کے ساتھ جو باتیں ہوتیں۔ وہ بھی لکھتے تھے۔ جب بادشاہ کا انتقال ہو جاتا تھا تو ان خبروں سے بادشاہ کی تاریخیں مرتب کی جاتی ہیں۔

واقعہ نویس اگر غلط بات لکھتا تھا تو اس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔

چنانچہ جب دربار جہاں گیری میں ایرانی سفیر آیا تو بادشاہ نے اس کو شراب کا جام دیا۔ غلط فہمی کی وجہ سے درباری واقعہ نویسوں نے جام شراب دینا بخشی سے منسوب کر کے لکھ دیا۔ بادشاہ نے جب روزنامچہ دیکھا تو غصہ سے بے آپے ہو گیا۔ اس نے کسی پر جرمانہ کیا کسی کے کوڑے لگوائے بعض کو لات گھونسے مارنے کا حکم دیا جس میں مجروح بھی ہوئے اور ایک آدھ مر گیا[2]

جہاں گیر نے خبر پہنچانے کا ہندوستان میں یہ نیا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ جہاں گیر نے جب یہ سنا کہ خلفاء عباسی بغدادی کبوتروں کو نامہ بری سکھاتے

---

[1] مآثر الامراء ص
[2] سفرنامہ طامس رو۔

تھے تو بادشاہ نے کبوتر بازوں کو حکم دیا کہ ان کبوتروں کو یہ کام سکھائیں ان کبوتر بازوں نے جوڑے ایسے آموختہ کئے کہ مانڈو سے وہ پرواز کرتے تو ایک پہر میں بارش کی صورت میں دو پہر میں برہان پور میں پہنچ جاتے تھے بعض کبوتر چار گھڑی میں پہنچے تھے [1]

عالمگیر نے ڈاک و خبر رسانی کا محکمہ باقاعدہ اور مکمل بنا رکھا تھا۔

کوئی صوبہ ایسا نہ تھا جس میں سوانح نگار جگہ بہ جگہ مقرر نہوں وہ جزئیات و کلیات صوبیداروں اور حکام کو پہنچاتے تھے۔ کوئی صوبیدار شہزادہ یا امیر کسی شخص کو اس کے جرم یا قہر و عتاب کی وجہ سے قتل نہیں کر سکتا تھا۔ بادشاہ ہی حاکموں صوبیداروں کی عرائض اور واقعہ نگاروں کی رپورٹوں سے اس کی حقیقت معلوم کرکے شریعت کے مطابق سزا دیتا تھا۔ خاص طور پر اپنے لڑکوں کے اعمال و حرکت اور چال ڈھال سے باخبر رہتا تھا۔ آٹھوں پہر خفیہ نویس اور جاسوس ان کے پیچھے لگائے رکھتا تھا جب ان کو فوج کے ساتھ روانہ کرتا تھا تو ان کے ساتھ اتالیق مقرر کرتا تھا۔ (تاریخ ہندوستان ہشتم ص ۴۷۸)

بنگال دکن سورت، جونپور، ملتان، مراد آباد، گلشن آباد، جیندا ور لاہور دار السلطنت وغیرہ میں واقعہ نویس مقرر تھے۔ مآثر عالمگیری کے مؤلف نے اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے البتہ ان کے نام نہیں لکھے ہیں جن کے نام لکھے ہیں وہ یہ ہیں (۱) عبدالرحمٰن (دکن) (۲) خدمت گذار خاں (۳) عنایت اللہ خاں (۴) افضل علی

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۹۱۔

بن مرشد قلی خاں (۵) سعادت خاں (۶) محمد ساقی مستعد خاں (۷) محمد محسن۔
واقعہ نگاروں کے تین محکمے تھے۔ واقعہ نگار، خفیہ نویس (معتمدِ خفیہ) اور جاسوس۔
شاہزادوں کو خبریں مہیا کرنے کے لئے بادشاہ نے واقعہ نویس مقرر کر رکھے تھے
ڈاک چوکی کے مشہور داروغہ محمد شریف برادر ابوالفتح، قابل خاں اور فاضل خاں تھے۔[۱]
واقعہ نویسی کی غلطی پر عالمگیر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا دیتا تھا۔ عبدالرحمٰن
واقعہ نویس نے جو رقم بہادر خاں مرزبان سے وصول کی تھی اس کا صحیح اندراج نہیں
کیا تھا اس غلطی پر اس کو برطرف کر دیا۔[۲]

مغلیہ دور کی جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان کے زیادہ مؤلف واقعہ نویس ہیں اور جو
بھی تاریخ لکھی گئی ہے وہ واقعہ نویسوں کے بغیر مدد کے نہیں لکھی گئی ہے۔

تزکِ جہاں گیری میں جہانگیر لکھتا ہے۔
(۱) میں نے کتاب خانے کے متصدیوں کو حکم دیا کہ دائرہ احوال کی ایک جلد تیار
کراؤ اور متعدد نسخے خاص لوگوں اور تمام شہروں میں بھجوانے ہیں۔ تاکہ اربابِ دولت
اس سے اپنا دستور العمل بنائیں۔ ایک واقعہ نویس (مرزا محمد عرف معتمد خاں بخشی) سے
جہاں گیر نامہ قلم بند کر کے مجھ کو پیش کیا جس کو میں نے اپنے بیٹے شاہجہاں کو دیدیا
(۲) مآثرِ عالمگیری کا مصنف محمد ساقی مستعد خاں عالمگیر کا واقعہ نگار تھا۔ جو
بعد میں عالمگیر کے زمانہ میں انشاء نظارت کی خدمات پر مامور ہو گیا تھا اور بادشاہ نے

---

[۱] مآثرِ عالمگیری ص ۳۵ [۲] ایضاً ص ۲۴ [۳] مآثرِ عالمگیری ص ۳۳۵

کے صاحبزادہ کو ان کی جگہ وقائع نگاری پر لگا دیا تھا۔[۱]

سیواجی کی حکومت میں بھی واقعہ نویس تھے جو رپورٹوں کا ذخیرہ رکھتے تھے۔ یہ سلطنت کے فرمان و احکام، در سلطنت کے حالات مرتب کرتے تھے[۲] اور انتظام خبرداری اور جاسوسی بھی کرتے تھے۔ سیواجی کو ہر ایک محکمہ اور ہر قلعہ اور ہر جگہ کی خبریں پہنچائی جاتی تھیں۔ دشمن کے لشکر، راستوں، اور دروں کی بھی اطلاع، خبر، جاسوس اور مخبر پہنچاتے تھے[۳]

مغلیہ بادشاہوں کے آخری دور میں بھی خبر رسانی اور رواں کا طریقہ باقاعدہ تھا۔ چنانچہ سراج الدولہ کے بارے میں ڈاکٹر سرن اپنی تصنیف مغل پالیسی میں تحریر کرتے ہیں۔

"وقائع نویس بخشی کے ماتحت ہوتے تھے، اس صوبہ میں صوبہ دار سے لے کر محال دار تک کے اعمال کی رپورٹ درج ہوتی تھی جو براہ راست بادشاہ کے حضور میں پیش کی جاتی تھی۔ خفیہ اطلاع کا وقائع نویسی سے علیحدہ شعبہ ہوتا تھا۔ یہ کام سوانح نویس، خفیہ نویس یا پرچہ نویس انجام دیتے تھے وہ ملک کے جملہ چھوٹے موٹے حالات بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دیتے تھے۔ اس محکمہ کی اہمیت اور دہشت کا یہ عالم تھا کہ صوبیدار اور دیوان بھی اس سے کانپتے تھے۔ حیدر علی نے بھی ہر محلہ میں خفیہ نویس مقرر کر رکھے تھے۔ جو تمام حالات سے اس کو باخبر رکھتے تھے[۴]

---

[۱] تاریخ ذکاء اللہ ششم ص ۱۰۲۔ [۲] نیوز پیپرس آف انڈیا [۳] سیواجی لالہ لاجپت رائے صفحہ ۴۴۔ [۴] نیوز پیپرس آف انڈیا

خبریں اور ڈاک پہنچانے کا طریقہ مملکتِ نظام میں ڈاک خانہ کے جدید نظام سے قبل تک جاری تھا۔ ڈاک کے مقررہ اوقات کے علاوہ بھی ضروری احکام و خبریں اسپیشل طور پر روانہ کی جاتی تھیں جو بہت جلد پہنچتی تھیں اس کو "گھونگرو" پٹہ" کہتے تھے۔ اس کی فیس چار آنہ فی کوس کے حساب سے لی جاتی تھی۔

ڈاک پہنچانے کے جو منارے پرانی حکومتوں نے بنائے تھے اس کی یادگار اب بھی دہلی میں موجود ہے۔ پُرانے قلعہ کے مشرقی دروازے کے سامنے دکھائی دیتا ہے جو خاص محل اور عظیم گنج کے بیچ میں ہے۔ بلکہ عظیم گنج کی سرائے سے بہت پاس شمال کی طرف کوئی دو سو قدم پر کوس منارے کے چار حصے ہیں۔ نیچے کا حصہ ہشت پہل ہے جس کا دور ۲۶ فٹ ہے۔ جو ۱۶ مربع اور دو فٹ اونچے پختہ چبوترہ پر پتھر اور چونے کا بنا ہوا ہے بیٹھک کا ہشت پہل حصہ ۸ فٹ اونچا ہے کل بلندی اندازاً ۲۴ فٹ ہوگی اوپر کا سرا گول گمٹی پر ختم ہوا ہے اس طرح کے مینارے کوس کوس بھر کے فاصلہ پر تھے [1]

قلعہ کا آخری اخبار نویس ماراج تھا۔ جو بہادر شاہ کے زمانہ میں اخبار نویسی کی خدمت انجام دیتا تھا [2] اور اہم خبریں سانڈنی سوار لے جاتے تھے [3]

انگریزوں نے ہندوستان میں آنے کے بعد ابتدا میں خبریں پہنچانے کے لئے مغلیہ طریقوں پر عمل کیا۔ جوں جوں قدم جمتے گئے تبدیلیاں ہوتی گئیں۔

---

[1] واقعات دارالحکومت دہلی دوم صفحہ ۶۵۲ [2] مضمون تیفی رسالہ اردو دہلی اپریل ۱۹۳۶ء
[3] مقدمہ بہادر شاہ صفحہ ۱۲۳

۱۸۴۱ء میں گھوڑوں اور پیدلوں کی جگہ بگھی سے ڈاک بھیجی شروع ہوئی اس کا ٹھیکیدار مرلی دھر سوداگر تھا جس نے بگھیاں بنوائیں اور ان سے ڈاک بھجوانی شروع کر دی [1]

جہاں جہاں ریلیں بنیں وہاں ریل سے ڈاک جانے لگی۔ موجودہ دور میں ہر جگہ خبریں حاصل کرنے کے لئے ایک سا انتظام ہے۔ ہر ملک اور ہر بڑے مقام میں خبریں حاصل کرنے کے لئے رپورٹر ہوتے ہیں۔ جو مختلف نیوز ایجنسیوں کو خبریں فراہم کرتے ہیں، وہ ایجنسیاں عام طور سے وائرلیس، ریڈیو، ٹیلیفون، تاربرقی ہوائی جہازوں اور ریلوں سے خبریں حاصل کرکے اپنی مشینوں کے ذریعہ بڑے بڑے اخباروں میں پہنچاتی ہیں۔ خبریں سننے اور پڑھنے کا ذریعہ زیادہ تر اخبار ہیں یا ریڈیو ہے۔

حکومتوں کی خبریں حاصل کرنے کا وہی پرانا طریقہ ہے۔ پولس، خفیہ پولس حکومت کے لئے متعلقہ خبریں فراہم کرکے حکام کو پہنچاتی ہیں

---

[1] دہلی اردو اخبار ۵ دسمبر ۱۸۴۱ء

غدر سے قبل کے اخبارات کی فہرست

سنہ	اخبار کا نام	اڈیٹر کا نام	مقام	زبان	شکل اشاعت
سنہ ۱۷۲۴ء	انڈین گزٹ	سرکاری	کلکتہ	انگریزی	ہفتہ وار
سنہ ۱۷۸۱ء	بنگال گزٹ	جمیس ہکنس بی	"	"	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۱۸ء	دگ درشن	ڈاکٹر کیری	"	بنگالی	ماہانہ
سنہ ۱۸۱۸ء	سماچار درپن	ڈاکٹر مارشمن	"	"	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۱ء	سمباد کمودی	راجہ رام موہن رائے	"	"	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۱ء	بمبئی سماچار	فردونجی مرزبان	بمبئی	گجراتی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۲ء	جام جہاں نما	منشی سدا سکھ	کلکتہ	اردو فارسی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۳ء	مراۃ الاخبار	راجہ رام موہن رائے	"	فارسی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۳ء	شمس الاخبار	منشی رام ٹھاکر	"	اردو فارسی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۲۶ء	اودنت مارتنڈ	پنڈت جگل کشور		ہندی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۳۱ء	آئینہ سکندر		"	فارسی	ہفتہ وار
سنہ ۱۸۳۳ء	ماہ عالم افروز	مولوی سراج الدین	"	فارسی	"
سنہ ۱۸۳۶ء	لدھیانہ اخبار	مشنری	لدھیانہ	فارسی	"

۱۸۳۵ء	سلطان الاخبار	سید رجب علی لکھنوی	کلکتہ	فارسی	ہفتہ وار	
۱۸۳۶ء	دہلی اردو اخبار	مولانا محمد باقر	دہلی	اردو	〃	3
۱۸۳۶ء	زبدۃ الاخبار	امجد علی	آگرہ	فارسی	〃	
۱۸۳۷ء	سید الاخبار	مولوی سید محمد	دہلی	اردو	〃	4
۱۸۳۷ء	خیر خواہ ہند	پادری ماتھر	مرزاپور	اردو	ماہانہ	5
۱۸۴۱ء	سراج الاخبار	سید اولاد علی	دہلی	فارسی	ہفتہ وار	
۱۸۴۴ء	احسن الاخبار		بمبئی	فارسی	〃	
۱۸۴۵ء	گل رعنا کریم الاخبار	مولوی کریم الدین	〃	اردو	ماہانہ و ہفتہ وار	6
۱۸۴۵ء	قرآن السعدین	دھرم نرائن	دہلی	اردو	ہفتہ وار	7
۱۸۴۵ء	عمدۃ الاخبار	[illegible]	مدراس	اردو	مہینہ میں تین بار	8
۱۸۴۶ء	فوائد الناظرین	ماسٹر رامچندر	دہلی	اردو	ماہانہ و پندرہ روزہ	۹
۱۸۴۷ء	محب ہند	ماسٹر رامچندر	دہلی	اردو	ماہانہ	
۱۸۴۶ء	مارتنڈ اخبار	مولوی نصیر الدین	کلکتہ	اردو وغیرہ	ہفتہ وار	
۱۸۴۶ء	شملہ اخبار	شیخ عبداللہ	شملہ	دیوناگری	〃	
۱۸۴۶ء	صادق الاخبار	جمال الدین	دہلی	اردو	〃	
۱۸۴۷ء	فوائد الشائقین	پربھو دیال	〃	اردو	〃	
۱۸۴۷ء	اسعد الاخبار	قمر الدین	آگرہ	اردو	〃	

۱۸۴۸ء	سدھاکر اخبار	تارا موہن متر	بنارس	اردو ہندی	ہفتہ وار
۱۸۴۸ء	گوالیار اخبار	لکشمی پرشاد	گوالیار	״ ״	״
۱۸۴۸ء	بنارس اخبار	گوش گھونا	بنارس	״ ״	״
۱۸۴۵ء	عمدہ الاخبار	لچھمن پرشاد	بریلی	اردو	״
۱۸۴۹ء	مالوہ اخبار	دھرم نرائن	اندور	اردو ہندی	״
۱۸۴۹ء	الحقائق	موتی لال	آگرہ	اردو	ہفتہ میں دوبار
۱۸۵۰ء	کوہ نور	منشی ہرسکھ رائے	لاہور	اردو	ہفتہ وار
۱۸۵۰ء	خورشید عالم	منشی دیوا چند	سیالکوٹ	اردو	خورشید عالم
۱۸۵۱ء	نور علیٰ نور	مولا محمد حسین	لدھیانہ	اردو	ہفتہ وار
۱۸۵۱ء	جام جہاں نما		میرٹھ	اردو	״
۱۸۵۱ء	باغ و بہار	مہاراجہ بنارس	بنارس	״	״
۱۸۵۲ء	مفتاح الاخبار	مولوی محبوب علی	میرٹھ	״	״
۱۸۵۱ء	قطب الاخبار		آگرہ	״	״
۱۸۵۲ء	زائرین ہند		بنارس	״	پندرہ روزہ
۱۸۵۳ء	معیار الشعراء		آگرہ	״	ماہانہ
۱۸۵۳ء	جامع الاخبار	سید رحمت علی	مدراس	״	مہینہ میں تین بار
۱۸۵۳ء	نور الابصار ربدھی پرکاش	منشی سدا سکھ	آگرہ	اردو ہندی اخبار	ہفتہ وار

سنہ	نام اخبار	ایڈیٹر	مقام	زبان	اشاعت
۱۸۵۳ء	آفتاب ہند	بابو گوبند رگھوناتھ	بنارس	اردو	ہفتہ وار
۱۸۵۳ء	فتح الاخبار		علی گڈھ	"	"
۱۸۵۳ء	صادق الاخبار	مصطفیٰ خاں	دہلی	"	"
۱۸۵۳ء	نور مشرقی نور مغربی		دہلی	"	"
۱۸۵۳ء	وکٹوریہ پیپر	دیوانچند	سیالکوٹ	"	"
۱۸۵۴ء	ہمائے بہا	منشی دیوانچند	لاہور	"	پندرہ روزہ
۱۸۵۴ء	کشف الاخبار	منشی امان علی	بمبئی	"	ہفتہ وار
۱۸۵۵ء	صادق الاخبار	سید محمد صادق	دہلی	"	"
۱۸۵۶ء	مفرح القلوب	محمد شفیع	کراچی	فارسی	"
۱۸۵۶ء	مظہر الاخبار	محمد خواجہ بادشاہ	مدراس	اردو	مہینہ میں تین بار
۱۸۵۶ء	سحر سامری	منشی گنگا نرائن عیاش	لکھنؤ	"	ہفتہ وار
۱۸۵۶ء	طلسم لکھنؤ		لکھنؤ	"	"
۱۸۵۶ء	مفید خلائق	شیو نرائن	آگرہ	"	"
۱۸۵۷ء	خلاصۃ الاخبار	متھرا داس	دہلی	"	"
۱۸۵۷ء	اخبار سندھین		کراچی	"	"
۱۸۵۷ء	طلسم حیرت		مدراس	"	مہینہ میں تین بار

غدر سے قبل کے اخبارات

ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس ایک پریس تھا جس کو ۱۶۷۴ء میں کورٹ آف ڈائرکٹرز نے ہنری ملز بمبئی میں بھیج کر ہندوستان میں پریس کی بنیاد ڈالی جولائی ۱۶۷۵ء کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چھاپہ خانہ بہت بری حالت میں تھا جو نا قابل استعمال تھا کمپنی نے فیصلہ کیا کہ چھاپہ خانہ کی حالت کو دیکھنے کیلئے کسی کو بھیجے تاکہ اس کی مرمت وغیرہ کا تخمینا معلوم ہوسکے۔

۱۷۷۲ء میں مدراس میں چھاپہ خانہ چل رہا تھا ۱۷۷۹ء میں سرکاری طور پر ایک پریس لگایا گیا یہ سرکاری پریس سر چارلس ولکنز کے اہتمام میں تھا۔

۱۷۷۸ء میں ہگلی میں بنگالی زبان کا ٹائپ بنگالی زبان کی گرامر چھاپنے کے لئے تیار ہوا۔ اس کا بنانے والا ایک ہندوستانی لوہار پنچانند تھا[۱]

پہلا انگریزی اخبار

ہندوستان میں سب سے پہلا انگریزی اخبار بنگال انیول ۱۸۵۳ء کے مطابق انڈین گزٹ تھا جو ۱۸۲۲ء میں جاری ہوا ہفتہ وار تھا ۱۸۲۳ء میں ہفتہ میں دو بار اور ۱۸۳۰ء میں تین بار شایع ہونے لگا کچھ مدت کے بعد روزانہ ہوگیا یہ لبرل خیالات کا موئید تھا اور اس کے مضامین کا لب و لہجہ سنجیدہ اور شریفانہ تھا۔

یہ انکشاف مولوی عبدالرزاق صاحب راشد نے رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۳۵ء

---

[۱] انڈین پریس مارگریٹا بارنس ص۔

میں کیا۔ لیکن مولانائے محترم نے اس کی تمہید میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انڈین گزٹ سے قبل بھی اخبارات جاری تھے جن کی غیر ذمہ دارانہ روش کی بناء پر ان کے جواب میں اس اخبار کو کمپنی نے جاری کیا۔ مولانا کی عبارت ملاحظہ ہو

"گورنمنٹ ہند نے فتح کے بعد یہ ضروری سمجھا تھا کہ سرکاری کاروبار کی اطلاع اہل ہند کو دی جانی چاہیئے۔ یہ ضرورت اسلئے پیش آئی تھی کہ ایسٹ انڈیا کے افسروں پر اخبارات سختی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے تھے اور کمپنی بھی ایڈیٹروں کو سخت سزا کا مستوجب خیال کرتی اور ان کو بعض اوقات جلاوطن کر دیتی تھی۔ اس لئے اول اول بعض حکام کی سرکاری تحریرات کے ذریعہ اطلاعیں دی گئیں بالآخر ۱۸۳۴ء میں انڈین گزٹ جاری کیا گیا اس کی اشاعت ہفتہ وار ہوتی تھی۔

ملاحظہ ہو دی بنگال اینول ۱۸۵۳ء و انڈین میل ۱۸۳۱ء)"

مولانا صاحب نے جس جلاوطنی کا حوالہ دیا ہے وہ تو واقعہ مسٹر جیمز آگسٹس ہکی کے ساتھ پیش آنا بیان کیا جاتا ہے جنھوں نے ۱۷۸۰ء میں بنگال گزٹ (جو بعد میں ہکی گزٹ کے نام سے شائع ہوا) نکالا تھا اور اس کے جاری ہونے کے بعد اس کے قابل اعتراض مضمون پر مسٹر ہکی کو جلاوطن کیا گیا تھا۔

اگر ہکی گزٹ جیسے اخبارات کے غیر ذمہ دارانہ تحریروں سے مجبور ہو کر انڈین گزٹ شائع ہوا تو اس سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ انڈین گزٹ انگریزی کا پہلا ہندوستانی اخبار نہیں تھا بلکہ بنگال گزٹ کے بعد کے پرچوں میں اس

شمار ہونا چاہئے۔

مولانا کے بیان میں تضاد ہے لیکن انڈین گزٹ کی اوّلیت کا ثبوت جامع ہے۔

بنگال گزٹ

مورخین متفقہ طور پر بنگال گزٹ یا کلکتہ ایڈورٹائزر کو ہندوستان کا سب سے پہلا انگریزی اخبار مانتے ہیں۔

بنگال گزٹ ۲۹ جنوری ۱۷۸۰ء میں جاری ہوا کچھ عرصہ کے بعد اس اخبار کا نام ہکی گزٹ رکھا گیا۔ اسی نام سے اس نے شہرت دوام حاصل کی۔

اس اخبار کے مالک اور اڈیٹر مسٹر جیمز اگسٹس ہکی تھے جو ۱۷۷۸ء تک اپنے آپ کو کمپنی کا ایک سیلپشر بتاتے تھے دو ہزار روپے سے انہوں نے پریس لگا کر یہ اخبار جاری کیا۔

ہکی گزٹ دو ورقی تھا یعنی چار صفحہ کا اخبار تھا جس میں اشتہارات زیادہ ہوتے تھے۔ اس کا سائز ۸ × ۱۲ تھا۔ بے باک اور نڈر اخبار تھا۔ پرائیویٹ افسروں پر بھی بے لاگ نکتہ چینی کرتا تھا۔

ہکی کو۔ اسی انتقامی جذبہ کے ماتحت لارڈ ھیسٹنگز نے جون ۱۷۸۱ء کو گرفتار کیا۔ اور پریس ضبط کر لیا جنوری ۱۷۸۲ء میں لارڈ ھیسٹنگز سرحدی علاقہ کے دورے سے واپس آئے۔ مقدمہ کی شنوائی ہوئی تو اس کو سزا ہو گئی۔ ۷ مارچ ۱۷۸۲ء کو ہکی نے سزا کے خلاف عدالتِ عالیہ کلکتہ میں اپیل کی ہکی نے خود بحث کی جس پر اس کا پریس بھی واپس مل گیا اور وہ بھی رہا کر دیا گیا۔ (انڈین پریس) بعد میں ہکی کو جلا وطن کر دیا گیا۔

مارگریٹا بارنس مصنف انڈین پریس انڈین گزٹ کو انگریزی کا دوسرا اخبار لکھتا ہے اور نومبر ۱۷۸۰ء میں شایع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اس کے جاری کرنے والے دو اشخاص تھے بی میسنک B. Messinck اور پیٹر ریڈ (Peter Reed).

بی میسنک ایک تھیٹر کی کمپنی سے تعلق رکھتا تھا اور پیٹر ریڈ نمک کا سوداگر تھا فروری ۱۷۸۴ء میں کلکتہ گزٹ گورنمنٹ کی طرف سے شایع ہوا۔ دی بنگال فورنل فروری

۱۸۰۵ء اور اپریل ۱۸۰۵ء میں اورنٹیل میگزین یا کلکتہ امیوزمنٹ ماہانہ نکلا ۔
(انڈین پریس ص ۴۲ ۵۰)

ہندوستانی زبان کا پہلا رسالہ و اخبار

ڈگ درشن اپریل ۱۸۱۸ء میں بنگالی زبان میں شائع ہوا جو ماہنامہ تھا۔ یہ اس پریس میں چھپتا تھا جو ۱۸۰۹ء میں لکڑی کا ایک معمولی چالیس پلونڈ کا پریس تھا کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ پریس اس قدر اہمیت حاصل کریگا کہ اس میں تاریخی اخبارات اور کتابیں شایع ہوں گی لہ

اسی پریس میں ترجمہ کرنے اور پروف پڑھنے کا کام ڈاکٹر کیری نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وارڈ جو چھاپنے کا کام جانتا تھا اس کو چھاپے خانہ کا منتظم مقرر کیا۔ (مشنری بیشوا ص ۲۸)

یہ پرچہ سی رام پور کی بپٹسٹ مشنری نے جاری کیا تھا اس پر شروع میں حکومت کی سخت نگرانی ہوتی تھی اس لئے حکومت کو شک تھا کہ مشنری لوگ ہندوستانیوں کے خیالات کی اچھی طرح ترجمانی نہیں کرسکیں گے۔

بپٹسٹ مشنری کا کرتا دھرتا ڈاکٹر کیری حکومت کی اس سخت نگرانی کا مخالف تھا وہ سمجھتا تھا کہ اس سے گورنمنٹ اور مشنری کے درمیان اختلافات کی ایک خلیج حائل ہو جائے گی لیکن اس کے ساتھی ڈاکٹر مارشمن اور مسٹر وارڈ نے ڈاکٹر کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اس رسالے کے نکالنے کا مقصد ہی یہ رکھا کہ بنگالی اخبارات کا مقابلہ کرنا اور گورنمنٹ کی حمایت کرنا ۲ہ

اس میگزین میں تاریخی اور چھوٹے ہوئے سیاسی مضامین کے علاوہ گورنمنٹ کے نوٹس شایع ہوتے تھے ولیم کیری کا نظریہ یہ تھا:-

"کوئی انجمن اتنا مؤثر اور طاقتور نہیں ہوسکتا جتنا کہ وہ اخبار جس میں گاہے بگاہے مہذب اور سبق آموز مضامین شایع ہوتے رہے ہیں وہ علم کے پھیلانے کے

لہ انڈین پریس ص ۳۰ ۲ہ ایضاً ص ۸۸

لئے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔"

سماچار درپن ڈگ درشن کے دو نمبر شائع ہونے کے بعد جب مشنریز نے یہ اندازہ لگالیا کہ اس پرچہ پر گورنمنٹ نے کوئی اعتراض نہیں کیا تب انہوں نے اپنا ایک علیحدہ اخبار ہفتہ وار سماچار درپن ۲۳ مئی ۱۸۱۸ء کو شائع کیا اور یہ اخبار وائس پریزیڈنٹ بن جے من اڈمرن سٹون اور چیف سیکریٹری جان آدم کو بھیجا انہوں نے اس کو بہت پسند کیا، لارڈ ہسٹینگز اس وقت سرحد کے دورہ پر تھے۔ ان کو جب اس کی کاپی ملی تو انہوں نے بھی اس کو پسند کیا اور اس سے اس قدر خوش ہوئے کہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ایک خط سماچار درپن کے بانیوں کو خیر مقدم کا روانہ کیا اور اسی وقت یہ حکم جاری کیا کہ

"اس پرچہ کے لئے چوتھائی ٹکٹ کی مراعات دی جاتی ہے"

گویا اگر دوسرے اخبارات کے لئے چار پیسے کا ٹکٹ لگانا ضروری تھا تو سماچار درپن کے لئے ایک پیسہ کا ٹکٹ مقرر ہوا [۱] اس اخبار کا ایڈیٹر مارشمن تھا [۲]

سمباد کمودی راجہ رام موہن رائے نے دسمبر ۱۸۲۱ء میں یہ اخبار نکالا جس میں سماچار درپن کے جوابات شائع ہوتے تھے اور ہندو دھرم اور نصرانی مذہب کا موازنہ کیا جاتا تھا اور ہندو دھرم کی فضیلت ثابت کی جاتی تھی۔ [۳]

اردو کا پہلا اخبار اردو کا پہلا اخبار کونسا ہے یہ مسئلہ اب زیادہ الجھا ہوا نہیں رہا مسٹر یوسف کاظم عارف نے بنگال اردو کانفرنس منعقدہ ۲۵، ۲۶ جنوری ۱۹۳۸ء کے خطبۂ صدارت میں یہ دعویٰ کیا:۔

"اردو کا پہلا اخبار کلکتہ سے ۱۸۲۱ء میں جاری ہوا جس کا نام مراۃ الاخبار تھا اور اس کو راجہ رام موہن رائے نے جاری کیا تھا۔"

---

[۱] انڈین پریس ص ۸ [۲] مشنری مثنوی ... [۳] انڈین پریس ص ۲۳۰

عارف صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے اس کے ساتھ انہوں نے سمنٹ ماہانہ نکلا۔ نہیں کیا۔ البتہ انڈین پریس مارگریٹا انسائیکلو پیڈیا برٹانی کا اور، کی نبگال کے اجلاس کی کاروائی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مراۃ الاخبار را بد ہ ۱۸۱۸ء موہن رائے نے ۱۸۲۱ء میں نہیں بلکہ مارچ یا ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء میں جاری شائع کیا تھا، جو اردو زبان میں نہیں بلکہ صرف فارسی زبان میں شائع ہوتا تھا۔

اگر یہ مستند ثبوت مل جاتا ہے کہ مراۃ الاخبار ۲۰ اپریل ۱۸۲۲ء میں اردو اور فارسی زبان میں نکلتا تھا تو یقیناً یہ اخبار اردو کا پہلا اخبار کہلائے جانے کا مستحق ہے اس لئے میری تحقیق کے مطابق جام جہاں نما فارسی زبان میں ۶ مئی ۱۸۲۲ء کو اور اردو ضمیمہ ۲۳ مئی ۱۸۲۳ء میں نکلا اور شمس الاخبار نے بھی کلکتہ سے مئی ۱۸۲۳ء کو اردو اور فارسی زبان میں جنم لیا ان دونوں اخباروں میں کس کو فوقیت دی جائے۔ نظر انتخاب تو جام جہاں نما پر پڑتی ہے اس لئے کہ اس کی تاریخ اجرا معین ہے۔ شمس الاخبار کی نہیں۔

جام جہاں نما

جام جہاں نما فارسی اور اردو کا ضمیمہ کب جاری ہوا، اس کو تحقیقی کسوٹی پر پرکھئے۔

جام جہاں نما کی فارسی کی اجراء کی تاریخ مارگریٹا بارنس نے ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء بتائی ہے اور اسی کے نقش قدم پر چل کر تمام مورخین اور ناقدین نے اسی تاریخ کو نقل کیا ہے اور مستند سمجھ کر تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی حالانکہ مارگریٹا خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کو فارسی اخبارات کے فائل دستیاب نہیں ہو سکے۔ ایسی صورت میں مارگریٹا قابل اعتبار نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود کے بجن لال متا

---

[1] انڈین پریس صفحہ ۸۰ [2] ایضاً ص ۲۳۰ [3] منشی پیشوا ص ۳۸

لئے بہت مفید ہو۔ ۱۸۵۰ء میں جام جہاں نما کے فارسی اخبار کی اجراء کی اسی تاریخ ضمیمہ کے اجراء کی حسب ذیل تاریخ بتائی ہے۔

"جام جہاں نما (فارسی) ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء کو جاری ہوا، اور اردو کا ضمیمہ ۲۹ مارچ ۱۸۲۳ء سے جاری ہو کر ۱۸۲۴ء کو بند ہو گیا اور دوبارہ ۱۸۲۵ء میں شائع ہوا۔"

سماجا

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں "جام جہاں نما" کے دس سال کے فائل ہیں ۲۹ دسمبر ۱۹۲۴ء کے فائل کا نمبر ۱۳۳ ہے۔ عام طور پر ہفتہ وار اخبارات کے ایک سال میں ۵۱ ہفتے یعنی نمبر شائع ہوتے ہیں ۱۸۲۳ء اور ۱۸۲۴ء کے ۵۱ کے حساب سے دو سال کے پرچے ایک سو دو ہوتے ہیں باقی رہے ۱۸۲۲ء کے ۳۱ پرچے یعنی ۱۸۲۲ء میں اس اخبار کے ۳۱ پرچے نکلے۔ اگر ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء سے آخر دسمبر ۱۸۲۲ء کے پرچوں کی تعداد کا حساب لگایا جائے کہ کتنے پرچے نکلے تو ۳۸ پرچے نکلنے چاہئیں۔ نکلے ہیں اکتیس تو سات پرچوں یعنی سات ہفتوں کا فرق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے ۱۶ مئی ۱۸۲۲ء کو فارسی کا اخبار شایع ہوا ۲۸ مارچ ۱۸۲۲ء کو نہیں۔

اردو کے اجراء کی تاریخ بھی کے سجن لال صاحب نے صحیح نہیں لکھی اردو کے ضمیمہ کے ۲۹ دسمبر ۱۸۲۳ء کا نمبر ۸۱ ہے ۱۸۲۴ء کے سال کے ۵۱ پرچے نکال کر ۳۰ پرچے ۱۸۲۳ء کے رہ جاتے ہیں ۲۸ مارچ ۱۸۲۳ء سے آخر دسمبر ۱۸۲۳ء تک ۳۸ پرچے حساب سے نکلتے ہیں یہاں آٹھ پرچے زائد ہیں تیس پرچوں کے حساب سے ۲۳ مئی ۱۸۲۳ء کو اردو کے ضمیمہ کے اجراء کی تاریخ نکلتی ہے۔

کے سجن لال صاحب کا یہ اندازہ بھی غلط ہے کہ یہ پرچہ درمیان میں بند ہوا اور بند ہونے کے بعد ۱۸۲۵ء میں جاری ہوا نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کے فارسی کے پرچے کے ساتھ اردو کا ضمیمہ بھی موجود ہے جس کا نمبر ۱۳۳ ہے اس کے تسلسل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پرچہ بند نہیں ہوا تھا

اس کا وجود جوہر بتا رہا ہے کہ وہ ۱۸۲۳ء میں زندہ و سلامت ہے۔

محترم المقام علامہ دتاتریہ کیفی صاحب نے رسالہ اردو اپریل ۱۹۳۵ء میں "اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار" کے عنوان سے تازگی اور سیر حاصل مضمون لکھا ہے جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ایسی مستند دستاویز اس زمانہ میں ملنا مشکل ہے۔ علامہ کیفی نے اس مضمون کے ابتدائی حصہ میں اس اخبار کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:-

"یہ اخبار غالباً مئی ۱۸۲۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ ایک سال بعد یعنی ۱۸۲۳ء میں اس کے ساتھ ایک اردو ضمیمہ بھی نکلنے لگا جو آخر کار ۲۳ جنوری ۱۸۲۴ء کو بند ہو گیا۔"

علامہ موصوف سے یہاں ذرا سی چوک ہوئی اس اخبار کی عمر عزیز ایک سال کی نہیں بلکہ یہ ہونہار بچہ کچھ کم پانچ سال تک زندہ رہا اور ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء میں اس کے انتقال کا سانحہ عظیم ظہور میں آیا۔

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں دسمبر ۱۸۲۳ء ۱۸۲۵ء ۱۸۲۶ء ۱۸۲۷ء اور ۱۸۲۸ء وغیرہ کا مکمل فائل موجود ہے۔ ہر سال کے مسلسل پرچوں میں فارسی کے اخبار کے ساتھ ضمیمہ منسلک ہے ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کے پرچے کے علاوہ آئندہ کی چھ سال کی جلدوں میں کسی پرچہ میں بھی ضمیمہ نہیں ہے۔ ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء اور ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کے پرچوں کی مکمل کیفیت آئندہ کے صفحات میں نقل کی گئی۔ مرقومہ ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کی وہ عبارت جس میں اردو ضمیمہ کے بند کرنے کا اعلان ہے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

"اس لحاظ سے کہ بہترے قدر شناس جنبوں کی لطف گستری سے اس کا غذ نے رونق اور شہرت پائی اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے

اور اہل ہند جنہوں کی زبان ہی فارسی ہے وہ فارسی کی تحریر چاہتے ہیں خاکسار نے مناسب سمجھا کہ آئندہ ہفتہ سے ہندی زبان کے عوض اد زبان فارسی میں لکھا کرے ..... آج تک آٹھ صفحہ فارسی اور اردو کے چار چھپتے ہیں آئندہ سے بارہ صفحے سے چھاپے جائیں گے اور تین روپے ماہواری بدستور بحال رہے گی۔

جام جہاں نما کے درخواست دہندہ ہیری ہروت اور پرنٹر ولیم ہوپ کنگ اور لالہ سدا سکھ جو ایک منشی تھے اس اخبار کے ایڈیٹر تھے[1]

یہ اخبار ہفتہ وار تھا ہر بدھ کو شائع ہوتا تھا۔ نمبرا اسرکلر روڈ کلکتہ سے نکلتا تھا بعد میں کولوٹولہ میں اس کا دفتر ہو گیا تھا۔ چھاپہ خانہ مشین پریس میں چھپتا تھا۔ اس کے سرورق کے دونوں طرف تاج برطانیہ کی تصویر تھی۔ فارسی کا پرچہ ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء تک آٹھ صفحہ پر اردو کے ضمیمہ کے بند ہونے کے بعد بارہ صفحہ پر اور چند سال کے بعد سولہ صفحات پر مشتمل تھا۔ اردو کا پرچہ چار صفحہ پر نکلتا تھا، دو کالمی صفحہ تھا۔ سائز ۳۰×۲۰ فارسی کے پرچے کی ماہانہ دو روپے اور اردو کے پرچہ کا ایک روپیہ ماہانہ چندہ تھا۔ اس اخبار کے خاص ایجنٹ تارا چند کولو ٹولہ والے تھے۔

ابتداء میں یہ اخبار کچھ عرصہ انگریزی تجارتی کوٹھی کی ملکیت رہا اور اسکی کی پالیسی کے ماتحت اور اہتمام میں شایع ہوتا رہا لیکن بعد میں راجہ رنجیت سنگھ کے کے خلاف ایک مضمون لکھنے پر ایسٹ انڈیا کمپنی اس اخبار سے ناراض ہو گئی۔ اور اس سے قطع تعلق کر لیا[2]

فارسی پرچے کے مخصوص عنوانات" تقرر عہدہ بصاحبان اہل قلم" خبر حضرت

---

[1] انڈین پریس ص ۱۲۶ [2] ایضاً

جہاں پناہ مقام شاہ جہاں آباد" خبر بادشاہ والا جاہ اودھ" خبر مہاراجہ رنجیت سنگھ والی لاہور "خبر مہاراجہ ہولکر وغیرہ" تھے۔

ان عنوانات کے ماتحت ان حکومتوں اور حکمرانوں کے روزانہ کی حرکات وسکنات کا ذکر خیر کیا جاتا تھا۔ کیا کھایا کیا پیا۔ کب لیٹے۔ کب بیدار ہوئے۔ کیا حکم جاری ہوئے کس پر عتاب ہوئے کس پر مہربان ہوئے۔ غرض اسی قسم کی خبریں ان عنوانات کے ماتحت درج ہوتی تھیں۔ خبروں کے ساتھ رائے زنی کی جاتی تھی البتہ غیر ممالک کی خبروں میں عام طور سے حالات نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ زیادہ تر جنگ کی خبریں یا معلوماتی خبریں دی جاتی تھیں فارسی کا پرچہ بھاری بھرکم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اردو کا پرچہ معلوم ہوتا ہے کہ بد دلی سے نکالا جا رہا ہے اس میں کوئی شان یا جان نہیں تھی۔ ہندوستان کے مذکورہ دربار و کے حالات کے علاوہ غیر ملکی خبریں خال خال نظر آتی ہیں۔

اس کے عنوانات گوالیار کی خبر۔ لاہور کی خبر۔ پونہ کی جے پور کی خبر وغیرہ جیسے تھے۔ اردو ضمیمہ میں خبروں کا سلسلہ یکم مارچ ۱۸۲۶ء سے بند ہو گیا تھا اور ۲۸ / جون ۱۸۲۶ء کے پرچے سے "پونا پارٹ کے محاربات کی خبر" کے عنوان کے ماتحت فرانس کی لڑائیوں کا ۱۷۶۰ء سے ۱۸۰۳ء تک کا حال ہے جو ۳ / جنوری ۱۸۲۷ء کے پرچے میں ختم ہوا ہے اسکے بعد ۱۷ / جنوری ۱۸۲۷ء تا ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء تک کے پرچوں میں اورنگ زیب کی سلطنت کا حال لکھا گیا ہے۔

یہ خبریں زیادہ تر انگریزی اخباروں اور بعد میں فارسی پرچوں سے اخذ کی جاتی تھیں اور ان کے ترجمے اور اقتباسات "جام جہاں نما" کی زینت بنتے تھے۔

شروع زمانہ میں فارسی اخبارات کی اشاعت بڑی محدود تھی۔ ہر ہفتہ ۲۶ پرچے چھپتے تھے۔ ایک ایک پرچہ اورنگ آباد، رنگون، بنارس۔ فتح پور گوالیار

اردو دو اخبار دہلی اور لکھنؤ جاتے تھے، اس کے علاوہ بنڈیل کھنڈ اور کچھ ہندوستانیوں سمجھ آنا د شاہی لوگوں کا اور کچھ پولیٹیکل ایجنٹوں کی خدمت میں قدم بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے [۱]

چنانچہ اسی زمانہ ۱۸۲۸ء میں لارڈ بنٹنک (Bentink) نے ہندوستانی اخبارات کی اشاعت اور ان کے اثرات معلوم کرنے کی خواہش کی تو مسٹر اے سٹارلنگ نے ۱۸۲۴ء سے ۱۸۲۸ء تک کے حالات وکیفیت سے لارڈ صاحب کو باخبر کیا۔ اور جام جہاں نما کے بارے میں جو رپورٹ دی وہ یہ تھی :-

"یہ اخبار صرف چند انگریزوں کی سرپرستی اور میری (سٹارلنگ) کی وجہ سے چل رہا ہے۔ پبلک نے اس کو چندہ دینا بند کر دیا ہے میں اور چند انگریز اس کے جاری رکھنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اس لئے چندہ دیتے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے ہندوستانیوں میں تعلیم و تربیت اور تحقیقی مادہ پیدا ہو۔ ہندوستانی موجودہ حکومت میں اخبارات پر خرچ کرنے کو فضول خرچی سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے جام جہاں نما کی کوئی مانگ نہیں ہے اور یہ اخبار بکتا بھی نہیں ہے جب کہ پبلک بھی اور حکومت بھی اس اخبار کی مدد نہیں کرتی تھی اس لئے اسکے ایڈیٹر کو اخبار جاری رکھنے کے لئے دوسرے ذرائع کھوجنے پڑتے ہیں۔ جام جہاں نما ہندوستانی اخبارات میں بہترین اخبار ہے لیکن اس کی بھی یہ حالت ہے کہ اس میں اور جنرل میٹر نہیں ہوتا اس کی ہر اشاعت میں چند مضامین اور کلکتہ کے انگریزی اخبارات کے ترجمے ہوتے ہیں کچھ ہندوستانی عدالتوں کے فیصلے اور عدالتوں کی خبریں ہوتی ہیں خبروں کا معیار بلند نہیں ہے اڈیٹر تمام خبریں منتخب کرکے اپنے انداز میں شائع کرتا ہے۔ انگریزی خبریں زیادہ تر بنگال ہرکارہ سے لی جاتی ہیں۔ جام جہاں نما کے صفحات میں نکتہ چینی بھی ہوتی ہے اس کا ایڈیٹر

---

[۱] انڈین پریس ص ۱۸۳۔

تبصرہ کرتے وقت پریس ایکٹ کا خیال رکھتا ہے۔ اور پریس ایکٹ کی زد سے بچ کر لکھتا ہے۔ ہم کو یقین نہیں تھا کہ یہ اخبار زیادہ دن چل سکے گا کیونکہ اس کے مضامین عام فہم نہیں ہوتے اور عام طور پر کلکتہ میں فارسی زبان بھی لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور عوام کو دور حاضر کے حالات معلوم کرنے سے بھی کوئی لگاؤ یا دلچسپی نہیں ہے۔ اور دلچسپی نہ لینے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندوستانیوں کی مالی حالت خراب ہے۔" [۱]

جام جہاں نما کی ابتدائی حالت کو دیکھتے ہوئے کسی کو یقین نہیں تھا کہ یہ اخبار زیادہ دن چل سکے گا اور مارگریٹا نے تو غلط فہمی کی وجہ سے یہاں تک لکھ دیا۔

"اٹھارہویں صدی میں کچھ اخبار فارسی زبان میں نکلے جن کی زندگی مختصر سی تھی جن کو کسی قسم کی بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔"

حالانکہ یہ اخبار ۱۸۷۶ء تک جاری رہا [۲] کیا کسی اخبار کی ۵۵ سالہ زندگی مختصر زندگی کہلائی جا سکتی ہے اور کیا وہ اخبار جس کی زندگی ۵۵ سال ہو اس اخبار کو ناکام اخبار کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ فارسی کا اخبار تھا جو تقریباً اپنے دور کے ہر اخبار کو تبادلہ میں جاتا تھا ہر اخبار اس سے فیض حاصل کرتا تھا۔ اس کے حوالے سے اپنے اخبار میں خبریں نقل کرتا تھا ہندوستان کا ہر رئیس و حاکم کے مطالعہ میں یہ پرچہ رہتا تھا۔ چنانچہ مرزا غالب چودھری عبدالغفور سرور کے خط میں لکھتے ہیں:-

"میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترک سعی کیا ہے آپ بھی فکر نہ کیجئے کہ اگر کہیں سے آپ کے پاس آجائے تو مجھ کو بھیج دیجئے۔"

اس کے علاوہ ہندوستان کے ہر بڑے شہر میں اس اخبار کے نمائندے تھے۔ جو خطوط کے ذریعہ خبریں بھیجتے تھے۔ درباروں اور انگریزی ایجنٹوں کے دفتروں میں بھی اس اخبار کا تعلق تھا۔ سرکار اودھ اور دوسری ریاستوں کے

---

[۱] انڈین پریس ص ۱۸۲ [۲] نصرت الاخبار دہلی یکم اگست ۱۸۷۶ء

طرزِ حکومت پر بھی سنجیدگی کے ساتھ رائے زنی کرتا تھا سرکاری اور غیر سرکاری علمی طبقہ میں یہ پرچہ وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور اس کی رائے کو مستند مانا جاتا تھا۔

آئیے اکبر شاہ ثانی کے دربار ۱۸۲۶ء کی عید کا سماں ملاحظہ کیجئے اور فارسی اخبار کی نگارش کا اندازہ لگائیے۔

"بذریعہ کاغذ وقائع کہ مرقوم ہشتم ماہ مئی رسیدہ چناں پیرایہ انکشاف یافت کہ بہنجم نصف النہار خود بدولت بسواری تخت ہوا و از جانب جامع مسجد متوجہ گردیدند سرداران پیادہ اہتمام کناں و غربا مساکین بدعا عمر و دولت شاہی رطب اللسان بودند بعد زیارت آثار شریف یکیک طرفہ گلہا از تبرکات بمرشد زادہ و امیران بخشیدہ با جماعت خواہ پیش امام بعطائے خلعت سہ پارچہ و یک قبضہ شمشیر سرفراز فرمودہ داخل قلعہ مبارک شدند حسب ضابطہ از توپخانہ انگریزی شلک سلامی بتعدیہ سر سد و شب پس از نماز تراویح بتقریب ختم قرآن مرزا محمود شاہ پسر مرزا بابر خلعت بمرزا موصوف و حافظان و غیرہ عنایت گردید سواری جانب عیدگاہ متوجہ گشت مسٹر تھامس بہادر منصل نقارخانہ با سرداران شرف اندوز مجرا شدند در خیمہ عیدگاہ بعد ادائے نماز خلعت بہ پیش امام مرحمت شد و آنجا سوار شدہ در دیوان خاص تخت طاؤس را بورود و مقدم قدسی زیب و زینت بخشید اول مرزا ابو ظفر و مرزا بابر و مرزا سلیم بیگ اشرفی پنج پنج روپیہ و باز مسٹر تھامس صاحب یکصد و یک اشرفی از طرف نواب مستطاب معلے القاب گورنر جنرل بہادر و بست یک از طرف منتظم الدولہ سر چارلس متکیف صاحب بحضور انور، و پنج اشرفی

بجناب مرزا ولی عہد و واشرفی برائے نواب ممتاز محل صاحبہ از جانب منظم الدولہ بہادر بیٹی کشنر و لپس از آں گرانٹ صاحب و واکٹر لدر و صاحب و تمامی سرداران و امیران مطابق دستور نذر گذرانیدند"

ہر دور کا اخبار اپنے زمانہ کی یادگار ہوتا ہے اور تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے عہد کے حالات کا نقشہ کھینچتا ہے۔ ۱۸۲۰ء کا ابتدائی زمانہ ہے جب کہ مغلیہ خاندان زوال کے آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے۔ ہندوستان کا بہت بڑا حصہ انگریزوں کے قبضہ میں جا چکا ہے۔ معمولی سا حصہ برائے نام ریاستوں اور دہلی کے نام نہاد بادشاہوں کے قبضہ میں ہے نواب و راجگان کو رعایا سے کوئی تعلق اور محبت نہیں ہے اور بادشاہ و نواب و راجہ عیش و عشرت میں بدمست ہو چکے ہیں حکمرانی کے مقدس اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اوباشوں اور عیاشوں جیسی زندگی گذار رہے ہیں۔ طوائفیں مثلاً طائیں دلال نقال اور بھانڈ قسم کے لوگ دربار کی زینت اور شان بنے ہوئے ہیں۔ انگریزوں کی جوتیاں اٹھانا، ان کے اشارہ پر چلنا ان کو خوشامدانہ دعوتیں کھلانا ان کا شیوہ بن گیا ہے خاندانی سلطنت کی مٹی پلید کر رہے ہیں۔ اس دور کے اخبارات کے اوراق ایسے واقعات سے پُر ہیں ہر صفحہ ان کے حالات پر ماتم کرتا اور شرمناک داستان بیان کرتا ہے۔

مغلیہ دور کے آخری بادشاہ ظفر شاہ کے والد معظم اکبر شاہ ثانی کی سیرت و کردار کا نقشہ جام جہاں نما یکم اکتوبر ۱۸۲۵ء نمبر (۲۱) اردو ضمیمہ کے سطور اس طرح کھینچتے ہیں "شاہ جہاں آباد کی خبر:۔ پھول والوں کے میلے کی تقریب سے جب حضرت جہاں پناہ قطب صاحب کی درگاہ میں رونق افروز ہوئے تھے۔ اکثر سواری جھولنے پر جاتی تھی، حضرت راگ سنتے اور زنانے بند و بست میں نہانے کا تماشہ دیکھتے، خواصیں کس کس خوبی سے آپس میں جھپٹی لڑتیاں اور جھنڈ کے جھنڈ باہم لپٹ

کر کنارے سے پانی میں گر پڑتیاں کوئی مسکرا کے بالوں کو نچوڑتی کوئی شرما کر انگیا مروڑتی، ایک ایک کر کی کرتی چاک کرتی، دوسری شرم سے انگلی دانتوں میں پکڑتی۔ کوئی پکارتی "بوا بہاؤ میں نہ جاؤ وہاں بڑا زور ہے کوئی للکارتی دوگانہ چڑھاؤ۔ بڑاؤ دیکھو تو کیا توڑتی ہی غرض ان پری پیکروں کی چھیڑ چھاڑ اور آپس میں اختلاط کی مار دھاڑ جنہوں نے دیکھی وہی جانتے ہیں لکھنے سے کیا فائدہ۔ سننے والے کب پسیج جائیں گے"

لکھنؤ کے دربار میں پہنچئے وہاں کے حضور کا حکم اور فرمان سنئے۔ ۲۳ مارچ ۱۸۲۵ء کا اخبار وہ فرمان سناتا ہے :۔

"ایک دن مسیتا بیگ کوتوال کو حکم دیا کہ جتنی لونڈیاں شہر میں بکیں انہیں حضور کی ڈیوڑھی پر حاضر کیا کرو"

یہی اخبار دوسری خبر سناتا ہے :۔

"مرزا محمد تقی خاں آغا نصیر کے بھائی جو ناراض ہو کر کانپور کی طرف روانہ ہوئے الٰہی جان ان کی طوائف چالیس رنڈیوں کے ساتھ گیروے کپڑے پہنے اور علم ہاتھ میں اٹھا کر حضرت عباسؑ کی درگاہ کو گئی"

۲۵ اکتوبر ۱۸۲۶ء میں تیسری خبر درج ہے۔

"ایک عرضی پہنچی کہ احسان علی بردہ فروش چار کنیز لایا ہے۔ اور اس نے آٹھ کنیزیں مرزا مسیتا بیگ کوتوال کو بھیجیں تھیں وہ بھی دردولت پر حاضر ہے ارشاد ہوا کہ انہیں احسان علی کے پاس روانہ کردو جو کنیزیں کوتوال کے پاس آئی تھیں ان میں تین بہت چھوٹی عمر کی تھیں ان کو مسترد کر دیا گیا۔

اب ذرا تکلیف فرما کر پھر شاہجہاں آباد کے دربار میں آجائیے جو عرضی اس دربار میں پیش ہوئی ہے یہی اخبار اس کی عبارت سنا دیتا ہے۔

"چھٹویں تاریخ عرضی سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی مرزا بابر کے محل سے نظر سے گذری اس میں لکھا تھا کہ مرزا محمد خاں میرے باپ ناخوش ہو کر نظام الدین کی درگاہ میں گئے تھے وہاں کپڑے پھاڑ کر فقیری کے ارادے سے چراغ دہلی کی طرف گئے میں نے اپنے بھائی مرزا حیدر بخش کو سمجھانے کے لئے بھیجا تھا۔ میرے باپ نے انکار کیا نہیں مانا امید وار ہوں کہ میرے باپ کو خلعت کیجئے نہیں تو میں بھی فقیر ہو جاؤنگی"۔

بادشاہوں کا دستور رہا ہے کہ وہ فقیروں کو کسی صورت میں جھڑکتے نہیں تھے۔ بلکہ ان سے عقیدت رکھتے تھے اور دعا کے طالب ہوتے تھے اور ان کی نصیحتوں پر عمل کرتے تھے۔ مگر نواب لکھنؤ نے اس کے برعکس ایک فقیر کی نصیحت پر لکھنؤ کے عام فقیروں کو قید ہی نہیں کیا بلکہ اذیتیں پہنچائیں ۲۲ فروری ۱۸۲۶ء کی اشاعت میں ہے۔

" لکھنؤ کی خبر:۔ ایک دن سواری حضور کی سیر کے لئے جاتی تھی۔ ہندو فقیر نے دعا کی ارشاد ہوا کہ ایک ہزار روپیہ بھنڈارے کے واسطے دیا جائے اسی وقت ایک مسلمان فقیر نے پکار کر کہا کہ بادشاہ بیگم نے آٹھ دن سے کچھ نہیں کھایا حضرت اس کی خبر نہیں رکھتے حکم ہوا کہ فقیر کو ساتھ لاؤ بارگاہ خسروی میں داخل ہوا اس فقیر کے قید رکھنے کی پروانگی ہوئی ان دنوں شہر میں قدغن ہے کہ دیوانے فقیر کوچہ بازار میں بیہودہ کلمات کہنے نہ پائیں گدا پکار کر بھیک نہ مانگے آہستہ سوال کیا کریں وعصا بردار کی زبانی کوتوال کو حکم صادر ہوا کہ ہوشیاری کرے کوچہ گرد دیوانے فقیروں کو شہر سے نکال دے اور امرت لال سے ارشاد ہوا کہ فقیر جینی بازار میں اس کے سوا

جا بجا سواری کے وقت سوال کرتے ہیں جیسی بازار کا تندار کو قید کرو چنانچہ بعضے بعضے فقیر بھی قید ہوئے اور یہ حکم ہوا کہ دو فقیروں کے پیر میں بیڑی ڈال کر سپاہیوں کی حوالات میں سرراہ بٹھادو کہ اور بے ادب فقیروں کو عبرت ہو۔"

کتنے دلچسپ یہ نواب تھے کیسی کیسی معمولی باتوں پر دلچسپ حرکتیں کر بیٹھتے تھے عقیدے کے خلاف یا مرضی کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے اور انوکھی سزا کا حکم فرمادیتے تھے۔ ایک نرالی سزا کا جام جہاں نما ۳ اگست ۱۸۲۵ء دلچسپ انداز سے ذکر کرتا ہے۔

"لکھنؤ کی خبر۔۔۔۔ تس پیچھے خدمت گاروں کو غیر حاضری کی علت سے پچیس پچیس تازیانے کی سزا کا حکم صادر ہوا اور خود بدولت محل سے تشریف لائے دیکھا کہ غلام حیدر رسالار بخش مردھے کا بیٹا سولہ آدمیوں کے ساتھ بطور سنیوں کے جماعت کی نماز پڑھا رہا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ایک تلنگہ تعین رہے ان سبھوں سے تمام دن یوں ہی نماز پڑھاوے ایک ساعت کی مہلت نہ دے اور طبورسالا بخی کو جو سولہویں تاریخ کو قید ہوا تھا روبرو بلوایا ایک شالی رومال بخشا ۲۵ روپے انعام دئے۔ پھر چھوڑ دیا۔۔۔۔ امرت لال سے ارشاد ہوا کہ غلام حیدر وغیرہ سولہ آدمی پھر نماز پڑھانے کے واسطے سزا اول سے دو دو روپے جرمانہ تلنگہ برخاست کر و امرت لال اسی دم جرمانے کے روپے روبرو لایا تب حضرت نے فرمایا کہ روپے پھیر دو ان لوگوں سے کہو کہ ان روپیہ کا کھانا پکوا کر حضور میں گذارنیں۔

دنیا بھر کے جرمانے آپ نے سنے ہوں گے۔ لیکن ایسا احمقانہ جرمانہ کہیں نہیں سُنا

ہوگا اور نہ دیکھا ہوگا وہ بھی جرمانہ لکھنؤ کے دربار میں رائج تھا۔ ۲۹ دسمبر ۱۸۲۴ء کا اخبار روایت کرتا ہے:۔

لکھنؤ کی خبر:۔ غلام حسین داروغہ کو حضرت بادشاہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ للو مل مودی اور چمن لال مشرف باورچیخانے کا مقید ہو آخران دونوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا اور اپنی غفلت پر نادم ہوئے اور پانچہزار روپے "احمقانے" کے گذرانے بادشاہ خطا بخش نے خطا معاف فرمائی"

ایک دلچسپ جرم کی دلچسپ سزا کی خبر سے ۲۲ فروری ۱۸۲۶ء کا اخبار معطر ہے:۔

لکھنؤ کی خبر۔ ایک دن امرت لال سے ارشاد ہوا کہ لوگ رفع حاجت کے لئے حضور کے رمنے میں جاتے ہیں کوئی منع نہیں کرتا رمنے کے چوکیداروں کو قدغن ہو کوئی رمنے میں رفع حاجت کو نجاوے۔ اور جو کوئی حکم نہ مانے غریب سوا روپیہ اور متمول پچیس روپے جرمانہ دیکر مخلصی پاوے"

تنزل کے زمانے میں خیالات وحالات بدل جاتے ہیں اور انسان برائیوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کیسا ہی زمانہ کیوں نہ ہو خاندانی خون عادت و اطوار اپنا رنگ ضرور دکھاتے ہیں کبھی نہ کبھی بے انصافی کو محسوس کرتے ہیں چنانچہ ایسا واقعہ بھی اس اخبار ۲۰ اپریل ۱۸۲۵ء کے اوراق میں نظر پڑتا ہے۔

"لکھنؤ کی خبر:۔ شعبان کی تیسری تاریخ حضرت جہاں پناہ کی حضور میں اطلاع آئی کہ نواب رکن الدولہ بہادر نے مکارم نگر کے رہنے والے بنیوں کے گھر زبردستی سے لے لئے ہیں وہاں باغ بنادیں گے۔ زبانی چوبدار کے حکم صادر ہوا کہ باغ کی تیاری موقوف پہلے بنیوں کا راضی نامہ داخل کرو"

رعایا پر کوئی خاص مصیبت آتی تھی تو یہ بگڑے ہوئے نواب و بادشاہ

اپنی خاندانی وضع کو نہیں چھوڑتے تھے ان کا خزانہ خالی ہو جاتا تھا۔

جب ۱۸۳۷ء میں قحط پڑا کھیتی کم ہوئی اور غلہ گراں ہو گیا اور بقول یکم فروری ۱۸۳۸ء کی اشاعت کے یہ حالت ہو گئی :-

" لکھنؤ کی خبر :- عرض ہوئی کہ شہر میں غلہ بہت گراں ہو گیا۔ تیرہ سیر گیہوں بارہ سیر چاول ناکارہ بڑی خرابی سے ایک روپیہ کو میسر آتے ہیں ... "

اس خبر پر اس اخبار کا اڈیٹر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے بادشاہ کی دریا دلی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے :-

" انعامات کا کیا لکھا جائے ہر روز محتاجوں اور فقیروں کو روپے کپڑے بٹتے ہیں فصلی میوہ شہر اور بیرون جات کے باغات کا بادشاہی چاکروں کو تقسیم کیا جاتا ہے "

دہلی کا بادشاہ اکبر شاہ بھی آل رسول ؐ سے محبت کرنے اور علماء کی مالی اعانت کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے علماء اور ان کے خاندان کی پرورش فرماتے تھے۔ فارسی اخبار ۲ ستمبر ۱۸۲۶ء کا رقم طراز ہے :-

" خبر حضرت جہاں پناہ مقام شاہجہان آباد حضرت ہر شب کتب مرثیہ بتقریب عشرہ سنتے ہیں ۲۱ اگست کو مولوی رشید الدین خاں تشریف لائے خود بدولت تسبیح خانہ میں رونق افروز تھے۔ احادیث کا درس سننے کے بعد آٹھ اشرفی مولوی رشید الدین خاں کو دی اور ایک سو روپیہ مولوی عبد العزیز مغفور کے لواحقین کو حوالہ کیا "

لکھنؤ کے بادشاہ یا نواب کے اس دور میں کیا اختیارات تھے اور ان کی انگریزوں کے مقابلہ میں کیا پوزیشن تھی اس کا اندازہ آپ ۱۸۳۷ء کے عہد نامہ سے لگائیے۔ جو بادشاہ اودھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے مابین ہوا تھا۔ اس عہد نامہ کا ترجمہ ۱۷ مئی ۱۸۳۷ء کے جام جہاں نما میں شائع ہوا ہے۔

" [illegible] دفعہ ۱۱ اودھ کے بادشاہ اور کمپنی انگریزی بہادر سرکار سے [illegible]

صلح اور دوستی رہے گی۔"

(دوسری دفعہ) جس طرح کا دعویٰ آشام اور اس کے توابع ملک پر آوے کا بادشاہ رکھتا تھا وے سب دعوے اس عہد نامے کے وسیلے سے اوسے کے بادشاہ نے چھوڑ دیئے اور آئندہ کبھی اودھ کے بادشاہ کو اس ملک سے کسو طرح کا علاقہ نہ رہے گا۔ اور کچھار اور جینتی پور کی باب میں بھی کہ وہ ملک آشام سے ملا ہوا ہے .... اور منی پور کے مقدمہ میں ایسا قرار پایا کہ جو گمبھیر سنگھ کو منی پور کے راج کا انتظام منظور ہوا او دھ کے بادشاہ کی طرف سے ہرگز مزاحمت نہ ہوگی۔ بلکہ اقتدار اس کا اس راج کے بیچ پذیر ہوگا۔"

(تیسری دفعہ) اس واسطے کہ سرحد سیوانے کے فساد سے دونوں ریاست میں قضیہ کھیڑا نہ ہو خاص اراکان اور رامڑی اور چڈویا اور سانڈوے اراکان کے ملک سے کمپنی انگریز بہادر کے اختیار میں آیا، اودھ کے بادشاہ کا دعویٰ ان جگہوں سے جاتا رہا اور پہاڑ ارکان کا دونوں طرف کے ملک کے بیچ سیوانہ ٹھہرا۔ اور درصورتیکہ آئندہ کسو طرح کا جھگڑا سرحد سیوانے کا درپیش ہو اس کے لئے یہ قرار پایا کہ دونوں سرکار سے کمشنر مقرر ہوں ان کا فیصلہ طرفین کو قبول اور منظور ہوگا۔"

(چوتھی دفعہ) اس واسطے اودھ کے بادشاہ کو ہمیشہ موافقت اور اتحاد کمپنی انگریز بہادر کے ساتھ منظور ہے جو کچھ کمپنی انگریز بہادر کی سرکار کا اس محاربے میں خرچ ہوا ہے منجملہ اس کے اودھ بادشاہ نے ایک کروڑ روپیہ نقد دینا قبول کیا۔

(پانچویں دفعہ) اودھ کے بادشاہ نے اے اور ٹپا اور مرگولی اور تانا سرم

کا ملک سب جزیروں سمیت جو اس ملک کے تابع تھے کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں حوالے کیا اور سلو بن کی ندی تک سیوانہ ٹھہرا جو کبھی سرحد کی بابت کچھ تفضیہ ہو تو وہی جو تیسری دفعہ میں مندرج ہے جاری رہے گا
چھٹویں دفعہ:۔ طرفین کی رعایا سے جن لوگوں نے اس محاربے میں دوسری طرف کی مدد کی ہیں اس قصور کی علت سے اپنے ملک کے والی کی حضور میں کسی طرح ماخوذ نہ ہوں گے۔
ساتویں دفعہ.... کمپنی انگریز بہادر کا ریزیڈنٹ اوہ میں اور اوہ کے بادشاہ کا وکیل کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں پچاس پچاس سپاہی سے حاضر رہے گا اور ان دونوں کو اختیار حاصل ہے کہ اپنے رہنے کے واسطے مکان طیار کریں او ر دونوں ریاست کی تجارت کی شرطیں اس طرح کہ جس میں دونوں ریاست کو نفع برابر ہو انہیں دو وکیلوں کے واسطے سے انفصال پاویں گی۔
آٹھویں دفعہ:۔ دونو ریاست یا دونو ریاست کی رعایا کے بیچ میں جو معاملات لین دین کے اس محاربے سے پیشتر تھے کچھ ہرج اور فتور واقع نہ ہوگا۔ بلکہ ان معاملات کی تجویز محاربے سے پہلے جو دستور مروج تھا۔ اسی کے مطابق عمل میں آوے گی۔ کوئی شخص اس محاربے کے حیلے سے اپنے ذمے کے دین ادا کرنے میں کسی کا عذر یا کچھ تخفیف نہ کرسکے گا۔ اور سب ریاستوں کے مروجہ دستور موافق اس عہدنامے میں لکھا گیا کہ جس وقت کوئی طرفین کی رعایا سے دوسرے ملک میں مرے اور اس کا وارث وہاں نہ ہو تو مال اس کا تمام وکمال اس ریاست کے وکیل کو سپرد کیا جاوے گا۔

نویں دفعہ :۔ برما کے جہاز کے محصول کی معافی کا ذکر ہے۔
دسویں دفعہ :۔ سیام دیس کے بادشاہ بھی کہ کمپنی انگریز بہادر کے اعتمادی دوست ہیں اور اس لڑائی میں کمپنی سرکار کے شریک تھے۔ اس عہدنامے میں شریک اور داخل ہوئے۔
گیارھویں دفعہ :۔ اس عہدنامہ پر اودھ کے بادشاہ کے وزرا دستخط اپنے کریں گے اور اس عہدنامے کے ساتھ کمپنی انگریز بہادر کی طرف کے امیروں کو کمپنی سرکار کے کمشنر کو سپرد کریں گے اور کمپنی انگریز بہادر کی طرف کے کمشنروں نے اقرار کیا کہ اس عہدنامے پر نواب گورنر جنرل کے دستخط مزین ہوں گے اور اور یہ عہدنامہ چار مہینے کے عرصہ میں بادشاہ کے پاس پہنچے گا اور برہما سلطنت کے قیدی جو کمپنی انگریز بہادر کی سرکار میں ہیں مخلصی پا کر اودہ کو جاویں گے۔"

اس دور میں سردار رنجیت سنگھ اور بادشاہوں کے مقابلہ میں اچھا بادشاہ تھا اور اس کے پاس علاقہ بھی بڑا تھا جس پر وہ قابض تھا۔ حکومت نئی تھی اس لیے حکمرانی کا طریقہ بھی اوروں کے مقابلہ میں بہتر تھا۔ سردار رنجیت سنگھ کی حکومت کے زمانہ کا ایک تاریخی اور انقلابی واقعہ ۳ اگست ۱۸۲۵ء کے اخبار میں درج ہے :۔
لاہور کی خبر:۔ جیت سنگھ لاہور کے قلعہ دار سے (مہاراجہ رنجیت سنگھ نے) فرمایا کہ شہر کے بنئے کس سبب سے قید ہوئے۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے غلے کا نرخ بہت گھٹا دیا تھا اور دن بدن کم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دن غلہ کی خرید فروش میں رعایا سے تلوار چلی بھی چار آدمی زخمی ہوئے۔ میں نے جو تحقیق کیا تو خریدار بے قصور تھے۔ غریبوں کو کھانے کے لئے اناج نہ ملتا تھا۔ میں اپنے جی میں سوچا کہ ابھی کوئی آفت نہیں آئی کہ جس سے اناج اتنا مہنگا ہو کہ تلاش سے نہ ملے مگر یہ بدذاتی بنیوں کی ہے کہ اپنے فائدے

کے واسطے کوٹھے بند کر رکھے ہیں، اس واسطے چشم نمائی مزدور ہوئی چودھریوں کو قید کیا اور کہہ دیا کہ واجبی نرخ سے ناج بیچا کرو۔"

قدیم زمانے کے انسانیت سوز طریقے بھی اس زمانہ میں جاری تھے۔ خاص طور پر بیوہ عورتوں کا خاوند کے ساتھ ستی ہونا۔ یہ دل ہلانے والے واقعات اس زمانہ کی تاریخ سے وابستہ ہیں اور اس دور کے اخبار میں اس قسم کے واقعات نظر پڑتے ہیں۔ چند واقعات اسی قسم کے جو جام جہاں نما میں ہیں پڑھئے۔ پہلا واقعہ ۲ فروری ۱۸۲۵ء اور دوسرا واقعہ ۹ مارچ ۱۸۲۵ء کے پرچوں میں درج ہے۔

(۱) "ستی کی خبر نیپال کے کاغذ سے سمجھا گیا کہ بھیم سین جو اس راج کا مختار تھا اس کا بھتیجا وزیر سین پالیا کی طرف گیا تھا وہ مرگیا دونوں جوروان اس کی لاش کے ساتھ جل گئیں، اور اچنبھے کی بات ہے کہ تین لونڈیوں نے بھی ان کے ساتھ اپنے جسم کو جلا دیا۔ ایک انوکھی خبر یہ بھی لکھی ہے کہ نیپال میں ایک شخص کی جورو نے اپنے کل کی لاج چھوڑ کر کسی غیر کے ساتھ میل میل کیا تھا جب اس کے شوہر نے جانا کہ عورت بدچلن ہوگئی ہے۔ اس کے یار کو مار ڈالا وہ عورت کہ برسوں سے اپنے یار کی محبت کی آگ سے جل بھن رہی تھی اس کی لاش سے لپٹ کر ایسی بے دھڑک آگ میں گھسی کہ راکھ کے سوا اس کے بدن سے کچھ نشان نہ رہا۔"

(۲) اخبار کے کاغذ میں دیکھا گیا کہ برہان پور کے ملک میں جو دکھن کے علاقہ میں ہے ایک برہمن رہتا تھا اتفاقات سے وہ ایک دن کسو کام کے واسطے ایک جنگلے میں جا نکلا اس کو اکیلا دیکھ کر ایک باگھ کئی دن کا بھوکا جو اپنی کھل میں پڑا ہوا تھا ایک بارگی بجلی کی طرح تڑپ کر اس دکھیا برہمن پر گرا حقیقت میں چنڈال غریب برہمن کے خون کا پیاسا تھا اپنا کام کر گیا۔ یہ خبر برہمن کے گھر پہنچی لوگ لاش کو جنگل سے اٹھالائے ان کی بڈھی جورو نے بہتر برس کی عمر میں کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کی طاقت نہیں رکھتی تھی کیا ہی مردانہ

کلام کیا کہ اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جل کر راکھ ہو گئی جس وقت وہ ستی ہونے چلی۔ خلق اللہ کا ہجوم تھا سر کے پر پیٹتے ہوئے اس نے پکار کر یہ کہا کہ اس برس تنگی پڑے گی اور بیماری بہت بڑھے گی۔"

تباہی اپنے ہاتھوں سے آتی ہے، عزیزوں کا دخل بہت کم ہوتا ہے۔ گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے کے مصداق ایک غدار وطن کا واقعہ بھی اسی اخبار ۱۲ مارچ ۱۸۲۵ء میں پڑھئے۔ ایک محب وطن کو دشمن کے قبضہ میں کس طرح دیا گیا۔

"گنگا دھر گھونسلہ کی گرفتاری کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ سے معلوم ہوا کہ گنگا دھر گھونسلہ آپا جمنا گھونسلہ کا چھوٹا بھائی اِن دنوں بدون سعی و تلاش کے سرکار کمپنی کے کار پردازان کی حضور میں گرفتار ہوا بیان اس کا یہ ہے کہ گنگا دھر فقیر کے بھیس میں جس جگہ سے کہ وہاں تھا تیرتھ یاترا کو نکلا اور پکھر کے چھپتر میں جو اجمیر کے نزدیک ہے نہانے کے واسطے آیا۔ ایک جاسوس کو اس حال پر اطلاع ہوئی اس نے اجمیر کے مختار صاحب کو خبر پہنچائی کہ جمنا گھونسلے کا بھائی اس روپ سے پھکر میں آیا ہے مختار صاحب نے جھٹ پٹ گنگا دھر کو گرفتار کیا اور جنرل اکڑلونی صاحب کے پاس بجے پور میں بھیج دیا۔ جنرل صاحب نے اس کو شاہجہان آباد کے ایجنٹ صاحب کی خدمت میں روانہ کیا اور لکھا کہ بہت احتیاط سے نظر بند رکھو۔"

گوالیار کے دربار کا بھی ایک مقدمہ ۱۸ جنوری ۱۸۲۶ء کے پرچہ کی زبانی سنئے۔

"گوالیار کی خبر اخبار کے دیکھنے سے دریافت ہوا کہ ایک دن مند و راؤ مہاراجہ سندھیا بہادر سے عرض کیا۔ کل رات کے وقت میرے طویلے میں چور آئے تھے دو گھوڑے کچھ اسباب لے گئے رہتری کے گانو تک سُم کا نشان پایا گیا آگے سراغ نہیں ملتا ایک ہرکارہ وہاں تعین ہے مہاراجہ نے کوتوال سے فرمایا کہ اس گانو میں جاکر زمیندار سے تحقیقات کرو یا گھوڑوں کے نشان کریں یا سُم کا نشان اس گانو کے آگے دکھلادیں

آخر کوتوال نے وہاں جاکر خوب تحقیقات کی کچھ ٹھکانہ نہ لگا کوتوال صرف شبہ پر نو
آسامی اس گانو کی پکڑ کر حضور میں لایا اور اس نے حضور سے یہ عرض کیا کہ اس
گانو والوں کے سوا کسو پر شبہ نہیں ہوتا میں نو آسامیاں گرفتار کرلایا ہوں۔ پر وے سب
یہ کہتے ہیں کہ سراغ نہیں بتلا سکتے۔ حکم ہوا کہ بالفعل سب کو قید میں رکھو؛

خبروں کا رنگ آپ نے دیکھ لیا اب منشی سدا سکھ کا ادبی رنگ اور عبارت آرائی
بھی ۲ رفروری ۱۸۲۵ء کے اخبار میں ملاحظہ کیجئے۔ مست ہاتھی بے قبضہ ہو کر کیا جو ہر دکھاتا
ہے۔

"مست ہاتھی کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ میں لکھا ہوا ہے کہ پچھلے دنوں ایسا اتفاق
ہوا کہ ایک دن راجہ گائیکوار بڑودھ کے حاکم کا فیل بان ایک متوالے ہاتھی کو شکار
گاہ کی طرف لیجا رہا تھا۔ ہاتھی ایسا بپھرا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا جتنا کچھ مہاوت
اس کے سر پر آنکس مارتا اور چرخیوں پر کلہاڑیاں پڑتیں وہ بھوت ہوتا جاتا تھا
آخر اس نے پاں اور چرخی کو کچھ نہ مانا اور جنگل کی راہ چھوڑ کر ایسا سٹپٹایا کہ مہاوت
کی بس میں نہ رہا اور سونڈ پھنکارتا ہوا ایک گاؤں میں گھسا، وہ کیا گاؤں میں گیا ہاتھی
کی شکل میں خدا کا قہر نازل ہوا سونڈ کے تھپیڑوں سے چھپروں کا نشان باقی نہ رہا
اور دانتوں کی ہولوں سے دیواریں مٹی میں مل گئیں۔ ماتھے کی ٹکروں سے
بڑے بڑے پرانے درخت جڑ سے اوکھڑ پڑے جس وقت وہ کان ہلاتا آندھی
سی آجاتی لوگ قیاس کرتے کہ شاید پہاڑ کا در اچٹ گیا ہے اس کی آواز سنی ساروں نے لپکے
جھپکے کوہ قاف میں چھپ گئے اور سب قسم کے چوپائے جو سونڈ کی لپیٹ میں آئے پھر نکلنے نہ پائے
جب پیٹ پانی نکال زمین میں چھڑکتا معلوم ہوتا کہ ساون بھادوں کی کالی گھٹا برستی
ہے۔ چنگھاڑ سے سمجھا جاتا تھا کہ آسمان پر بجلی کڑکتی ہے جگہ جگہ اس گاؤں میں لاتوں کی
ٹھوکروں سے ایسے غار پڑ گئے اور زمیں سے پانی نکل آیا کہ عوج بن عنق بھی جو اس میں

عزو کھاوے تو قیامت تک پھر سر نہ اٹھائے تین دن تک ایسی آفت اس لکھنؤ میں مچی کہ وہاں کے رہنے والوں کو جان بچانی مشکل ہوئی اپنے گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے عجب مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے کہ ایسے خونخوار دیو سے کدھر بھاگیں بازار کی دوکانوں میں جو کچھ کھانے کا اسباب اکٹھا تھا ایسا خاک دھول میں مل گیا کہ پھر پہچانا نہ گیا چھ آدمی بھی پس کر مر گئے اور جنھوں کے ہاتھ پیر ٹوٹے ان کا شمار نہیں خدا نے خیر کی کہ وہ ہاتھی بڑے دھا کے شہر میں نہ چھوٹا نہیں تو شہر کو غارت کرتا قیاس میں آتا ہی کہ یہ ہاتھی راجہ پرسہ بٹکھ کے ہاتھی کی نسل سے ہوگا جس کی ہجو میں مرزا سودا نے قصیدہ کہا ہے۔"

اس اخبار کے کسی بھی پرچہ میں غزل یا نظم نظر نہیں پڑی بڑی تلاش کے بعد ۱۸ اپریل ۱۸۲۷ء نمبر ۱۰۲ کے پرچہ میں ایک انگریز بہادر مسٹر ڈکاستا کی غزل دکھائی دی فرماتے ہیں ؎

کل ہم تمہارے کوچہ میں آئے چلے گئے — ہی ہی ہزار اشک بہائے چلے گئے
ہم ہیں فقط دل جو گنوانے ہیں ورنہ سب — آکر جہاں میں کچھ تو کمائے چلے گئے

کل اس پری کی بزم میں سب مل کے برملا
تیری غزل ڈکاستا گائے چلے گئے

یہ اردو ضمیمہ کے اقتباسات تھے اب ایک اقتباس فارسی اخبار کا ملاحظہ کیجئے۔ اس کے بعد "جام جہاں نما" کے پرچوں کی نقل پیش کی جائے گی تاکہ آپ پرچے کی ترتیب کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

۲۱ جون ۱۸۲۶ء کے اخبار میں ایک پریس کی فروختگی کا اشتہار ہے :-

" سہ قسم حروف فارسی و یک قسم حروف عربی از چھاپہ خانہ مشین پریس محمد مرزا پور سٹرک بیٹھک خانہ بفروش خواہد رسید صاحبانی را گر فتن منظور باشد در چھاپہ خانہ مذکورہ رسیدہ بود ملاحظہ ... قیمت خرید نمائند۔"

۲۹ اکتوبر ۱۸۳۵ء کے جام جہاں نما میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک اہم فیصلہ کیا ہے۔ اس کا اردو میں ہی مقصد سمجھ لیجئے۔

"ہندوستان کے عوام و خواص میں فارسی زبان مقبول نہیں ہے اس لئے یکم اکتوبر ۱۸۳۵ء سے کچہری و کلکٹری میں یہ زبان موقوف کی جاتی ہے آئندہ رو بکاری وغیرہ کاغذات علاقہ کچہری و کلکٹری ہندوستان بزبان سلیس اردو ہندی حروف فارسی زبان میں لکھے جائیں لیکن علاقہ بنڈھیل کھنڈ اور اس ضلع کی طرح اور جگہ دیب ناگری جاری ہو۔"

یہ اخبار بھی حکومت کے نزدیک سماچار درپن سے کم مقبول اور با اثر نہ تھا اس کے اڈیٹر نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ممبران کونسل میں جام جہاں نما کے محصول ڈاک کے کم کرنے کے لئے ایک درخواست دی ۲۲ نومبر ۱۸۲۶ کے فارسی کے اخبار میں اس کی منظوری کا ذکر ہے کہ "حکم صادر ہوا کہ ہر لفافہ اخبار جام جہاں نما کلکتہ سے ہر ضلع میں جانے تو اس سے ۲۰ راکتوبر ۱۸۲۶ء سے چار حصہ محصول ڈاک لیا جائے یعنی ہر ضلع میں جو لوگ آٹھ آنے محصول دیتے تھے وہ اب دو آنے دیں۔"

جام جہاں نما کے دو نمبر نقل کئے جاتے ہیں تاکہ آپ کے سامنے اخبار کی حیثیت اور ترتیب آجائے کہ کس طرح اخبار کو مرتب کیا جاتا تھا۔

جام جہاں نما

اردو زبان میں نمبر ۱۰ تاریخ ۲۹ ماہ دسمبر ۱۸۲۲ء عیسوی

Notice

The Editor of the Jamai gahan Num begs leve Respectfully. To notify to the publice, That the has with a view render

ing this publication more Intresting Inter.
taining Instructive to the Europeian of
its supportiersResolved to publish, in
future a saplimentary sheet in the
pure Hindustani on ordu tangue,
at the addional Trifling chang of
four Anas the Number, or one
Rupee per month, If taking together
with the two persion sheets. But taken
separately, two Rupees will be char-
ged for it permensen-

جے پور کی خبر۔ اخبار کے پڑھنے سے ذہن نشین ہوا کہ ربیع الاول کی ۲۶ تاریخ مہاراجہ
سوائی بہادر کی ماجی صاحبہ نے کارخانجات کے عہدہ داروں کو تغیر و تبدیل کر کے
مسنر کنیس نرائن اور رام چند دیوان کو کہلا بھیجا کہ تم اس ریاست کے انتظام سے غافل
ہو ملک کا خراج سرکار کے خزانے میں داخل نہیں ہوا ایسی سستی سرکار کے کام میں
خوب نہیں چاہیئے کہ اجارہ داروں سے تقید کر کے باقیات کے روپے جلد وصول
کرو کسو طرح کی رعایت منظور نہ رکھو۔ ایک دن عرضی ہوئی ایک بنیا جے پور کو آتا تھا۔
موتی ڈونگری کے اودھر ایک ٹھگ نے اسے زخمی کیا اور باسٹھ روپے کا مال چھین گیا
حکم ہوا کہ فوجدار اس راہزن کو مال سمیت گرفتار کرے تس پیچھے کارفرمائی خاص
رسالے کی جس میں پندرہ سو سوار جاگیردار ہیں منالال بخشی کو مقرر ہوئی بعد اس کے
بجی رام نے عرض کر بھیجا کہ سب پلٹنیں آپس میں ایک دل ہو کر گوبندھ گڑھ میں ٹھہریں

میں کسی طرف کو وہاں سے نہیں جاتیں میں نے چاہا تھا کہ دو پلٹن توزوائی کی طرف بھیجوں
سب سپاہیوں نے کہا سب یکجا رہیں گے اس بات کے سنتے ہی کپتانوں کے نام پروانے
اس مضمون سے لکھا گیا کہ سرکار کے حکم سے انحراف کرنا اچھا نہیں۔ ۲۹ ر
(دوسرا صفحہ) کو خبر پہنچی کہ چار رجمنٹ ترک سوار و چار افسر نصیر آباد کی چھاؤنی
سے آکر باغ کے قریب اترتے ہیں متھرا کو جاویں گے فوراً شہر پناہ کے دروازوں پر حکم
کیا کہ صاحبوں کے ہمراہ ہیوں کی آمد و رفت سے ہرگز ممانعت نہ کیجیو۔ نس پیچھے دار فگی چاندی
اور تامے کی ٹکسالی پر سرام لوہار کے بیٹے کو مقرر ہوئی اور رانی جوالا ناتھ اور مسٹر کینس
نرائن نے کرنیل کی خدمت سے آکر یہ عرض کر بھیجا کہ کرنیل صاحب نے ضیافت قبول
کی اور کالہر کے آنے کا بہت خوشی سے اقرار کیا ہے اسی وقت حکم ہوا اقسام اقسام کے
کھانے تیار ہوں اور فیلخانے کا داروغہ جنگی ہاتھی ہر وقت حاضر رکھے، دوسرے دن
کہ ربیع الثانی کی پہلی تاریخ تھی سب سامان حاضری کا مادھو لاس میں اکٹھا ہوا۔
کرنیل صاحب چار انگریز اور تین بی بی ولایتی ساتھ لئے ہوئے لال ڈیوڑھی کی راہ سے
چینی برج میں تشریف لائے اور ہاتھیوں کی لڑائی دیکھ کر بہت خوش ہوئے بعد اس
کے موتی برج میں جاکر سب سواروں سے ملاقات کر مادھو لاس میں حاضری کی میز پر جا بیٹھے
ناچ ہونے لگا اور سب قسم کا ساز بجے کرنیل صاحب حاضری کھانے کے بعد دیر تک اس
محفل کے تماشے میں کہ گویا اندر کا اکھاڑہ وہاں اترا تھا متوجہ رہے۔ برخاست کے وقت
سرداروں نے پھولوں کے ہار سب صاحبوں اور بی بیوں کو پہنائے اور دس کشتیاں پوت
کے کپڑے کی دو رقم جواہر کے ساتھ کرنیل صاحب کی تواضع کی اور چھ کشتیاں کپڑے
کی ایک رقم جواہر کے ساتھ نواب صاحب کے آگے رکھیں اور ایک کشتی کپڑے کی سب کو تواضع
ہوئی کرنیل صاحب نے ایک تھان کمخاب کا اٹھالیا اور پچاس روپے ناچنے والیوں کو انعام دے
کر سوار ہوئے اور سبھوں نے تمام اسباب تواضع کا قبول کیا۔

مہاراجہ سندھیا کی خبر

اخبار کے دیکھنے سے سمجھا گیا کہ ایک دن مہاراجہ بہادر نے زمستانی کی تقریب سے
سات کشتیاں اشور صاحب کو
(تیسرا صفحہ) اور دو کشتیں اس کے بیٹوں کو بھجوائیں اور سات کشتیں آپا صاحب
اور پانچ راجہ جی سنگھ کو عنایت کیں اور توشک خانے کے داروغہ سے فرمایا کہ اور بھی
کشتیاں تیار رہیں تس پیچھے درجن سال کا بیٹا جوزا سکندر کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور
ایک گھوڑا سنہرے ساز کا گذران کر عرض کرنے لگا کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے
امیدوار ہوں کہ مہاراجہ بہادر میرے مکان میں سولت افروز ہو کر لوازمہ ضیافت
کا قبول فرمائیں، اس صورت میں میرے لئے ہم چشموں میں بڑا اقتدار اور امتیاز ہو گا ارشاد
ہوا کہ ہندو راؤ کو اطلاع کرو ۸ ربیع الاول کو ہرکارے نے خبر پہنچائی کہ محل کی آسامیاں
کنگا سول سے بخوبی آکر محل میں داخل ہوئیں اور آپا صاحب نے ہرنال پور اور چند بیری
کی چٹھیاں گذرانی ہرناجی پنڈت کو جو تازہ بھوپال سے آیا تھا حضور کی ملازمت سے
مشرف کیا۔ پانچ کشتیں پوشاکی کپڑے کی پانسو روپے کے ساتھ ہرناجی کو عنایت کر یہ فرمایا
کہ فرصت کے وقت بلا کر اکثر حالات دریافت کئے جاویں گے بعد اس کے کلدیو راؤ
نے عرض کیا کہ بھارت جاگیردار کنکراؤلی کے کئی دن سے دیوڑھی پر ناشی ہیں اور یہ
عرض کرتے ہیں کہ مہاراجہ پٹیل بہادر نے کنکراولی ہم لوگوں کو جاگیر دی آج تک کبھی
ضبط نہیں ہوئی اب تحصیلدار نے ضبطی کا حکم دیا کئی دن سے وے لوگ آئے ہوئے
ہیں کچھ حکم انہوں کے حق میں صادر نہیں ہوا۔ آج وے سب ہندو راؤ کی دیوڑھی
پر چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مہاراج نے فرمایا کہ ابھی واگذاشت کا پروانہ لکھواؤ
رام داس حجرے کو ارشاد ہوا کہ بادفروشوں کو بخوبی سمجھاؤ کہ ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں
مہاراجہ ملہار راؤ ہولکر بہادر کی خبر۔ اخبار کے کاغذ میں دیکھا گیا کہ

مہاراجہ ہولکر بدستور اپنے مقام گاہ میں تشریف رکھتے ہیں ایک دن نایبتا صاحب نے دکن کی آئی ہوئی چٹھی دکھلا کر یہ عرض کیا کہ جو فوج چوبی ہسری کی طرف گئی تھی وہاں سے آکر سرکار کے لشکر میں شامل ہوئی ہولکر بہادر نے فرمایا (جو تھا سمجھو) کہ جمنا جی کے سواروں کو دیکھ کر نوکر رکھو تس پیچھے بموجب التماس تانیتا صاحب کے چھ کشتی پوشاکی کپڑے کی بتقریب زمستانی صاحب کو بھیجی گئیں۔

پونا کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دن وہاں کے مختار صاحب کو خبر پہنچی کہ بارہ ہزار آدمی رعایا اس ملک کے جھگڑا تھم ہو جانے سے ایک جگہ اکٹھا تھے کہ ہزاروں آدمی مر گئے۔

لکھنؤ کی خبر:۔ اخبار کے کاغذ سے دریافت ہوا کہ ربیع الثانی مہینے کی پہلی تاریخ منگل کے دن اس روز موافق معمول کے صاحب رزیڈنٹ بہادر کے واسطے حاضری کی طرف سے سیر کر کے قیصر بادشاہی میں رونق افروز ہوئے پانچ گھڑی دن چڑھے تک منتظر بیٹھے تھے کہ صاحب رزیڈنٹ بہادر آئے اٹھ انگریز عالی قدر ساتھ لائے جہاں سے سب صاحبوں کے ساتھ حاضری تناول فرمائی اور اس کے بعد اختلاط کی باتیں ہوئیں آخر بڑے صاحب رخصت کے وقت عطر پان جو کچھ کہ رسم ہی لے کر کوٹھی کو سوار ہو گئے اس پیچھے جب حضرت کے کھانے کا وقت آیا اور سب قسم کا کھانا دسترخوان پر چنا گیا حضرت نے خشکے کے چاولوں کو بادشاہی طعام کے لائق نہ دیکھا غلام حسین خاں داروغہ کو ارشاد ہوا کہ للو مودی اور چمن لال مشرف باورچی خانہ کا مقید ہو.... اور جس وقت حضرت والا دستگاہ خاص کھانے سے فراغت ہوئی نواب معتمد الدولہ بہادر مطالب ملکی عرض کر کے اپنے گھر کو گئے (ختم)

کلکتہ مقام کے بیچ مشین پریس چھاپے خانے میں چھاپا گیا۔

۴ ۲۳ جنوری ۱۸۲۸ء کے آخری قیمت کی بھی نقل پڑھ لیجئے۔ یہ نقلیں اس زمانے کی

جاری ہیں تاکہ یادگار رہیں اور زیادہ ہاتھوں میں پہنچیں۔

جام جہاں نما

اردو زبان میں نمبر ۱۴۲ تاریخ ۳۲ ماہ جنوری ۱۸۲۸ء عیسوی

اشتہار

سب والا گہروں کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے کہ تاریخ عالمگیری کا ترجمہ تمام ہو گیا اب اس خاکسار کو منظور رہی کہ الف لیلیٰ کی کتاب آغاز سے انجام تک ترجمہ کرکے کہ وہ قصہ بہت مطبوع اور حکایتیں اس کی ایسی دلچسپ ہیں کہ پڑھنے والے اس کاغذ کے بے اندازہ مسرت اوٹھاویں گے وہ کتاب آج تک بالکل ہندی فارسی میں ترجمہ بھی نہیں ہوئی ہرچند کتاب کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں مشکل اس ہیچدان کی کیا مجال کہ ترجمے کے ارادے سے اخبار کے کاغذ میں اس کو داخل کرے ایسی کتاب کا ترجمہ کرنا مجھ بے استعداد کا کام نہیں صرف مطلب اس کا اگر سست لفظوں میں اور نادرست عبارت میں ادا ہو پس غنیمت ہی پر اس لحاظ سے کہ بہ تبنہ قدر شناس جنہوں کی لطف گستری سے اس کا غذنے رونق اور شہرت پائی اردو عبارت سے ذوق نہیں رکھتے [2]

اس شرط کی قید نہیں کہ ہر ہفتے میں صرف الف لیلیٰ کی حکایتیں لکھی جاویں جو کچھ اور رنگین کہانی یا دل لگی کی بات ہاتھ لگے گی وہ بھی لکھی جاویگی میرا مطلب یہی کہ جس میں اس اخبار کے دیکھنے والے خوشی سے پڑہیں اور یہ کاغذ نمود پائے اور خریداروں کے لئے بھی کچھ رنج نہیں آج تک آٹھ صفحے فارسی اور چار اردو کے چھپتے ہیں آئندہ سے بارہ صفحے فارسی چھاپے جاویں گے اور تین روپے ماہواری بدستور بحال رہیں گے[1]

---

[1] یہ واقعہ پچھلے صفحات پر لکھا جاچکا ہے [2] یہ عبارت بھی ضمیمہ کے ختم کرنے کے اعلان میں نقل ہو چکی ہے۔

اورنگ زیب کی سلطنت کا حال

گذشتہ صفحے یہاں تک لکھا گیا ہے کہ وہ شخص بادشاہ کی طرف منھ لئے ہوئے ہٹتا
اور سلام گاہ میں جاتا اور اسی دستور سے آداب کورنش کا بجالاتا اور جب کوئی
(دوسرا صفحہ) کارپرداز امیری کے رتبے پر پہنچتا اسی طرح کورنش کا آداب ادا کرتا فرق اتنا
تھا کہ اس دن اس کو لاکھ روپے نقد اور دو ہاتھی دو گھوڑے ملتے اور ایک پلنگ بھی عنایت
ہوتا اور اگر وہ کارپرداز جلیل القدر ہوتا ملبوس خلعت اور تلوار اور کلغی اور سرپیچ سب
بادشاہ اس کو دیتے اور اسی رتبے کے موافق جاگیر اور خطاب عنایت فرماتے اور جو چبوتری
محاذی چہل ستون کے تھا امیدوار خدمات کے اس جگہ ہاتھی گھوڑوں پر سوار حاضر رہتے
بادشاہ گاہ گاہ وہاں رونق افزا ہوتے اور ہر ایک کے کام اور کرتب کو دیکھتے موافق
مرتبے اور استعداد کے عہدوں پر سرافراز فرماتے اس روئے پر تخمینہ ایک گھنٹہ دربار کر
حمام میں تشریف لے جاتے وہاں وزرا کے سوا دوسرے کو حکم نہ تھا وزرا فرامین و
اسناد مالی ملکی مقدمات کے دستخط کراتے۔ ایک گھنٹہ اس کام کے لئے مقرر تھا۔ جب اس
کام سے فراغت ہوتی حضرت محل میں جاکر کھانا کھاتے اور ایک ساعت یعنی ڈھائی گھڑی
گھریالی وہاں رہتے اور آدھا گھنٹہ قیلولے کے واسطے مقرر تھا دوپہر چار کے وقت
بالا خانے کے برامدے پر اجلاس کرتے ارباب حاجات یعنی دادخواہ محتاج حاضر ہوتے حضرت
سب کی عرض معروضی سنتے اور ہر ایک سے دلجمعی اور تسلی کے کلمات کہتے اور بہتیروں
کے مطالب اسی وقت درست کر دیتے کوئی حاجتمند ناامید نہ پھرتا۔ سب دعائیں دیتے
اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں تب چھ گھنٹے کے وقت حضرت مسجد میں رونق افزا ہوتے
ادھے گھنٹے تک عبادت میں مشغول رہتے، وزرا وہاں بھی بار پاتے اور خفیہ مقدمات
سلطنت کے عرض کرتے اور حضور سے مناسب احکام وزیروں کی صلاح سے جاری
ہوتے بیشتر معمول یہ تھا کہ نو گھنٹے کے وقت وہاں سے اٹھ کر محل میں داخل ہوتے

اسی طرح اوقات اس کی بسر ہوا کرتی کبھی اس کی عادات میں فرق نہ ہوتا باوجودیکہ اپنے مذہب میں مستقل تھا کہ دست کار او دل بایار گویا اس کی شان میں مشہور ہے کسو وقت شریعت کے احکام کی پاسداری سے غافل نہ رہتا مگر اسی لحاظ سے کہ سلطنت کا کام بھی عین دینداری ہی اللہ تعالیٰ نے جو ایک شخص کو صدہا ملک اور بے شمار خلق پر حاکم اور اپنی خلافت کا خلعت اس نے بخشا اسی لئے کہ رات دن خلق کی آسائش اور امن وامان۔

(صفحہ تیسرا)

کی تدبیر کرے ایک دم ان کی حفاظت سے بے خبر نہ رہے بادشاہ درحقیقت چرواہے کے مانند کہ گلہ بھیڑ بکری کا ساتھ لئے جنگل جنگل پہاڑ پہاڑ پھرتا ہے اس کے بھروسے سب جانور ہری ہری دوب کھاتے بے کھٹکے جہاں ندی جھیل کے کنارے یا سایہ دار درختوں کے تلے ٹھنڈی زمین پاتے وہیں سو رہتے۔ موذی جانوروں سے انہیں کچھ خوف نہیں رہتا، چرواہا چاروں طرف نظر رکھتا اور ہوشیار رہتا ہے کہ کسو طرف سے ایسا نہو کہ کوئی موذی دکھ دیوانہ بن سے نکلے گلے میں گھسے اس صورت میں بادشاہ کو واجب ہے کہ سوتے جاگتے رعیت کی خبرگیری سے غافل نہ رہے۔ اور اس بات کو دھیان رکھے کہ جس خدا نے اس کو اپنی طرف سے ایک ملک کی مختاری عطا فرمائی تھی قیامت کے دن اس عہدے کا حساب پوچھے گا اور سیوا بھول چوک کے بشریت کا لازمہ ہی دیدہ و دانستہ غفلت کو ہرگز معاف نہ کریگا "... شرعی فرائض کے ادا کرنے سے کم نہیں۔ دین کی رعایت سے سلطنت کے کام کسو وقت ملتوی نہ رکھتا۔ مملکت کا انتظام دین کے احکام پر مقدم جانتا تھا قول اس کا تھا کہ ملک کا کام دینداری کے واسطے ملتوی نہ رکھا جائے اور جو کوئی ایسا کرے اس کو نرا احمق سمجھئے کسو اسطے کہ خالق نے ملک اور دین کو برابر رکھا ہے اور نگ زیب کی سلطنت کا حال جتنا کہ انگریزی میں ترجمہ ہوا ختم ہوا

ہیہ ماتم لگنا ذہن بچوتاہے کہ اورنگ زیب تیمور خاندان میں بہت لائق وفائق تھا سب علوم فنون میں اس کو بخوبی مہارت تھی رعیت پروری انصفت گستری جیسی اس نے کی اس خاندان میں دوسرے سے نہیں ہوئی اگرچہ تیموریہ خاندان میں کسو کی نیت میں فساد نہ تھا خلق اللہ کو سب دوست رکھتے تھے۔ حضرت شاہجہاں نے اچھی فرماں روائی کی۔ جہانگیر بھی ویسے ہی عادل تھے جنھوں نے باوصف اس کے نورجہاں بیگم سے انتہائی محبت رکھتے جس دم سنا کہ ان کے بھتیجے نے دکھن کے ملک میں ایک شخص کو بیسا پلا کر مار ڈالا اس کے بھائی بھتیجے کو حضور میں بلایا اور دیوان عام میں تین سولیاں (جو تھا صفو) کھڑی کرادیں اور فریادی کے سامنے سونار کو بلوالیا۔ فرمایا کہ اشرفیاں گھڑیاں میں گلا دے اور وہی گداز سونا نورجہاں کے بھتیجے کو پلا دیا روح اس کے قالب سے نکل گئی تب نورجہاں نے پوچھا کہ حضرت کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں تین سولیاں کس واسطے کھڑی ہوئیں تھیں فرمایا اس لئے اگر بھائی تمہارا کچھ عذر کرتا یا تمہاری زبان سے بھائی کے سفارش کا کلمہ نکلتا تم کو اور تمہارے بھائی کو ایک ایک سولی پر چڑھاتا اور تمہارے مرنے کے بعد مجھ کو زندگی حرام تھی ایک سولی پر آپ سوار ہوتا اکبر کے صفات کہاں تک لکھے جائیں پر انصاف شرط ہے۔ سب کے عہد امیروں دانشمندوں کو سلطنت کے امور میں دخل تھا اورنگ زیب کی محفل میں بھی سب طرح کے علما فضلاء عقلاء حاضر تھے پر اسے کبھی کسو سے انتظام کے باب میں مدد نہیں چاہی اور اس تامل اندیشی سے ہر ایک کام کو کیا کہ اتفاقیہ کبھی اس کی رائے نے خطا کی ہو۔ اوائل میں جو حرکات کرنے الحقیقت شرعاً اور عرفاً ممنوع ہیں اورنگ زیب سے ظہور میں آئیے سلطنت کی ہوس سب کو ابتدا سے ہوتی رہی ہے شہزادے سپوتے کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے کیا کیا نہیں کیا۔ پر جب سے وہ مستقل ہوگیا پھر اس نے کسو کے ساتھ اپنی دانست میں بدی نہیں کی اور یہ بات کہ لوگ اس کو خسیس کہتے ہیں کہا کریں بسلطنت کا خزانہ

لہو لعب میں اوڑا دینا کب دانشمندوں نے جائز رکھا ہے"۔ اورنگ زیب نے تن آسانی اور عیاشی نہیں کی غریب غربا کو ہزاروں لاکھوں بخشے سپاہ کو ہمیشہ انعام و اکرام سے راضی رکھا اسراف اس کو پسند نہ تھا۔ صرف یہ بات کہ اورنگ زیب کو مذہب کا تعصب بہت تھا، درست مگر مذہب کی پاسداری سے سب دین کے علما نے جائز رکھا ہے بلکہ اپنے مذہب کے استحکام کا سبب جانتے رہے ہیں۔ پھر ریاست کی شان کے برخلاف بادشاہ ہفتاد و دو ملت کا آشنا چاہیے اس کی سلطنت میں کسی کو روحانی رنج نہ پہنچے۔ بہرکیف حسنات بہت اور ذمائم اس کے گنتی کے ہوں گے مثل مشہور ہے بے عیب ذات اسی کی ہے جس نے اس زمین و آسمان کو پیدا کیا

کلکتہ مقام کے بیچ مشن پریس چھاپے خانہ میں چھاپا گیا"۔

دہلی والوں اور مرزا غالب مرحوم و مغفور نے بھی "جام جہاں نما" کو تنقیدی کسوٹی پر پرکھا تو اس کی دروغ بیانی پسند نہیں آئی۔ چنانچہ مولانا سراج الدین احمد کے ایک خط میں اس کی شکایت فرماتے ہیں۔

"مردم این دیار یکسر از نامعتمدی اخبار "جام جہاں نما" ملول اند و تی درست باخبار ندارند انصاف بالائے طاعت کما تفاق می افتد کہ صاحب جام جہاں نما" درین ہفتہ خبرے نگارد کہ در ہفتہ دیگر خود تکذیب آں نگردد۔ در یک ہفتہ جنگ اہالی سرکار با والی لاہور پیش از رسیدن موسم زمستان بسلک تحریر می کشد و بعد از دو ہفتہ می نویسد کہ آں خبر دروغ بودہ است و در یک ہفتہ خبر می دہد کہ مسجد قلعہ اکبرآباد و روضہ تاج محل بدیں بہا فروختہ شد باز بعد از دو ہفتہ رقم می کند کہ فرمان ہائے کونسل این بیع و شری روا نداشتند"[1]

---

[1] کلیات نثر غالب ص ۱۳۷

یکم اگست ۱۸۶۴ء کے نصرت الاخبار دہلی میں اس اخبار کے بڑھاپے کا ذکر کیا گیا ہے کہ بڑے میاں کا رنگ کیسا ہے اور کیا حالت ہے۔ برے آپے میں ہے:۔

"جام جہاں نما اب گلکتہ نما بھی نہیں رہا رنگ نے کل لیا۔ ٹیپ کے چھاپے کو بیشتر خاص پسند نہیں کرتے اور فارسی بھی کم سمجھتے ہیں:۔

آخری سانس کس سنہ میں ان بزرگوار نے لیا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا۔

مراۃ الاخبار یہ اخبار ۱۸۲۲ء کو کلکتہ سے فارسی میں ہفتہ وار راجہ رام موہن رائے نے جاری کیا جس میں خبروں کے علاوہ تبصرے اور قوم کے سدھار کے بارے میں مضامین شایع ہوتے تھے خاص طور پر ستی رسم کے خلاف لکھا جاتا تھا اور حکومت سے مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ اس رسم کو خلاف قانون قرار دے۔ ایسے مضامین کی وجہ سے گورنمنٹ کو اندیشہ ہوا کہ عوام میں بے چینی نہ پھیل جائے اور دقتوں اور آفتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حکومت کے ان خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے راجہ جی نے اخبار کے اغراض و مقاصد میں پہلے ہی اپنے خیالات کی وضاحت کر دی تھی کہ میں اخبار کیوں نکال رہا ہوں۔ انہوں نے اپنے پہلے مقالہ میں لکھا تھا۔

"میرا اخبار نکالنے کا مقصد یہ ہے کہ پبلک کے سامنے ایسے مضامین پیش کروں جن سے ان کی معلومات میں اضافہ ہو اور ان میں علم کی روشنی پھیلے اور اس کی ترقی و اصلاح جہاں تک میرے امکان میں ہوں میں کروں۔ میں چاہتا ہوں کہ حاکم طبقہ کو بھی ہندوستان کی رسم و رواج کے بارے میں صحیح حالات اور اس کی صحیح حقیقت واضح کر دوں تاکہ حکمران طبقہ میرے اصلاحی کاموں میں مدد دینے میں کوتاہی نہ کرے اور دوسری طرف پبلک بھی یہ جان لے کہ حکومت بھی ان کی آسائش کے سلسلہ میں مدد کر سکتی ہے"۔

۱۸۲۳ء میں یہ پریس قانون نافذ کیا گیا "حکومت سے لائسنس حاصل کئے بغیر کوئی شخص اخبار یا اشتہار یا کتاب نہیں چھاپ سکتا تھا۔ چھاپہ خانے کے لئے لائسنس حاصل کرنا ضروری ہوگیا۔"

اس قانون کے نفاذ کے بعد حکومت نے یہ فیصلہ کیا:۔ کہ

"جو شخص اخبارات کے اس قانون کے خلاف کوئی عدالتی کاروائی کرنی چاہتا ہے تو وہ سپریم کورٹ میں دائر کر سکتا ہے۔"

چنانچہ اس اعلان کے بموجب اس قانون کے خلاف، راجہ رام موہن رائے اور ان کے پانچ ساتھیوں نے کٹلن فارگیوس وکیل کی معرفت پٹیشن کیا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ کلکتہ کے لوگ اس قسم کے قانون کے سخت مخالف ہیں۔

سر فرانسس میکنگیٹن جج سپریم کورٹ نے اس مقدمہ کی شنوائی کی اور فیصلہ میں لکھا کہ:۔

"دنیا میں کوئی قصبہ یا شہر یا کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں اتنی سیاسی آزادی دی گئی ہو جتنی کہ کلکتہ میں دی گئی ہے اس لئے اس قانون میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جا سکتی۔"

سر فرانسس کی کورٹ آف ڈائرکٹر کے مقابلہ میں اتنی بھی پوزیشن اور اختیارات نہیں تھے جتنے کہ ایک شہری کو ہوتے ہیں انہوں نے یہ فیصلہ گورنمنٹ بنگال اور کورٹ آف ڈائرکٹر کی پالیسی کے ماتحت دیا۔

راجہ رام موہن رائے وہ شخص نہیں تھے جو اپیل خارج ہونے کے بعد خاموش بیٹھ جاتے۔ انہوں نے سپریم کورٹ کے فیصلہ کے خلاف شہنشاہ برطانیہ سے اپیل کی جو منظور نہیں ہوئی، راجہ رام موہن رائے نے دیسی اخبارات کے حقوق کی آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا ناکامی کے بعد انہوں نے ۱۸۲۳ء میں ایک

سال کے بعد بطور پروٹسٹ مراۃ الاخبار بند کر دیا[1]

ہندوستان میں راجہ رام موہن رائے وہ پہلے صحافی ہیں جنہوں نے آزادی کے لئے پہلا عملی قدم اٹھایا اور قانونی جنگ کی اور بطور احتجاج اخبار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر کے اہل صحافت کی خودداری کو قائم کیا۔

راجہ رام موہن رائے

آپ رادھانگر کلکتہ میں ۲ مئی ۱۷۷۲ء کو ایک مذہبی اور معزز خاندان برہمنوں میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کو تعلیم دی۔ فارسی گھر میں پڑھی، عربی پٹنہ میں حاصل کی، اقلیدس میں ارسطو کی تصانیف اور قرآن مجید پڑھا سنسکرت کی تعلیم بنارس میں جا کر پائی۔ بچپن میں پکے بت پرست تھے لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے غور و فکر کرنا شروع کیا اور پندرہ سال کی عمر میں گھر چھوڑ کر بدھ مذہب کی تحصیل کے لئے تبت پہنچے وہاں لامہ کی پوجا پر نکتہ چینی کرنے کی وجہ سے عوام ان کے مخالف ہو گئے۔ چند سال کی سیاحی کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور یہاں بھی انہوں نے بت پرستی کی مخالفت کی جس کی وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا ۱۸۰۳ء میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ دس برس تک ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کی اور دیوانی کے عہدہ تک پہنچے جو اسوقت کے ہندوستانیوں کے لئے گویا معراج تھا۔

اس عرصہ میں انہوں نے یہ کام شروع کیا کہ شام کے وقت اپنے دوستوں کو جمع کر کے بت پرستی کے خلاف بحث کیا کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں انہوں نے اپنی پہلی کتاب "تحفۃ الموحدین" شائع کی یہ چھوٹا سا رسالہ اصل میں فارسی زبان میں ہے اور اس کا دیباچہ عربی میں ہے اور توہمات اور رسوم و تقالید کے طریقہ کی اس میں دلیرانہ طریقہ پر مخالفت کی گئی ہے اور ان کارروائیوں سے لوگ ان کے سخت مخالف ہو گئے اور ان کو ستانے لگے ۱۸۱۴ء میں اس سے بچنے کے لئے کلکتہ

---

[1] انڈین پریس

سن آ رہے ——— یہاں آتے ہی انہوں نے ایک چھوٹی سی جماعت آتمیہ سبھا
قائم کی جس کی میٹنگ ہفتہ وار ہوتی تھی اور شاستر پڑھے اور بھجن گائے جاتے تھے۔
[illegible]ء میں انہوں نے ویدانت کا بنگالی اور اردو زبان میں ترجمہ کیا جس کے
بعد کئی اپنشد بھی بنگالی، اردو اور انگریزی میں ترجمہ کیں۔ ان کتابوں کو وہ اپنے
روپیے سے چھپواتے اور مفت تقسیم کرتے تھے ان کی تحریروں نے مخالفت کی ایک
[illegible] بڑے بڑے مباحثے ہونے لگے لیکن ان کی لیاقت ہوشیاری اور علمیت
کے مقابلہ میں مخالف فتح نہیں پا سکے۔ سب سے زیادہ ان کی مخالفت اس لئے کی گئی کہ وہ
ستی کی رسم کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

سنہ ۱۸۱۱ء میں انہوں نے اپنی بڑی بھاوج کو اپنے بڑے بھائی کے ساتھ
ستی ہوتے ہوئے دیکھا تھا، اسی وقت سے انہوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ آخر
دم تک وہ اس رسم کے دور کرنے کی کوشش کریں گے انہوں نے بنگالی اور انگریزی
زبانوں میں اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں جن میں اس رسم کے حامیوں کے دعوؤں
کی تکذیب کی ان کی ہی کوشش سے آخرکار دسمبر ۱۸۲۹ء کو لارڈ ولیم بنٹنگ نے
ایک ریگولیشن جاری کیا جس کی رو سے رسم ستی تمام قلمرو میں بند کر دی گئی۔

راجہ جی کو تعلیم سے خاص شغف تھا انہوں نے مدرسے بنوائے جس میں انگریزی
اور دیسی زبانوں کے ذریعہ کار آمد علوم کی مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ انہوں نے
بنگالی زبان کی جو اس وقت تک بالکل ایک بنجر زمین کی طرح تھی، صرف و نحو میں
ایک کتاب لکھی اور ۱۸۲۶ء میں اس کا انگریزی میں ترجمہ چھاپا۔ ہندو قانون
پر کئی بیش قیمت رسالے لکھے۔

راجہ رام موہن رائے کو عیسائی مذہب سے دلچسپی تھی چنانچہ انہوں نے عبرانی
و یونانی زبان اس لئے سیکھی کہ وہ انجیل کو اس کی اصلی زبان میں پڑھیں۔

۱۸۲۰ء میں چاروں انجیلوں کا ایک انتخاب "نصائح عیسوی" شائع کیا۔ سیرام پور کے پادری اس کتاب پر معترض ہوئے جس پر طرفین میں ایک طویل بحث شروع ہوئی۔ اس کتاب کی تائید میں اور کتابیں بھی راجہ جی نے لکھیں جن کے نام "اپیل ٹو کرسچین پبلک ہیں" ان کتابوں نے یورپ اور امریکہ میں دھوم مچادی تھی۔ یہ کتابیں کئی دفعہ ان ترا عظموں میں چھپیں۔

مسٹر ولیم ایڈم سے راجہ جی کے دوستانہ تعلقات تھے ایڈم صاحب تثلیث کے حامی تھے انہوں نے چاہا کہ رام موہن رائے کو اس مسئلہ میں قائل کریں۔ دونوں میں بحث ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر ایڈم کو خود اس عقیدے سے انکار کرنا پڑا جس پر انہوں نے کلکتہ میں ایک یونیٹیرین مشن قائم کیا۔ ان کے دیکھا دیکھی ۲۰ اگست ۱۸۲۸ء کو "برہمو سبھا" راجہ جی نے قائم کی پہلے اس کے جلسے کرایہ کے مکان میں ہوا کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد رام موہن رائے نے اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے ایک مکان اس کے لئے تعمیر کرایا۔

اس سبھا کے قائم ہونے کے بعد راجہ رام موہن رائے نے انگلستان کا قصد کیا، ان ہی دنوں شاہ دہلی کا کمپنی کے ساتھ جھگڑا چل رہا تھا۔ شاہ نے ان کو اپنا وکیل مقرر کیا اور راجہ کا خطاب دیا۔ ۸ اپریل ۱۸۳۱ء کو یہ انگلستان پہنچے جہاں ان کی بڑی عزت اور خاطر تواضع ہوئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی سند ان ہی دنوں میں تبدیل ہونیوالی تھی اس وقت پارلیمنٹ میں جو مباحثے ہوئے اس میں رام موہن رائے دلچسپی لیتے رہے اور بورڈ آف کنٹرول کے سامنے ہندوستان کی حالت پر نہایت بیش قیمت شہادت دی، اس شہادت میں ہندوستان کی عدالتوں کے انتظام اور طریقۂ مالگذاری پر جو خیالات ظاہر کئے۔ ان سے ان کی اعلیٰ دماغی اور قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۸۳۲ء میں انہوں

نے اپنا مشہور رسالہ "ہندوؤں کا حق جائیداد [illegible]" دوبارہ چھپوایا۔

راجہ رام موہن رائے نے اسی زمانے میں فرانس کی سیر کی۔ جہاں شاہ فرانس نے ان کی دعوت کی ان کو وہاں کی ایشیاٹک سوسائٹی نے اپنا آنریری ممبر مقرر کیا، آپ امریکہ کی سیر کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن موت نے مہلت نہیں دی اور ۲۷ ستمبر ۱۸۳۳ء میں برسٹل میں فوت ہو گئے۔

شمس الاخبار یہ اخبار مئی ۱۸۲۳ء میں کلکتہ سے شائع ہوا جس کے پبلشر ماسٹر موہن مترا اور پرنٹر منی رام ٹھاکر تھے۔ یہ اخبار فارسی اور اردو میں ہفتہ وار شائع ہوتا تھا۔ جوڑنگا اسٹریٹ میں اس کا دفتر تھا۔ ۲؎

بمبئی سماچار ۱۸۲۲ء میں پہلا گجراتی پریس بمبئی میں سماچار پریس کے نام سے جاری ہوا جس کے بانی فردون جی مرزبان تھے۔ انہوں نے ہی ۱۸۲۲ء میں بمبئی سماچار اخبار جاری کیا۔۳؎

اودنت مارتنڈ پنڈت جگل کشور شکلا کانپور کے رہنے والے تھے جو کلکتہ صدر عدالت دیوانی کے پیشکار تھے۔ انہوں نے ۳۰ مئی ۱۸۲۶ء کو ۳۷ کولوٹولہ کلکتہ سے یہ اخبار جاری کیا۔ یہ اخبار آٹھ ورقوں کا تھا منگل کو نکلتا تھا جس کا ماہانہ چندہ دو روپے تھا۔ اس میں سرکاری ملازموں کی تقرری اور علیحدگی کے اعلانات شائع ہوتے تھے اور ملکی اور غیر ملکی خبریں دی جاتی تھیں۔ اس اخبار کی زبان پورب کی کھڑی بولی تھی۔۴؎ اس کے ایڈیٹر برجندر ناتھ بنرجی تھے۔ یہ اخبار خریداروں کی کمی اور سرکاری مدد نہ ملنے کی وجہ سے ڈیڑھ سال کے بعد ۴ دسمبر ۱۸۲۷ء کو بند ہو گیا تھا۔۵؎ اس اخبار کا فائل

۱؎ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۲؎ انڈین پریس ۳؎ [illegible] ص ۱۴۱ ۴؎ ہندی کی پتر اور پترکائیں ص ۵

"راد معاکاشت (پیا ئبریری سو) عباش سٹریٹ کلکتہ میں موجود ہے۔

بنگال ہیرلڈ راجہ رام موہن رائے ہندی جرنلسٹوں میں کئی یاد کئے جاتے ہیں یہ اخبار بنگال ہیرلڈ راجہ جی نے ہی نے ۱۸۲۹ء میں انگریزی بنگالی اور فارسی زبان میں نکالا تھا۔ اس کے اڈیٹر نیل رتن ہلدار تھے اس کا چندہ ایک روپیہ ماہانہ تھا یہ ہندی کا تیسرا پرچہ شمار کیا جاتا ہے [1]

آئینہ سکندر کلکتہ ۱۸ جنوری ۱۸۳۲ء کے پرچہ کا نمبر ۹۹ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اخبار شروع ۱۸۳۱ء میں شائع ہوا یہ ہفتہ وار تھا۔ ہر دوشنبہ کو جاری ہوتا تھا مطبع آئینہ سکندر نمبر ۱۵۶ کلکتہ موجودہ کالنس سٹریٹ میں چھپتا تھا۔ ۸ صفحات تھے۔ اخبار کے ٹائیٹل پر یہ شعر ہوتا تھا

آئینۂ سکندر جام جم است بنگر تا بر تو عرض دارد احوال ملک دارا

آخری صفحہ کے خاتمہ پر بھی خلاف دستور یہ شعر درج ہوتا تھا

آئینہ سکندر قلب صفا دلانست عکس وطلع از وی روشن جہان جہانست

حضرت مولانا محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی اور ان کے خاندان کے باوقار عالی مرتبت علما فضلا سے کون ذی علم ہے جو واقف نہ ہوگا، اس خاندان کے ایک ایک فرد نے اپنے علوم وفنون سے ہندوستان کے چپہ چپہ کو منور کیا آئینہ سکندر ۲۲ اپریل ۱۸۳۲ء میں مولانا اسحاق صاحب کے فیض روحانی کے ایک کرشمہ کا ذکر ہے۔ عبارت فارسی میں ہے اردو میں مختصر سے الفاظ میں مفہوم سمجھ لیجئے اس کے بعد فارسی کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

"ایک عیسائی جو فہیم ودانا تھا جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب جو فضلاء عظام

---

[1] ہندی کے بتمراوہ پتر کائیں ص ۵

میں سے ہیں وہ کچھ دن ان کی صحبت میں جاکر استفادہ اور اکتساب کرنے لگا۔ سمجھدار آدمی تھا ان کی نصیحتیں سنیں ان نصیحتوں اور وعظ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور اپنے قدیمی مذہب سے کنارہ کش ہو کر کلمۂ شہادت پڑھا۔ شریعت کے مطابق نماز پڑھنے لگا اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔"

اب فارسی کی عبارت پڑھئے۔

"یکے از عیسوی مذہبان کہ فہم نیک وفراست درست داشت، داز چند سے استفادہ و اکتساب فیض صحبت خدمت جناب مولوی محمد اسحٰق صاحب از فضلائے عظام اند یار اند می رفت .... دریں روز ہا برہبری عقل سلیم و یاوری بخت مستقیم دین متین محمدی پذیرفت وبرضائے خاطر خود مذہب قدیمی خود کنارہ گرفت مولوی صاحب ممدوح کہ صحبت وعظ ایشاں باعث بریں گردیدہ است پس از آنکہ نامبردہ اہل اسلام درآمد وکلمۂ شہادت بزبان آورد ونماز حسب ضوابط مقررہ شریعت نبوی گذارد مومی الیہ را باسم عبداللہ موسوم ساختند۔"

اس اخبار میں مرزا غالب مرحوم کا کلام ان کے پرانے دوست مولوی سراج الدین احمد لکھنوی کی وساطت سے چھپا تھا یہ اخبار مرزا صاحب کے مطالعہ میں آتا تھا چنانچہ اس اخبار کے بارے میں مرزا غالب نے اپنے ایک خط میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور اس اخبار کے خریدار بنانے کی بھی سعی کی ہے آپ مولوی سراج الدین احمد کو لکھتے ہیں: [1]

صاحب من دیدہ بمشاہدۂ آئینہ سکندر" فروغالی گردید وصفائی عبارتش گہر برشتہ نظار کشید سیاہہائے خوش وخبرہائے مختصر و نکتہ ہائے دلپسند ورقہائے نظر فریب دارد .... امروز یکشنبہ چارم ستمبر است نامہ نامی باوراق اخبار ہمین

---

[1] کلیات نثر غالب ص ۱۳۷۔

رسیدہ است مبارز الدولہ حسام الدین حیدر خاں بہادر و فخر الدولہ نواب امین الدین احمد خاں بہادر دیدند و خریداری این را نہ پسندیدہ زین پس ہر کہ از اعیان دیار ہرچہ بر من خواہد فرمود لتشما ء عن خواہم کرد. والسلام

ماہ عالم افروز کلکتہ ۲۴ مارچ ۱۸۳۳ء کو حکومت نے اس اخبار کو نکالنے کی اجازت دیدی یہ اخبار چھاپہ خانۂ عالم افروز متصل مدرسہ واقع محلہ کلنکہ میں چھپتا تھا۔ اس کے مالک ایڈیٹر (مولوی) دہاج الدین صاحب تھے ہفتہ وار تھا اور سہ شنبہ کو نکلتا تھا ۶ صفحات پر مشتمل تھا۔

خبر لکھنؤ کے عنوان سے ۱۴ جون ۱۸۳۶ء کی اشاعت میں بادشاہ اودھ کی رنگ رلیوں پر انگریزی اخبار کے توسط سے تبصرہ کیا ہے کہ حضرت صمد بادشاہ عیش و نشاط میں مستغرق ہیں اور اس تضیع اوقات کی وجہ سے سلطنت کا نظم و نسق خراب ہوگیا ہے رات دن عورتوں کے جھمگٹوں اور طوائفوں کی صحبتوں کے اور کچھ کام نہیں ہے رقص و موسیقی میں مظلوموں کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑتی اور بجائے عدل و انصاف کرنے کے طرب و نشاط ان کا شیوہ بنا ہوا ہے۔"

فارسی کی عبارت یہ ہے :-

" فرماں روائی ناصیہ عیش و نشاط کارفرمائی خط طرب و انبساط مظہر عنایات حضرت صمد بادشاہ جمجاہ شاہ اودھ در ہیو الاشغال بہ نظم و نسق امور سلطنت و رتق و فتق مہمات باعث تضیع اوقات عزیز و رنج خاطر مبارک دانستہ لیل و نہار با طائفہ نسواں ناقص العقل والایمان صحبت می دارند و پیوستہ در خلوتکدہ خاص با زنان کہ فی الحقیقت رہزنان ملک عقل اندجہرۂ عیش و نشاط می بازند و بجز بانگ قلقل مینا آواز تظلم کاہی بگوش حق بنوش جا نمیدہند و بجائے عدل

وداد ورا درطرب ونشاط می دہند"

لدھیانہ اخبار لدھیانہ اخبار ۱۳ دسمبر ۱۸۳۶ء کا پرچہ ۱۵ نمبر کا ہے۔ یہ پرچہ ہفتہ وار تھا حساب سے دسمبر ۱۸۳۴ء میں یہ اخبار شایع ہوا

یہ پرچہ امریکن مشن پریس لدھیانہ میں چھپتا تھا اور اسی مشن کی ترجمانی کے لئے یہ پرچہ شایع کیا گیا تھا اس کی ماہانہ قیمت تین روپے تھی گویا ایک پرچہ بارہ آنہ کا ہوتا تھا۔ یہ آٹھ صفحوں پر آج کل کے رسالہ سائز پر شایع ہوتا تھا۔ اس میں اکثر و بیشتر غیر ممالک کی خبریں ہوتی تھیں۔ ملکی خبریں بہت کم۔ اس پرچہ میں پادریوں کے حرکات و سکنات کی خبریں اور لدھیانہ مشن سکول کا پروپگنڈا ہوتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد پرچہ میں سوائے خبروں کے اور کوئی مضمون نہیں چھپتا۔

بعد میں اس میں علمی تاریخی جغرافیائی مضامین زیادہ شایع ہونے لگے خبریں خال خال نظر آتی ہیں

۱۸۳۶ء میں صرف فارسی اخباروں میں جام جہاں نما کا نام آتا ہے۔ اس کی خبریں نقل ہوتی ہیں ۱۸۳۸ء میں زبدۃ الاخبار آگرہ، دہلی اردو اخبار، اخبار ۔۔۔ الکبیر اور کلکتہ وغیرہ کے فارسی و انگریزی حوالوں سے خبریں ملتی ہیں۔

دو خبریں لدھیانہ اخبار میں تاریخی حیثیت رکھتی ہیں وہ دیجاتی ہیں ایک خبر ۱۲ جولائی کے اخبار میں یہ ہے۔ اردو کا خلاصہ سن لیجئے۔

شاہ نصیر الدین غازی حیدر والی لکھنؤ کا ۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو انتقال ہوا۔ بیگم صاحب والدہ جہاں پناہ جنت نشین منا جان جوکہ بادشاہ کے صاحبزادے تھے وہاں آئیں منا جان نے ریذیڈنٹ کو بلایا۔ ریزیڈنٹ نے پوچھا منہ

ریاست کس کو ملنی چاہئے مناجان نے کہا میری میراث ہے۔ اسی قیل و
قال میں نوبت بایں جا رسید کہ دونوں طرف سے تقریباً چار سو مقتول اور
اکثر مجروح ہوئے۔ آخرکار ارباب رزیڈنٹ لکھنؤ نے مناجان اور والدہ
جہاں پناہ کو حراست میں لے لیا اور نصیر الدولہ جو سعادت علی خاں کے فرزند
تھے مسند ریاست پر بٹھایا، فارسی کی عبارت یہ ہے:-

خبر لکھنؤ.... شاہ فلک بارگاہ نصیر الدین غازی حیدر بہادر والی لکھنؤ
بتاریخ ہشتم ماہ جولائی سنہ حال بوقت یکپاس شب ازیں دار فنا راہگرائے
گردیدند۔ بیگم صاحبہ والدہ جہاں پناہ جنت نشین مع مناجان کہ پسر شاہ موصوف
است داخل محل سرائے شدہ دروازۂ خانہ جہاں پناہ واکنا نیندہ .... رزیڈنٹ
انجا بفور اطلاع از رنگ نشینی مناجان در آن مقام تشریف بردہ مستفسر شدند کہ
بحکم کدام کس بر مسند ریاست جلوہ افروز شدند جواب شد کہ میراث من
است و دریں قیل قال از مکالمہ نوبت بہ مجادلہ رسید تخمیناً چہار صد کس
از جانبین مقتول واکثرے مجروح شدند آخر کار ارباب رزیڈنٹ لکھنؤ مناجان
و مادر جہاں پناہ محبوس ساختہ و نواب ملک رتبہ عالی جناب نصیر الدولہ بہادر
کہ یکے از فرزندان نواب نامدار فلک احتجاب سعادت علی خاں صاحب زیب
افزائے ریاست فرمودند"

یکم اکتوبر ۱۸۳۷ء کا اخبار دوسری خبران الفاظ میں شائع کرتا ہے

صاحب دہلی اردو اخبار رقم فرمودہ کہ بتاریخ ششم ماہ اکتوبر سنہ
رواں عجیب وغریب وارادات دربازار دہلی رو نمود کہ بقالان بازار برائے
فوائد خود دہا وقت صبح نرخ گندم بست آثار وقت دوپہر شانزدہ آثار قریب
غروب آفتاب چہاردہ آثار و علی الصباح آں سیزدہ آثار مقرر کردہ تاہم مردم

غربا ما با این گرانی غلہ یک دانہ نرسید از یں رہگذر مفلسان و فاقہ زدگاں چوں مور و ملخ متفق بودہ غلہ از بازار مسجد فتحپوری و بازار چاوڑی و بازار میر خاں تا بازار اردو واز دہلی غارت و یغما نمودند"

اس خبر کا مطلب یہ ہے :۔

"۸ اراکتوبر سنہ رواں میں عجیب و غریب واردات رونما ہوئی ہے کہ بازاروں کے بقالوں نے خود غرضی کے ماتحت صبح کے وقت بیس سیر اور دوپہر کو سولہ سیر اور غروب آفتاب کے بعد چودہ سیر اور علی الصباح سترہ سیر مقرر کر دئے اس گرانی غلہ سے غریبوں کو ایک دانہ بھی نہیں ملا۔ مفلس اور فاقہ زدہ لوگ چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح راستوں میں جمع ہوئے بازار مسجد فتحپوری، بازار چاوڑی اور بازار میر خاں سے بازار اردو تک غلہ غارت کیا اور لوٹا۔

سلطان الاخبار کلکتہ یہ اخبار منشی غلام رحمان کلکتہ سے ۲ اگست ۱۸۳۵ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ میں جاری ہوا۔ ہفتہ وار سولہ صفحات پر مشتمل تھا یکشنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ سائز ۲۰×۳۰/۸۔ جلد اول نمبر ۲ اگست میں "اشتہار قیمت سلطان الاخبار" کے عنوان کے ماتحت اخبار کی قیمت کا ذکر اس انداز سے کیا ہے۔

"ایں کاغذ اخبار ہشت ورقی است قیمتش برائے اہل شہر کلکتہ دو روپیہ است برائے امیران و سفیران امصار دیگر محصول ڈاک زائد ہر دو روپیہ است مالک راقم احقر العباد رجب علی لکھنوی حسینی نسب ست۔

اس اخبار میں اور اخباروں کی طرح ملکی اور غیر ملکی خبریں شائع ہوتی تھیں دوسرے فارسی اخبارات خوشامد پسند ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کے افسران کے مدح خواں تھے ظلم کو دیکھتے اور پی جاتے تھے۔ اور اس کے خلاف اپنی قلم

سے ایک لفظ تک نہیں نکالتے تھے۔ سلطان الاخبار اس خصلت وطبیعت کا اخبار نہیں تھا وہ بے باک وندڈر حق گو اخبار تھا۔ صحیح رائے زنی سے نہیں چوکتا تھا ظلم کی مذمت کرتا تھا۔ ظالم کو بُرا لکھتا اور بُرا سمجھتا تھا۔

یہ اخبار اس وقت جاری ہوا جب کہ دہلی کے ریزیڈنٹ فریزر کا قتل ہو چکا تھا اور اس کا مقدمہ قتل عدالت میں جا چکا تھا۔ اور قتل کے الزام میں نواب شمس الدین آف لوہارو اور کریم خاں گل شہید ماخوذ ہو چکے تھے۔ اور عدالتی کارروائی شروع ہو گئی تھی۔

یہ مقدمہ معمولی مقدمہ نہیں تھا اور یہ وہ دور تھا کہ مغلیہ خاندان کے بادشاہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے رحم وکرم پر جی رہے تھے۔ اور ہر ہندوستانی خوف وہراس کی زندگی گذار رہا تھا۔

اس زمانہ میں دہلی کا ایک حاکم اعلےٰ قتل ہو جائے اور استغاثہ کے شہادتوں اور عدالتی کارروائیوں پر کوئی اخبار نکتہ چینی کرے گواہوں کو جب کہ عدالت میں مقدمہ گیا ہوا اور دروغگو لکھے — یہ ہمت وجرأت سلطان الاخبار کے مولوی رجب علی صاحب لکھنوی کی ہی تھی وہ جو بات صحیح سمجھتے تھے نتائج سے بے خبر ہو کر لکھ دیتے تھے انہوں نے فتح اللہ بیگ استغاثہ کے خاص الخاص گواہ کو ناقابل اعتبار لکھا۔ دروغگو ثابت کیا اور قوم وملت کے جاں نثار نواب شمس الدین اور کریم خاں کی تعریفیں برملا اپنے اخبار میں لکھیں ہیں

سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی نے بڑی عجلت کے ساتھ کریم خاں گل شہید کے مقدمہ کی کارروائی شروع کی۔ کریم خاں عدالت میں تشریف لے گئے۔ ۹ راگست ۱۸۳۵ء کا اخبار ۲ رجولائی کی بیٹھی کی کارروائی اس طرح لکھتا ہے۔

" کریم خاں جب کہ بیان دے رہا تھا اسکے چہرے سے ہمت و شجاعت کے آثار نمایاں تھے اس کے دل پر ذرہ برابر خوف و ہراس نہ تھا۔ اس جسارت طاقت کی وجہ سے انگریزوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے مسٹر فریزر کو ضرور قتل کیا ہے کریم خاں تمام دن عدالت میں کھڑا رہا اور بے باکی اور گستاخانہ طریقہ پر گفتگو کرتا رہا۔ مغل بیگ صاحبزادہ نواب شمس الدین جو اسی الزام میں ماخوذ تھے لیکن بعد میں بری ہو گئے تھے) ان کے پہلو میں بیٹھا تھا اس روز انگریز تماشبینوں کا بڑا ہجوم تھا۔ مگر کوئی ہندوستانی خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ہو عدالت میں نہیں آیا تھا اس لئے کہ وہ جگہ شادمانی و مسرت کی نہیں تھی۔

۱۴ ستمبر ۱۸۳۵ء کا اخبار ایک غمناک خبر کریم خاں کو پھانسی کی سزا ملنے کی سناتا ہے۔

" ۲۸ اگست کو کریم خاں کو جن پر ولیم فریزر کے قتل کا شبہ تھا ان کو حسب آئین انگریزی پھانسی دی گئی چار سو پیادہ سوار اسکے نگراں تھے گرفتاری کے روز پھانسی پاتے لمحہ تک کریم ان کے چہرہ پر کوئی ملال و رنج نہیں تھا۔ عبارت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

" از روز گرفتاری تا ساعتِ کشتن کدورتی و ملالی بر چہرۂ کریم خاں عیاں نبود "۔

کریم خاں گل شہید کے مزار پر ہندوستانی عوام نے جو بے پناہ اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا اور ان کے مزار پر پھول چڑھائے اور ان کی مغفرت کی دعا مانگنے کے لئے شاندار چراغاں کیا۔ ان واقعات و مناظر کا یہ اخبار نقشہ کھینچتا ہے اور خبر کے ہر ایک حصہ کے بعد دل جسپ اور طنز آمیز رائے زنی سے نہیں چوکتا۔ سلطان الاخبار ۲۰ ستمبر ۱۸۳۵ء کا راوی ہے۔ عنوان ہے

"مقبرہ کریم خاں گل شہید"

"بیشتر ازیں نوشتہ ام کہ کریم خاں را حسب دستور انگریزی بقصاص بردہ اند۔ مسلمانان شہر دہلی بر طبق وصیت او بہ بست و ہشتم اگست روز جمعہ جملہ مساجد فراہم آمدند دعائے خیر برای او نمودند و مغفرتش از خدا خواستند۔ لیکن در مسجد جامع دہلی مسلمانان را بہر دعا کردنش رفتن ندادند شاید کہ ایں ممانعت خبر از طرف سلطان بایمای انگریز آنست نامش گل شہید نہادہ است ہر شب عوام اہل اسلام بر مزارش ہجوم می آورند چراغاں روشن سازند و خنیاگراں ولولیاں ہم نوایاں بر گورش مجمع بہ نغمہ و رقص دل عالمی ربایند دریں روزہا در شہر دہلی ہمیں تماشا و غوغا است ....."

" بعض اخبار نویس انگریزی می نوشتہ است کہ اگر لاش کریم خاں را خاکستری کردند و بہوا می آوردند ہجوم مردم بر قبرش نشدی" گویم کہ ایں امر زیادہ تر باعث توحش و تکدر خلائق شدی بلکہ یقین بود کہ مردم بر سر بلوا می کردند ..... و قیامتی برپا می کردند"

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے :۔

" مسلمانان دہلی نے کریم خاں کی وصیت کے مطابق ۲۸ اگست جمعہ کے روز تمام دہلی کی مسجدوں میں کریم خاں کی مغفرت کے لئے دعائیں مانگیں لیکن جامع مسجد دہلی میں مسلمان دعا کے لئے نہیں جاسکے اس لئے کہ شاید انگریزوں کی ایما پر بادشاہ نے جامع مسجد میں دعا کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ عوام نے کریم خاں کا نام گل شہید رکھا ہے اس کے مزار پر ہر ایک رات کو مسلمانوں کا بڑا ہجوم رہتا ہے چراغاں ہوتا ہے اور ہزاروں قوال اس کے مزار پر گاتے بجاتے ہیں رقص بھی ہوتا ہے اور ان دنوں دہلی شہر میں اسی چراغاں و تماشہ

کا چرچا ہے ....."

"بعض انگریزی اخبار لکھ رہے ہیں کہ اگر کریم خاں کو جلا کر خاک کر دیا جاتا۔ اور ہوا میں اس کی خاک اڑا دی جاتی تو اس کے مزار پر لوگوں کا اس قدر ہجوم نہ ہوتا"

اِن خیالات فاسدہ کا جواب سلطان الاخبار دیتا ہے۔

"کہا جاتا ہے اگر یہ حرکت سرزد ہو جاتی تو عوام زیادہ مشتعل ہوتے اور یقیناً عوام بلوا کرا دیتے..... اور ایک قیامت برپا ہو جاتی"

نواب شمس الدین صاحب کے مقدمہ کی کارروائی جاری ہے۔ فتح اللہ خاں اور کرنیل اسکنر وغیرہ سرکاری گواہوں کی یہ پوزیشن ہے کہ گواہی دینا نہیں چاہتے۔ لیکن مجبور ہیں اور اس پر یہ زیادتی کی جارہی ہے کہ بیانات انگریزی میں قلم بند کئے جارہے ہیں جو عدالت چاہتی وہ لکھواتی ہے۔ گواہ یہ بھی معلوم نہیں کرسکتا کہ میرا کیا بیان لکھا جارہا ہے اگر معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ بات لکھی جارہی ہے تو اس کی تردید و انکار نہیں کرسکتا۔ اگر تردید و انکار کرتا ہے تو بیڑیاں پاؤں میں ڈال کر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کو سلطان الاخبار ۱۹ راگست ۱۸۳۵ء میں طنزیہ انداز میں لکھتا ہے۔

"اظہار گواہان بعبارت انگریزی حوالہ قلم نزاکت رقم می شود شاہد بیچارا دریافت نمی شود کہ انکار اقرار شدہ یا اقرار بانکار اگر عذرے بمیاں آورند فوراً زنجیر وپا شدہ بزندان می روند۔ اگرچہ بچنیں ثبوت چشم سزا و عذاب درحق ثواب از گورنمنٹ انگریزی دار ندعین روا است"

مقدمہ اختتام پر ہے طرح طرح کی چہ میگوئیاں کی جارہی ہیں۔ انگریزی اخبارات یہ تصور کر رہے ہیں کہ نواب صاحب کو پھانسی کی سزا نہیں دی جائیگی

بلکہ کالے پانی بھیجا جائیگا اس قیاس کے ماتحت انگریزی اخبارات نے اس سزا کی مخالفت کی اور اپنے انتقامی ذہن کے مطابق یہ سزا تجویز کی جس کو ۲ ستمبر ۱۸۳۵ء کا سلطان الاخبار نقل کرتا ہے۔

"نواب صاحب کو حبس دوام کی سزا ہرگز نہیں ملنی چاہیئے بلکہ پھانسی کی سزا ملنی چاہیئے تاکہ عوام عبرت حاصل کریں اور پھانسی بھی اس طرح ملنی چاہیئے کہ ان کے پاؤں میں زنجیر ہوا اور ان کو سر بازار زمین میں گھسیٹتا ہوا لے جایا جائے اس کے بعد پھانسی دی جائے اور ان کی لاش بھی ان کے وارثوں کو نہیں ملنی چاہیئے۔ بلکہ اس کو جلا دینا چاہیئے۔ تاکہ کریم خاں کی طرح شور وغوغا اور فساد نہ ہوا اور کوئی ہند وستانی قوم نصاری پر بازاروں میں طعن وتشنیع نہ کرسکے اور یہ۔ بتا سکیں کہ یہ مزار نواب شمس الدین کا ہے"

یہاں بھی سلطان الاخبار بے باکی کے ساتھ جواب دینے سے نہیں چوکتا اور انگریزی حکومت کے انصاف کی قلعی کھولتا ہے لکھتا ہے:۔

"جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ مسلمان اس فعل سے بہت برگشتہ ہوجائیں گے ان کے نزدیک یہ فعل خلاف شرع ہے اگرچہ نواب کے مقدمہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے کہ انہیں پھانسی دی جائے اگر عدالت نے انگریزی اخبارات کی تجویز کے مطابق عمل کیا تو یہ فعل چنگیز خاں کے افعال سے زیادہ قابل ملامت ہوگا۔ اور اس سے فساد عظیم برپا ہوجائے گا اگر کوئی انگریز کسی کو قتل کردیتا تو ہرگز حکام وقت اس کو پھانسی کی سزا نہیں دیتے بلکہ رنگیک تا دلیں گھر کے ہی کو رہا کردیتے"

بالآخر پھانسی کا حکم سنایا جاتا ہے اور پھانسی دیدی جاتی ہے ۵ اکتوبر ۱۸۳۵ء کے اخبار میں پہلے صفحہ پر پہلی سرخی یہ ہے خبر قتل نواب شمس الدین"

قتل کی مختصر کیفیت اس طرح دی جاتی ہے۔

"اہل اخبار حکایت کرتے ہیں کہ بروز شنبہ شام کے وقت دہلی کی طرف سے کلکتہ میں خبر پہنچی کہ نواب شمس الدین کو ۸۔ اکتوبر ۱۸۳۵ء جمعرات کے روز علی الصباح پھانسی دی گئی۔ اخبار بنگال ہیرلڈ لکھتا ہے کہ تین ہزار تفنگچی آتش بار اور سپاہ پینا اور توپچی جلادت نشان اور چند توپیں متصل پھانسی کے کھڑی تھیں اور رسالہ اول کے سوار رسالہ اسکنر اور ایک رسالہ اور اس کے ساتھ بہت سے پیادے بھی وہاں موجود تھے نواب مظلوم کو پالکی میں بٹھا کر قتل گاہ میں لائے اسوقت ان کے چہرے پر ذرہ برابر بھی ملال و رنج وغم کے آثار نہیں تھے، قدم مردانہ اور ہمت جوانانہ اپنے آپ کو موت کے سپرد کیا اور انگریزی قانون کے مطابق ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد پھانسی پر سے لاش اُتر والی گئی اور ہر اعضا کے بند جدا کروائے مقتل سے قبرستان لے گئے اور دفن کر دیا، سوائے انگریزی فوج کے کوئی بھی دہلی کا باشندہ اور دہلی کے ارد گرد کا رہنے والا خواہ وہ فقیر ہو یا امیر خواہ وہ عورت ہو یا بچہ کوئی تماشہ دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔"

"اخبار انگلش مین" میں ہے کہ جب پھانسی کشمیری اور موری دروازہ کے درمیان نصب کی گئی تھی اور فوج چاروں طرف لگا دی گئی تھی۔ نواب صاحب کے دونوں ہاتھ پشت کی طرف باندھ دئے گئے تھے اور گلے میں رسی ڈال کر پھانسی دی گئی تھی جسم میں اتنی قوت و توانائی تھی کہ تین منٹ تک پاؤں حرکت کرتے رہے۔ لاش اتار لی گئی اور وارثوں کو سپرد کر دی گئی۔ حالانکہ قتل گاہ شہر کے بالکل قریب تھی لیکن ایک بھی متنفس نواب صاحب کے قتل کو دیکھنے کے لئے نہیں آیا۔"

یہ خبریں انگریزی اخبارات کی نقلیں جو بزرگوں سے روایت پہنچی ہے وہ یہ ہے
۲۲ نومبر ۱۸۳۵ء مطابق یکم شعبان ۱۲۵۱ھ کے اخبار میں اس طرح بیان کی گئی
ہے۔ فارسی کی عبارت یہ ہے۔

خبر دہلی:- روزیکہ نواب شمس الدین خاں مرحوم را بقتل بردند دروازہائے شہر دہلی را بند نکردہ بودند و بے سپاہان را منع از تماشہ نکردند نعش نواب شمس الدین را بحفاظت دو کمپنی تلنگہ تا بقدم رسول بردند و دفن نمودند قریب ہشت ہزار مردم از اہل اسلام بر جنازہ اش نماز گزاردند سرآمد علماء آفاق مولانا محمد اسحق پیش امام بودند و اہل شہر بتقریب تعزیت نزد مغل بیگ خاں پدر تلن نواب می رفتند کسے معترض حال بنود"

اس فارسی خبر کا مفہوم یہ ہے۔

"جس روز نواب شمس الدین خاں مرحوم کو شہید کرنے کے لئے لے گئے۔ شہر کے دروازے بند نہیں تھے اور لوگوں کو تماشہ دیکھنے کے لئے بھی منع نہیں کیا گیا۔ نواب شمس الدین کی نعش کو دو کمپنی کے "تلنگہ" بحفاظت قدم رسول تک لیگئے ان کو دفن کیا تقریباً آٹھ ہزار مسلمانوں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور علماء آفاق مولانا محمد اسحق صاحب نے جنازہ کی امامت فرمائی اہل شہر نواب شمس الدین کے صاحبزادے اور ان کی والدہ کے پاس تعزیت کیلئے گئے کوئی بھی معترض نہیں ہوا"

خداوند رب العزت جن کو قوت ایمانی دیتا ہے اور جو مرد مجاہد ہوتے ہیں ان کے قدم پھانسی کے پھندے یا پھانسی کے تختے پر نہیں ڈگمگاتے وہ اپنے ارادے اور عزم کے مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں جان و مال اور تاج و تخت ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ نواب شمس الدین بھی ان ہی مردانِ مجاہد میں سے ایک تھے۔ یکم نومبر ۱۸۳۵ء کے اخبار میں نواب شمس الدین کا ایک آخری نعت

کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا گیا ہے :

"... نواب صاحب کو مغل بیگ خاں نے غسل دیا اور زیر زینہ قدم رسول میں دفن کیا۔ جس وقت نواب صاحب پھانسی کے تختے پر پہونچ گئے تھے ایک پادری وہاں آیا اس نے کہا کہ اس وقت تمہارا اب خدا سے ہی تعلق و واسطہ ہے یہ دار ہے اور جلاد ہے اگر عیسائی مذہب اختیار کر لو تو ثواب پاؤگے اور بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گے۔ نواب ہنسے اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت و فضیلت کا میں منکر نہیں ہوں لیکن یہ وقت مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ پر تھا کہ یہود اور دوسرے لوگوں نے ان کو بلا کسی جرم کے بے گناہ ثابت ہونے پر پھانسی پر چڑھا دیا تھا اور اب نصاریٰ مجھ کو بے قصور و بلا ثبوت جرم پھانسی پر چڑھا رہے ہیں "

جب کسی قوم پر زوال کا وقت آتا ہے تو اس پر نفسانیت چھا جاتی ہے اپنے مفاد اور اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اچھی بری کی تمیز مٹ جاتی ہے اور انسانی ہمدردی ماؤف ہو جاتی ہے۔ یہ وقت بھی ایسا ہی تھا۔ ہندوستان کے ایک باغیرت شخص نواب شمس الدین پر بلاوجہ قتل فریزر کا الزام تھوپا جا رہا ہے۔ قوم کے غدار مخبر اور جاسوس غلط رپورٹیں کر کے اور شہادتیں دے کر ان کو پھانسی پر چڑھوا رہے تھے ظفر شاہ کا باپ اکبر شاہ ثانی جیسے شخص کو نواب شمس الدین کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہئے تھی اس کی جان بچانے کے لئے ہر جتن کرنے چاہئے تھے اس کے برعکس ان غداروں کو جنھوں نے نواب شمس الدین کے خلاف جھوٹی شہادتیں دیں جھوٹی مخبریاں کیں ان کو خلعت اور انعامات سے نوازا۔ اس لئے نوازا کہ میری وفاداری پر انگریز بہادر شک نہ کرے۔

زوال کا وقت تھا۔ اکبر شاہ کی آنکھیں بند تھیں وہ بھی اپنے اور پرائے کی تمیز بھول چکا تھا۔ اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ نواب شمس الدین کی طرح میرے بھی پوتے ان ہی ہاتھوں سے قتل ہوں گے اور میرے بیٹے بہادر شاہ سے یہی لوگ خاندانی تخت و حکومت چھین کر اس کی بڑھاپے کی زندگی جیل میں کٹوائیں گے اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

لیجئے ان غداروں کے نام سے واقف ہو جائیے جنھیں بادشاہ نے انعامات و خلعت اور جواہرات سے نوازا خلعت اور انعامات کی تفصیل بھی ۱۳ اکتوبر ۱۸۳۵ء کے اخبارات میں ملاحظہ کیجئے۔

"حضور سلطان دہلی نے چند جاسوسوں اور گواہوں کو جنھوں نے قتل رزیڈنٹ میں گواہی دی تھی اور جاسوسی کی تھی ان کو خلعت اور مال و دولت عطا کئے ان کے نام بتائے جائیں تو منفعت اور عبرت سے خالی نہیں ہیں خوشحال گوجر کو آٹھ ہزار دینار خزانۂ شاہی سے دئے گئے اور تین سو روپے ماہوار تاحیات مقرر کیا گیا یہ وہ درد غگو گوجر ہے جس نے کریم خاں کو قاتل فریزر بتایا تھا اور قسمیں کھا کر یم خاں کو گرفتار کرنے کے لئے پولس کو تیار کیا تھا۔ بلاقی جمعدار سات سو پچھتر روپے۔ سنگین بیگ۔ کوتوال کو چار ہزار دینار منشی رکنا کو دو ہزار پانچ سو روپے۔ اور حمایت علی کو جو مخبر تھا سیندار کی حمایت و مدد کرنے کے سلسلے میں دو ہزار پانچسو روپے۔ ادینا میواتی کو پانچسو روپے، منولال اور آغا جان کو ہزار ہزار روپے اور تمام دہلی کے تھانیداروں کو دو ہزار دینار اور سنگین بیگ کوتوال کے داماد کو تین ہزار روپے اور مرصع زیور کوتوال کی لڑکی کو مفت دیا گیا"

میں خلعت و انعامات پر فاضل اڈیٹر تبصرہ کرتا ہے۔

"ایں انعام و مشاہرہ بقدر فراست و زبان آوری و شہادت است کہ اہل استحقاق را زر عطا کردند یا میرانداوہ اند اگر گوئی ہمیں مردم فقیران و محتاجان درگاہ سلطان اند و بس"

انتقام کا سلسلہ ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ ۵ ستمبر ۱۸۳۵ء کی اشاعت میں نیا شگوفہ پھانسی کی خبر سنئے:۔

"ان ہی دنوں انگریزی کارندوں نے دیوان کشن لال کو قید کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاسوسوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ یہ دیوان کشن لال بھی قتل فریزر میں شریک تھا"

اس خبر پر بھی ایک طنز آمیز مختصر سا تبصرہ کیا گیا ہے۔ مولوی رجب علی حسینی فرماتے ہیں:۔

"شاید کہ ارباب انصاف بقتل نواب شمس الدین رفع ملال نہ کردہ اند کہ بقبل ہندوی دیدہ طمع دوختہ اند باید دید کہ ایں مقدمہ چہ رنگ بر می آورد"

سلطان الاخبار بھی رسیدہ اخبارات ۱۸۴۷ء کی تحریر کے بموجب ۱۸۴۲ء تک تو نکلتا رہا اس اخبار کو نواب شمس الدین کی روح سے ملنے کی عزت کب حاصل ہوئی اس کا کچھ پتہ نہیں لگتا تھا

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

دہلی اردو اخبار

نیشنل آرکائیوز آف انڈیا دہلی میں دہلی اردو اخبار ۱۸۴۰ء و ۱۸۴۱ء کی مکمل جلدیں ہیں۔ ۱۸۴۰ء کے ابتدائی پرچوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اخبار پہلے دہلی اردو اخبار کے نام سے جاری ہوا۔ اس کے پہلے مہتمم سید حسین صاحب تھے۔ جنھوں نے پہلا پرچہ چھاپا۔

اشتہار

احکام

صاحبکلاں بہادر

اسکے بعد معین الدین صاحب مہتمم ہوئے ۲۴ر اگست ۱۸۴۳ء کو موتی لال پرنٹر پبلشر اور مہتمم بنے۔ اپریل ۱۸۴۳ء میں مولانا محمد باقر مہتمم کی حیثیت سے کام کر رہے تھے لہ ۲۰ اپریل ۱۸۴۴ء کے بعد اخباروں میں محمد حسین مہتمم کی حیثیت سے روشناس کرائے گئے لہ ۹ اگست ۱۸۵۳ء میں کیا ہتا پڑی کہ ایک نوٹس شایع ہوا کہ:۔

امداد حسین مالک پریس نے ۲۰ اگست ۱۸۵۳ء کو منشی محمد باقر سے گراں قدر رقوم لے کر پریس فروخت کیا۔ منشی محمد باقر نے اپنے لڑکے کے نام خریدا لیکن ۲۴ مئی ۱۸۵۴ء کی اشاعت میں پھر امداد حسین کو پرنٹر و پبلشر لکھا گیا تھا کہ محمد باقر امام باڑے والے کو بالآخر آخری فیصلہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو ہوا اور امداد حسین کو اس کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا گیا اور (مولانا) محمد حسین (آزاد) پریس کے پروپرائٹر پبلشر مقرر ہوئے اور وہی آخر دم تک رہے۔ اس اخبار کا ایڈیٹر مولوی محمد باقر صاحب تھے۔ دہلی اخبار کے نام سے یہ اخبار ۱۰ مئی ۱۸۴۰ء تک شایع ہوتا رہا۔ اس کے بعد ۱۷ مئی کا پرچہ دہلی اردو اخبار کے نام سے چھپا۔ اسوقت بھی مولوی معین الدین صاحب اسکے مہتمم تھے اور ۲ اگست ۱۸۴۰ء تک مولوی صاحب ہی مہتمم رہے ۲۴ اگست ۱۸۴۰ء کے پرچہ میں مولوی معین الدین کا نام نہیں۔ بلکہ موتی لال کا نام بحیثیت پرنٹر و پبلشر اور مہتمم کے شایع ہوا۔

عام طور پر ناقدین و مورخین نے دہلی اردو اخبار اور دہلی اخبار کو علیحدہ علیحدہ اخبار لکھا ہے۔ مثلاً مولانا احسن مارہروی نے تاریخ نثر اردو میں اس کا تذکرہ اسی انداز سے کیا ہے۔

دہلی اردو اخبار کب سے جاری ہوا متفق ائے تو یہی ہے کہ ۱۸۳۶ء میں شایع ہوا۔ لیکن پروفیسر اشتیاق حسین قریشی نے اس اخبار کا اجرا ۱۸۳۷ء میں بیان کرتے ہیں اور ۳ر جنوری ۱۸۴۱ء جلد ۴ کے نمبر ۲۰۲ کے حساب سے

لہ رجسٹرڈ نیوز پیپرز ۱۸۴۳ تا ۱۸۴۶ء لہ ایضاً لہ اسلامک کلچر حیدرآباد دکن ۱۸۵۰ء

بھی یہ پرچہ جنوری ۱۸۴۳ء میں نکلنا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ایک معتبر راوی مولانا محمد حسین آزاد مرحوم اپنی مشہور اور معرکۃ الآرا تاریخی و ادبی تصنیف "آب حیات" صفحہ ۴۷ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"۱۸۳۶ء میں اردو کا اخبار دہلی میں جاری ہوا، اور یہ اس زبان میں پہلا اخبار تھا کہ میرے والد مرحوم کی قلم سے نکلا۔"

مولانا محمد حسین آزاد کی ابتدائی زندگی اس اخبار کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے وابستہ رہی ہے اور آپ آخری زمانہ میں اس اخبار کے مہتمم اور دہلی اردو اخبار و پریس کے مینجر رہے ہیں اس لئے ان کا فیصلہ مستند ہے۔

مارگریٹا بارنس اپنی تصنیف انڈین پریس میں اس اخبار کو ۱۸۳۸ء میں شایع ہونا بیان کرتا ہے جو صحیح نہیں ہے اول تو اس اخبار کے نمبر اس تحریر کی تردید کر رہے ہیں دوسرے مرزا غالب کے خط نے تو بالکل وضاحت کر دی کہ ۱۸۳۷ء میں یہ اخبار جاری تھا۔ یہ خط مرزا صاحب نے چودھری عبدالغفور سرور کو لکھا تھا۔

"جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی محمد باقر دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینہ میں چار بار نکلا کرتا ہے مسمی بہ دہلی اردو اخبار بعض اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں۔ اگر احیاناً آپ کے یا آپ کے کسی دوست کے ہاں جمع ہوتے چلے آئے ہوں تو اکتوبر ۱۸۳۷ء سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں جن میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر مندرج ہو بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل بجنسہ میرے پاس بھیج دیجئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ اکتوبر کی ساتویں یا آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ء میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اس مہینہ میں

یا دو ایک مہینے کے بعد سکتے کہہ کر گذر رانے ہیں"

گارساں دتاسی کو بھی اس اخبار کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ اس نے دہلی کے ابتدائی اخباروں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"اگر ہم دہلی کی طرف رجوع کریں تو اس شہر کا سب سے پرانا اخبار سراج الاخبار ہے۔ دہلی اردو اخبار اردو میں چھپتا ہے"

دہلی اردو اخبار کا اس بے اعتنائی سے ذکر کرنا اور اردو اخبار کو سراج الاخبار کے مقابلہ میں پرانا ماننا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں دتاسی نے قیاس سے کام لیا اور انہوں نے سراج کے لفظ سے یہ سمجھا کہ بادشاہ کا نام سراج الدین ہے اس لئے یہ اخبار انہوں نے جاری کیا ہوگا اور بادشاہ سے پہلے اخبار کون جاری کر سکتا ہے۔ اور جو بھی اخبار جاری ہوئے ہیں وہ سراج الاخبار کے بعد ہی جاری ہوئے ہونگے۔ اس لئے انہوں نے یقین کیا کہ سراج الاخبار ہی سب سے پرانا اخبار ہے۔ حالانکہ سراج الاخبار ۱۸۴۱ء میں جاری ہوا۔

دہلی اردو اخبار کی ۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں میں مولانا محمد باقر صاحب مرحوم کا جس انداز سے ذکر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اخبار سے مولانا محمد باقر صاحب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۴ اگست ۱۸۴۱ء کی اشاعت میں اشتہار کے عنوان کے ماتحت ایک کتاب اور اس کے مصنف کا اس طرح تعارف کرایا گیا ہے

"سرکار مہر و مصدرہ صاحبان صدر بورڈ ریونیو جس کا وعدہ چھاپے کا ہم نے سابق میں کیا تھا اب چھپ چکا ہے جن کو منظور ہو اس چھاپہ خانہ کے سپرنٹنڈنٹ کو لکھیں فوراً بلا توقف بھیجا جائے گا۔ واضح ہو یہ ترجمہ کیا ہوا ہے مولوی محمد باقر نامی ایک صاحب کا جو سابق میں مدرس تھے۔ مدرسہ خاص

دہلی میں سررشتہ داری کلکٹری اور تحصیلداری مدت تک کی ہے۔ مال کے کام میں بہت مہارت رکھتے ہیں"

۲۸ فروری ۱۸۴۰ء کے پرچہ کے آخری صفحہ پر آخری چھوٹی سی خبر یہ شایع ہوئی ہے

"مولوی محمد باقر جو نائب سررشتہ دار تھے فوجداری خاص دہلی میں وہ بعہدہ سپرنٹنڈنٹ محکمۂ ہندو بست خاص دہلی منصوب ہوئے"

معلوم ہوتا ہے یہ بے رُخی اور لاعلمی کا اظہار مولانا محمد باقر صاحب مرحوم سے اخبار نے اس لئے کیا کہ مولانا باقر سرکاری ملازم تھے ملازم سرکاری کو جیسے کہ آج کل کوئی کاروبار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس وقت بھی یہ دقت پیش آئی ہوگی اس لئے ان کو اخبار سے غیر متعلق رکھنا مناسب سمجھا گیا:

مولانا باقر کا ذاتی پریس دہلی اردو اخبار کے نام سے تھا جس میں یہ اخبار چھپتا تھا یہ پریس مولانا کے مکان میں ہی لگا ہوا تھا [1]

اس پرچہ کا ماہانہ چندہ دو روپے ششماہی گیارہ روپے اور سالانہ بیس روپے تھا۔ بڑے سائز $\frac{20\times30}{8}$ پر دو کالمی چھپتا تھا اسکے مخصوص عنوان حضور والا اور صاحب کلاں تھے۔ حضور والا کے عنوان کے ماتحت بادشاہ دہلی ظفر شاہ کے حرکات وسکنات واحکام اور قلعہ معلّٰی کے حالات درج ہوتے تھے۔ صاحب کلاں کے ماتحت ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران مثلاً گورنر کے احکام اور دربار کے حالات لکھے جاتے تھے۔ غیر ممالک کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں ہندوستانی ریاستوں اور دہلی کے دربار کی خبروں کے ساتھ ان کی بدانتظامیوں پر سنجیدگی اور آزادی کے ساتھ تبصرے ہوتے تھے۔

---

[1] فوائد الشائقین دہلی ۱۸۴۶ء

اڈیٹر کے قلم کی زد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے حکام بھی آجاتے تھے۔ اس اخبار کا اڈیٹر برائی کے خلاف آواز اٹھانا اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ اس کے ذہن میں امیر اور غریب ہندو مسلم اور سکھ کا امتیاز نہیں تھا جس میں اچھائی دیکھتا اس کو برملا ظاہر کرتا تھا۔

اس اخبار میں خاص طور پر دہلی کی سیاسی مجلسی اور تمدنی زندگی پر روشنی ڈالی جاتی تھی یہ اخبار تعلیم کا زبردست حامی تھا تعلیمی اداروں کی پبلسٹی کرتا تھا۔ مثلاً مدراس بنگال کالج اور اسکولوں کی خبریں نمایاں طور پر شایع ہوتی تھیں۔ تنگ نظر نہیں تھا۔ انگریزی علاج کی حمایت میں جو خطوط آتے اس کو بھی شایع کرتا تھا بشری کمزوریاں بھی اس میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس میں کہیں کہیں اس بات کی جھلک آجاتی ہے کہ اخبار کا ایڈیٹر مسلمانوں کے کس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے

یہ اخبار خبروں کا مجموعہ ہی نہیں تھا۔ بلکہ ادبی مضامین بھی اس میں نظر آتے ہیں۔ اس میں ذوق، غالب اور مومن وغیرہ شعرا کی غزلیں اور کبھی کبھی طرحی غزلیں بھی درج ہوتی تھیں کبھی اس میں زبان اور محاورات کی بحثیں بھی چھڑتی تھیں۔ حضرت ذوق کی وفات (۱۸۵۴ء) کی تاریخیں اور مرثیے کافی عرصہ تک چھپتے رہے۔ مولانا محمد حسین آزاد فرماتے ہیں۔

"شعرائے ہند نے جس قدر تاریخیں ان کی کہیں آج تک کسی بادشاہ یا صاحب کمال کو نصیب نہیں ہوئیں اردو اخبار ان دنوں دہلی میں جاری تھا۔ برسوں تک کوئی اخبار اس کا ایسا نہ تھا جس میں ہر ہفتہ کئی کئی تاریخیں نہ چھپی ہوں [۱]۔

---

[۱] آب حیات ص ۴۵۹۔

چنانچہ ۱۸ فروری ۱۸۵۴ء کے پرچہ میں استاد ذوق کی وفات کی خبر ان الفاظ میں شایع ہوئی ہے۔

"خبر درد اثر رحلت الملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق استاد خاص حضور اقدس حضرت ظل سبحانی افسوس صد افسوس کہ شہنشاہ ملک سخنوری خرد اقلیم معنی گستری ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم خاں ذوق ملے ۲۴ صفر شب آخر چہار شنبہ ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۸۵۴ء عالم فانی سے لبوئے عالم جاودانی رحلت کی الحق یہ وہ مصیبت عظامی ہے کہ اگر صاحب زبان محاورہ فرس ریختہ اردو بلکہ تمام اہل سخن ہند پر آسمان ٹوٹا ہے حضور والا کو جب اطلاع اس واقعہ جانکاہ کی ہوئی باوجودیکہ دربار عام تبقریب چہار شنبہ ہوتا تھا اور سب ارکین سلطنت باریابی مجرے کو حاضر لیکن سب کو برخاست کر دیا اور حکم دیا کہ شاہزادگان والا تبار مع جمیع اہل دربار استاد مرحوم کی مشایعت جنازہ میں شریک ہوں۔"

اب اس اخبار کی آزادانہ پالیسی کا جائزہ لیجئے۔ ۶ ستمبر ۱۸۴۰ء میں یہ خبر درج کرتا ہے۔

"سوکیت منڈی۔ حال فتح سوکیت منڈی اور گرفتاری راجہ کا مفصلاً اس طرح دریافت کرتا ہے کہ راجہ وہاں کا بیچ ادا کرنے خراج معینہ کے لیت و لعل کرتا تھا اس لئے کنور نونہال سنگھ نے جنرل ونتورا صاحب کے تئیں مع ایک سپاہ معقول کے وہاں بھیجا صاحب موصوف نے وہاں پہنچ کے شہر کے تئیں محاصرہ کیا۔ راجہ نے جب قوت مقابلہ کی اپنے تئیں نہ دیکھی تو از راہ عجز و انکسار پیغام صلح کا بھیجا اور قول و اقرار کیا کہ ہر قسط میں ستر ہزار روپیہ داخل خزانہ سرکار لاہور کے کروں گا بعد اس قول و قرار کے جنرل موصوف نے

ساتھ بہانے عطا کئے خلعت کے راجہ کے تئیں اپنے لشکر میں بلایا راجہ کے حیلہ سے جنرل مذکور کے بے خبر تھا بئے حفاظت مراتب خیمہ میں جنرل موصوف کے آیا بعجرد پہنچے راجہ کے دو پلٹنوں کے پہلے سے مامور تھیں اس خیمہ کے تئیں محاصرہ کیا اور دو پلٹنوں اور ہمراہیان نے راجہ کو گھیر لیا"۔

اس خبر کے لکھنے کے بعد اخبار کا اڈیٹر اپنی غیر پسندیدگی کا اظہار اس طرح کرتا ہے :"

اس حرکت کو اکثر دانا لوگ ناپسند کرتے ہیں کیونکہ بعد درستی عہد پیمان صلح کے عہد شکنی خلاف رسم آئین سلاطین [illegible] زمال ہے"

۲ دسمبر ۱۸۴۱ء کی اشاعت میں انگریزوں کے خلاف کابل کے لوگوں کے جذبات کا اظہار کس خوب صورتی کے ساتھ کرتا ہے خبر کے الفاظ یہ ہیں
"کابل: مضمون سے ایک چٹھی کابل کے حال بے تدبیری اور بے انتظامی صاحبان پولٹیکل بہت دریافت ہوتا ہے ایک مثال ان کی بے تدبیری کی یہ ہے کہ انہوں نے کمسریٹ یعنی گودام اور اسباب توپ خانہ کو شہر کے اندر رکھا تھا جو کہ آخری سرکشوں کے ہاتھ لگ گیا اور سپاہ انگریزی بغیر اس کے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئی مارا جانا سر الگزنڈر برنس اور اور افسروں کا اوفیشل چٹھیوں سے ثابت ہوتا ہے .... قندھار میں بھی چند افسر کام میں آئے ...."

رائے یہ ہے :-
" اس میں شک نہیں کہ اس طرف کے لوگ گورنمنٹ سے مذہبی اور ملکی، دونوں طرح کا کینہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ" ان کافروں نے اس ظالم بادشاہ (شاہ شجاع) کو ہمارا حاکم بنایا ہے"

مشنری پادریوں کی پارسی عورتوں کو عیسائی بنانے کی غیر شریفانہ حرکتوں کا ۹ مارچ ۱۸۴۳ء کا اخبار پردہ چاک کرتا ہے۔

"بمبئی کے اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں میں وہاں رئیسوں نے اہل اسلام اور ہنود گبرو ترسا وغیرہ اقوام مختلف میں سے متفق ہو کر ایک عرضی حضور گورنری میں گذاری مضمون اس کا یہ ہے کہ پادریان انگریزی بہ ترغیب و تحریص پارسیوں کے لڑکوں کو مذہب عیسوی میں لاتے ہیں اور ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ فرزندوں کو ہر قوم کے اپنے مذہب میں شامل کریں۔۔۔۔ التجا ہے کہ محکمہ گورنر حکم صادر ہو کہ بار دیگر کوئی پادری کسی مذہب کے بارے میں کچھ تلقین نہ کرے"۔

انگریزی عملہ کی بدعنوانیوں کو دوسرے انداز سے ظاہر کیا ہے۔

کلکٹر نے ایک ملازم کو علیحدہ کر دیا ہے اس ملازم نے آگرہ اخبار میں ایک خط شایع کرایا ہے۔ دہلی اردو اخبار ۲۸ جون ۱۸۴۰ء میں اس خط کا ترجمہ شایع کیا ہے اور اپنی رائے بھی ظاہر کی ہے رائے اور خط پڑھیے۔

"اخبار آگرہ مورخہ ۱۸ جون میں ایک چٹھی دیکھنے میں آئی جو کہ در بیان ظلم و ستم اپنے کلکٹر کے ایک شخص نے بھیجی ہے ترجمہ اس کا لکھا جاتا ہے۔

"ہمارے صاحب کلکٹر بہت بے لیاقت ہیں اور کچھ درباب امورات سٹلمنٹ اور ریونیو کے نہیں جانتے ہیں صاحب چٹھی بیان کرتا ہے کہ ہم نے خدمت گورنمنٹ کی پچیس تیس برس کی ہے اور اس قدر مدت میں ہمارا عہدہ درجہ بدرجہ بڑھا لیکن ماسٹر خوش نہوا موقوف کر دینے کو ہماری خدمتوں کو اور پھینک دینے کو ہماری پنشن اس بلندی سے جو کہ ہم نے ۲۵ برس میں حاصل کی تھی اور خراب و تباہ کر دینے کو ہمیں اور

ہماری طرف یہ رکھا کہ نہیں لیاقت کام کی نہیں ... مگر حقیقت میں مطلب اصلی ان کا یہ تھا کہ ان کے رفقا اور اپنے آوردہ اضلاع دور دراز سے آئے ہوئے ہیں اور صاحب کو پرورش ان کی تہ دل سے منظور ہے ...۔“

اس چٹھی پر یہ تبصرہ کیا گیا ہے۔

”اصل مضمون مندرجہ چٹھی ہماری رائے میں بھی درست ہے ہندوستانی عملہ ناحق بدنام ہے۔ اگر ان کی تنخواہ بھی قرار واقعی ہو جائے مثل عملگان انگریزی کے موقوفی بحالی ان کی منحصر ہو۔ حاکمان ذی اقتدار ہو، نہ ہر ایک کلکٹر مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹران نو آموز جوان عمر ہو، تو جو اوصاف انگریز لوگ انگریزوں کے بیان کرتے ہیں وہ اہل ہندوستانیوں میں ضرور بکثرت ہیں۔“

پولیس کی نا اہلیت و غیر ذمہ داری اور پولیس کی مجرموں سے ساز باز کی شکایتیں اس اخبار میں بکثرت نظر آتی ہیں۔ کم و بیش ہر ایک اخبار میں اس قسم کی خبر کسی نہ کسی صفحہ پر نظر آئے گی۔ کلکتہ کی آزادانہ چوریوں کا ۱۹ اپریل ۱۸۵۱ء کا اخبار اس طرح نقشہ کھینچتا ہے۔

”دریافت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں ہنگامہ چوری کا وہاں ایسا بازار گرم ہے کہ شہریوں نے رات کو سونا ترک کر دیا ہے ہر شب چور دولتمندوں کے گھر دیں میں آکے جو کچھ نقد جنس پاتے ہیں لیجاتے ہیں اور ارباب پولس سے کچھ تدارک اس کا نہیں ہوسکتا۔ ظاہر چوروں سے سازش رکھتے ہیں وگرنہ ممکن نہیں کہ ہر شب بے سازش پاسبان اور ارباب پولس کے چوری کرنے کی جرأت کر سکیں۔“

۱۴ دسمبر ۱۸۵۱ء کے پرچہ میں پولس والوں کی شرارتوں اور چوروں کی حمایت پر تبصرہ کیا ہے:۔

"تھا ینڈری مملکت انگریزی علی الخصوص در و غگان ۲۸ پرگنہ قوانین اپنی طرف سے تراشتے ہیں یعنی انواع واقسام کی اذیت رعیت کو دیتے ہیں اور برخلاف قواعد کونسل کے عمل میں لاتے ہیں جہاں کہیں نقب یا چوری ہوتی ہے تو صاحب مال مسروقہ کو مجبور کیا جاتا ہے واسطے اخفاء واردات کے یعنی اس کو خوف دلایا جاتا ہے کہ درصورت اظہار مبتلائے بلائے عظیم بے عزت کیا جائے گا۔ اور جو کوئی نہیں مانتا تو برا بھلا سنتا ہے قید سے ڈرایا جاتا ہے بلکہ وہ متہم کیا جاتا ہے کہ خود نقب توڑنے کی ہے۔ اور اس وجہ سے قابل چالان اور سزا ہے۔ حتی کہ اس سے اور ہمسایوں سے اس کے دھمکیوں سے روپیہ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب نوبت ہے کہ لوگ اس ڈر کے مارے زبان پر حرف چوری کا نہیں لاتے اور حکام کچھ نہیں کرتے۔"

۱۰ مئی ۱۸۴۲ء کی اشاعت میں روپے کے تبادلے کے سلسلہ میں خزانے کی شکایت بیان کی گئی ہے۔

"۱۰ تاریخ کو بڑا کھانا دھوم دھام کا صاحب کلال بہادر کے ہاں ہوا۔ اور ناچ ہوا۔ اکثر لوگ سے شکایت سنی جاتی ہے کہ روپیہ خزانوں میں جو داخل ہوتا ہے تو نہایت کرارا لیا جاتا ہے اور جو وہاں سے دیا جاتا ہے تو ثلث کا اور اہل غرض بجز گوارائی قلبی کے کچھ بسبب جہالت اپنی کے احکام سرکاری سے خود لیاقت جواب ہی نہیں اور جو نوبت تکرار کی طول پکڑے تو خزانچی صاحب کو عذر پہچان وزن کافی ہے۔"

جب کہ مدرسہ دہلی میں تعلیم کے لئے فیس کا ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا تو اس پر دہلی اردو اخبار نے ایک احتجاجی طویل آرٹیکل ۲۸ مارچ ۱۸۴۱ء کے پرچہ میں لکھا جس کا مختصر اقتباس دیا جاتا ہے۔

"مدرسہ دہلی ..... ایک چٹھی جنرل کمیٹی کی اس مضمون کی بھی ہے کہ کوئی آدمی نہیں تعلیم پاویگا مگر اس کے وارث حق تعلیم اس کا ادا کریں۔"

(تنقید) مشہور ہے کہ اس انتظام کو کوئی شخص اہل شاہجہاں آباد سیکھنے کا قصد نہیں کرنے کا چند وجوہات سے (۱) جب تنخواہ کچھ نہ ملی اور بلکہ الٹا کچھ دینا پڑیگا اور مدرسہ سرکار میں بھیجنا جہاں سو طرح کی قیدیں ہیں کیا فائدہ وہ لوگ شہر میں مطلق العنان جہاں چاہیں جس وقت چاہیں اکتساب علم کر سکتے ہیں جو ان کے پاس خود حاضر ہے تابعداری کرے پھر ان کو کیا ضرورت ہے جو مدرسہ میں مولوی صاحب کی تابعداری کریں قیود اور قواعد معینہ سرکاری کے مقید رہیں۔"

جرائم کو روکنے کے بارے میں مہذب ملکوں نے اب یہ نظریہ قائم کر لیا ہے کہ جرائم سزا سے ختم نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اخلاقی تعلیم دے کر اور اقتصادی بدحالی کو دور کرنے کے لئے صنعتی اور زراعتی کاموں میں بے کار آدمیوں کو لگا کر روکا جا سکتا ہے۔ چنانچہ دہلی اردو اخبار کے فاضل اڈیٹر نے آج سے سو سو سال پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کو مشورہ دیا تھا کہ ڈاکوؤں پر ظلم و ستم کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ ان کو زراعتی کاموں میں الجھایا جائے ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۴۱ء کے اخبار میں یہ مشورہ درج ہے

"راجپوتانہ: بسبب کثرت فساد اور بے انتظامی اور سرکشی کے جو اس ضلع میں ہوتی رہتی ہیں صاحب کرنیل صدرلینڈ میجر روبنس اور کپتان لینگ ریسول گئے ہیں۔ واسطے تجویز کسی مشورہ کے جس سے آئندہ کو یہ بے انتظامی رفع ہو یہ لوگ بہت لئیق اور عاقل ہیں اور غلب ہے کہ ان کی تجویز سے رفع فساد نہ ہوگا۔ سنا جاتا ہے کہ ان اضلاع کے بھیلوں اور

اور مینوں کا پیشہ قدیم الایام سے چوری اور غارتگری ہے اور یہ لوگ کسی ٹھاکر وغیرہ کی سرکردگی میں ہمیشہ تاجروں اور مسافروں کو لوٹتے رہتے ہیں۔ اور آدمی کا مار ڈالنا انہیں ادنیٰ سی بات ہے اور باوجودیکہ ہر ایک عہد میں ہر ایک حاکم نے اکثر ان لوگوں کو سزائیں دی ہیں اور جلا وطن کر دیا ہے اسپر بھی یہ لوگ اپنے فعلوں سے باز نہیں آتے بعضوں کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں پر ٹیکس یعنی جزیہ مقرر کیا جائے اور ان کی سرزنش بھی سرکار کی طرف سے ہوتی رہے تو ایسے یہ لوگ روبراہ آجائیں لیکن اکثر بدلائل یہ کہتے ہیں کہ تقرر جزیہ بجائے فائدہ کے خرابی ہوگا۔ یعنی وہ لوگ جزیہ ایک جبر اپنے اوپر تصور کرکے اور زیادہ خیرہ ہو جائیں گے اور چوری غارت گری میں مصروف رہیں گے۔ واسطے ادا کرنے زر جزیہ کے اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ہر ایک ان میں سے فراخ حوصلہ زمین افتادہ واسطے کشت کار کے مل جائے اور تین چار برس محاصل ان سے نہ لیا جائے۔ غرض کہ اس میں زمین بھی درست ہو جائے گی اور وہ لوگ بھی کشت کار میں مصروف رہیں گے تو تاخت وتاراج میں کوشش نہ کر سکیں گے اور چونکہ زمین زرخیز ہے یقین ہے کہ بشرط شر و د محاصل کثیر ہوا کریگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ صاحبانِ موصوفین اس باب میں تدبیر شائستہ عمل میں لاویں گے۔"

چنانچہ کپتان بر ڈل جو انسداد ٹھگی پر مامور کئے گئے تھے انہوں نے مولانا محمد باقر کے مشورہ پر عمل کیا۔ ۸ راگست ۱۸۴۱ء کا اخبار اسی قسم کی خبر شائع کرکے اپنی خوشنودی اور رائے کا اظہار کرتا ہے۔

"مجوسان: جبل پور میں بموجب درخواست میجر سلیمن صاحب کے اکثر ٹھگ مجتمع کئے گئے تھے۔۔۔۔۔ چار سو ٹھگوں سے قالیچے اور شطرنجی وغیرہ کا

کام لینے لگے پہلے تو انہوں نے ناراضامندی ظاہر کی، آخرالامر ایک روز جس گھر میں رہتے تھے آگ لگا دی۔ سنا گیا کہ اب بہت پختہ مکان بنا یا گیا ہے۔ سو وہ لوگ اب راضی ہو گئے ہیں بخوبی کام کرتے ہیں۔"

(رائے)" فی الحقیقت یہ طریقہ اس قسم کی محنت لینے کا اور تعلیم محبوسین و مجرومین کی بہت مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ بعد میعاد معینہ جس وقت محبوسین رہائی پاویں گے تو مرتکب افعالِ بَد کے اغلب ہے کہ نہ ہوویں کس واسطے چار آنہ آٹھ آنہ کی محنت مزدوری انہیں آجائے گی تو روٹی کما سکتے ہیں صاحبان مجسٹریٹ اضلاع کو بہت مناسب ہے کہ اس طریقہ پسندیدہ کو زیر نظر رکھیں چنانچہ ہمارے شہر (دہلی) کے صاحب مجسٹریٹ نے یہ نیک چلن بہت اختیار کر رکھا ہے اور اکثر بذاتِ خود جیل خانہ پر جاکر واسطے جاری رہنے اِس نیک طریقے کے بہت کوشش رکھتے ہیں سنا جاتا ہے کہ اب اکثر لوگ جو قید سے رہائی پاتے ہیں تو اس قدر افعالِ قبیحہ چوری وغیرہ کے نہیں ہوتے۔ جیسے کہ پہلے تھے۔"

بہادر شاہ ظفر سے اس اخبار کے ایڈیٹر کو خاص عقیدت تھی کبھی خورد آنہ طریقے سے بادشاہ کے مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بادشاہ کے خلاف بھی قلم کو جنبش دیدیتے تھے جب حکیم شرف الدین کی جگہ حکیم احسن اللہ خاں کو شاہی طبیب مقرر کیا گیا تو ۲۴ر فروری ۱۸۴۰ء کے اخبار میں یہ خبر درج ہوئی۔

"حکیم احسن اللہ خاں کو خلعت پارچہ کا تین رقم جواہر مع خطاب عمدۃ الحکما معتمد الملک حاذق الزماں حکیم احسن اللہ خاں بہادر ثابت جنگ مرحمت ہوا۔ اور حکیم مذکور کو بجائے حکیم شرف الدین کے واسطے خاص حضور والا کے سرفراز ہوئے کہتے ہیں حکماء ہندوستانیوں میں یہ حکیم بہت تیز ذہین

سلیم الطبع بخربہ کار ہیں۔ پہلے والی اکبر کے ہاں تھے وہاں ان کا بہت اعتماد تھا"
حکیم احسن اللہ خاں کا تعارف کرانے کے بعد ان کی تقرری پر سنجیدگی
اور معقولیت کے ساتھ رائے زنی فرماتے ہیں۔

"ایک حکیم قدیمی سالہا سال کا جو بدت ہائے مدید سے مزاج دان حضور
والا کا ہے وہ پسپا ہو جائے اور ماضی پڑے اور یہ شخص غالب آوے۔ اور
اس شخص کو غلبہ ہو"

پرانے اور قابل اعتماد ساتھی حکیم شریف الدین کو نظر انداز کرنے کا
نتیجہ ظفر شاہ نے دیکھ لیا کہ حکیم احسن اللہ خاں نے دشمنوں یعنی انگریزوں کا
ساتھ دیا۔ مخبری کی اور بغاوت کے مقدمہ میں بادشاہ کے خلاف شہادت دی
اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بہادر شاہ ظفر کے دل میں اپنی
رعایا کی محبت کا جذبہ تھا جہاں تک اس کے امکان میں تھا وہ ان کا بھلا چاہتا
خصوصاً اپنے ملازموں کے ساتھ اس کا برتاؤ ہمدردانہ تھا۔

جب مہتمم قلعہ مرزا شاہرخ اور نواب حامد علی خاں صاحب نے ملازموں
کی تنخواہوں میں کمی کرنے کی تجویز بادشاہ کے سامنے رکھی تو بادشاہ نے اس کو
تسلیم نہیں کیا۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۸۴۴ء کی خبر پڑھیئے کہ بادشاہ اس تجویز پر کیا
حکم دیتے ہیں۔

"حضور والا۔ مرزا شاہرخ بہادر اور نواب حامد علی خاں کو حکم ہوا کہ
مابدولت کے تئیں کم کرنا کسی کی تنخواہ کا منظور نہیں ہے اگر تم سے بندوبست
نہیں ہو سکتا تو کچھ اور تدبیر کی جائے گی۔ مرزا صاحب موصوف نے عرض کی
کہ سابق نوازش خاں مختار نے بھی کمی تنخواہ کی تھی چنانچہ یہ بات مشہور
ہے ارشاد ہوا کہ مابدولت کو حق تلفی کسی کی منظور نہیں ہے"

جمہوریت کی تمام لیوا حکومتیں اور شخصی حکومتوں کے مخالف حکام اس واقعہ سے سبق لیں کہ وہ آئے دن کس بے دردی کے ساتھ غریب رعایا پر ٹیکسوں کا بار ڈالے چلے جا رہے ہیں۔

اسی طرح جب مرزا شاہرخ مہتمم نے کچھ ملازموں کی تنخواہیں تقسیم نہیں کیں اور ملازموں نے اپنی تنخواہوں کی وصولیابی کے لئے واویلا کیا۔ اس مہتمم نے جل کر ملازموں کو قلعہ میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی اس وقت بھی بادشاہ نے قرضخواہوں کی حمایت کی اور ممانعت کے خلاف حکم صادر فرمایا، ۱۴ مئی ۱۸۴۳ء کی اشاعت میں ہے

"بسبب الغیاث اور فریاد تنخواہ داروں کی مرزا شاہ رخ بہادر کو تاکید ہوئی کہ تنخواہ تقسیم کی جاوے سو کچھ لوگوں کو تقسیم ہوئی اور بعضے بچارے پھر باقی رہے۔۔۔۔ قرضخواہوں نے جو راستہ میں گھیرا تھا سو مرزا شاہ رخ بہادر نے حکم دیا کہ قلعہ کے اندر گھسنے نہ پاویں۔۔۔ لیکن حضور سے ارشاد ہوا کہ قرضخواہوں کو ممانعت قلعہ کی نہ کرنی چاہیئے اور درستی ان کی کرنی چاہیئے۔ دو لونڈیاں آرائش محفل پر سے صدقے کر کے دی گئیں۔"

بادشاہ اپنی رعایا کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ ہندو اور مسلمانوں میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ جہاں وہ پنڈتوں کو ملازم رکھتا تھا وہ علماء کی بھی خدمت کرتا تھا مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم و مغفور کی ملازمت کی خبر ۱۳ دسمبر ۱۸۴۰ء کے اخبار میں درج ہے۔

"مولوی محمد اسحٰق صاحب فائز ملازمت ہوئے۔ کچھ تذکرہ دین و مذہب کا ہوتا رہا۔ وقت رخصت حضور نے دو اشرفی اور چار سفید پشمینہ کی اور

مرزا ولیعہد بہادر اور بیگم صاحبہ اور مرزا شاہ رخ بہادر نے ایک ایک اشرفی نذر گزرانی۔"

اس دور کے دیگر نوابوں کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ رعیت میں کسی قسم کی تمیز نہیں کرتے تھے چنانچہ ۱۸۴۱ء میں بہاولپور ریاست میں قحط پڑا۔ تو نواب بہاولپور نے اپنی رعایا کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی خبر ۱۹ مارچ ۱۸۴۱ء کا اخبار شایع کرتا ہے

"بہاولپور۔ سنا جاتا ہے کہ اس برس بسبب قلت بارش باران رحمت الٰہی کے وہاں غلہ بہت گراں ہو گیا ہے رعایا بھوکی مرتی ہے۔ نواب رکن الدولہ۔۔۔ مرد بامروت اور سخی ہے وہ تباہی و حال خلائق پر رحم کر کے ہنود کو گیہوں اور مسلمانوں کو طعام پختہ تقسیم کر دیا ہے۔"

جس طرح ظفر بادشاہ رعایا کا بہی خواہ تھا اسی طرح بیگم ظفر بھی ان ہی خصوصیات اور صفات و سیرت کی مالک تھی۔ بیگم کی خودداری کا واقعہ ۳۴ مئی ۱۸۴۱ء کے اخبار میں دیکھیے

"حضور والا:۔ عرض ہوئی کہ مرزا شاہرخ بہادر نے بموجب حکم حضور کے ایک ایک دو دو سو روپے تنخواہ مقدار اشرف محل بیگم صاحبہ مرحوم اور تاج محل صاحبہ میں سے کم کر کے زر تنخواہ زینت محل بیگم کو بھیجا۔ بیگم صاحبہ ممدوحہ واسطے تقسیم تنخواہ محل کے حکم دیا کہ مرزا شاہرخ اور نواب حامد علی خاں نے عرض کی کہ واسطے تنخواہ کے روپیہ خزانہ میں نہیں ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے خفا ہو کر کچھ زیور نکال دیا کہ اسے گروی رکھ کر تنخواہ محل تقسیم کریں اور فرمایا اگر اسی طرح وا لویلا تنخواہ رہا کرے گی تو سب کو موقوف کر کے عملہ نیا مقرر کیا جائے گا۔ حضور انور نے بطور استماع زیور بیگم صاحبہ کو واپس بھیج کر اپنے پاس سے تنخواہ محل تقسیم کروائی۔"

بادشاہ برائے نام بادشاہ تھے اس لئے قلعہ کے ذمہ دارانہ عہدے بھی

کرتے تھے اور غریب ملازمین ان کی بدعنوانیوں کا شکار ہوتے تھے۔ دہلی اردو اخبار ان ذمہ دار لوگوں کی بدعنوانیوں کو آشکار کرتا ہے حسب ذیل تین اقوال سے قلعہ کی بدعنوانیوں کی حالت کا اندازہ لگ سکتا ہے ۱۲ فروری ۱۸۴۱ء کا اخبار راوی ہے۔

"حضور والا۔ عرض ہوئی کہ تنخواہ دار اور روزینہ دار بباعث سرودی تنخواہ کے بہت واویلا کرتے ہیں صرف علاقہ خانسامانی میں تین مہینہ میں سے ایک مہینہ کی تنخواہ تقسیم ہوئی مرزا شاہرخ کو حکم ہوا کہ ستانا غریب کا مناسب نہیں۔"

(۲) ۲ مئی ۱۸۴۱ء کا اخبار قلعہ کے بڑے بڑے جگادریوں کا کچا چٹھا بیان کرتا ہے:

"افواہِ عام ہے کہ قلعۂ مبارک میں عجیب طرح ہو رہی ہے شہر میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں الغیاث و فریاد اہل کاران شاہی کا ذکر نہیں تنخواہوں کا یہ حال ہے کہ کسی کے پانچ مہینے چڑھے ہوئے ہیں جو لوگ حضور رس ہیں یا مختار سے یا حکیم معالج حضور والا سے سازش رکھتے ہیں البتہ دو ماہ کی تنخواہ لے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ مختار نو تجربہ کار اور لنطا ہر نام شاہزادہ مرزا شاہ فرخ بہادر کا لیکن ایک حکیم صاحب جو کہ اب معالج ہیں حضور والا کے اور دو ایک لڑکے بلا وجہ جیکہ رائے کے اور ایک کوئی ملازم زادہ حافظ کر کے مشہور رہے اور چند حواشی اسی قسم کے مجتمع ہیں جو چاہتے ہیں سو کرتے ہیں۔ امورات سلطنت میں اب یہ لوگ اختیار تام رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ طبیب نبض دیکھنی جانے قارورہ پہچانے جیسا کہ مہاجن کاروکانداری جانے ملازادہ لڑکے پڑھانا جانے، امورات سلطنت و مہمات سے ان کو کیا نسبت

جب یہ لوگ مدار مہمات سلطنت ہوں تو کیا حال ہوئے"۔

(۲) "بردہ فروشی" کے عنوان کے ماتحت ۹ اپریل ۱۸۴۸ء کا اخبار قلعہ معلّٰی کی بد اخلاقی کے ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہے :-

"ان دنوں میں ایک مقدمہ عجیب و غریب دائر ہو رہا ہے فوجداری عدالت میں، ولایت علی جو کپتان ہے قلعہ مبارک میں سنا گیا ہے کہ محکمہ ایجنٹی میں پہلے خبر چند بردہ فروشی کی مسموع ہوئی .... وہاں سے صاحب مجسٹریٹ کو واسطے تحقیقات کے لکھا آیا ہے ہر چند ولایت علی نے انکار اس جرم سے ظاہر کیا چونکہ وہ قلعہ میں ملازم ہے اور قلعہ میں چپراسیان عدالت طلبی کو کسی کی نہیں جانے اس نے شہر کا آنا بند کر دیا ناظر لاچار رہا ایک روز کپتان مذکور اتفاقاً شہر میں سواری فیل ساتھ احتشام مردمان ہمراہی کے نازاں و فرحاں چلا جاتا تھا کپتان مذکور کو رستے میں جا پکڑا الحاصل پیش گاہ صاحب مجسٹریٹ سے ضمانت چھ سو روپے کی تین قسطوں پر لی گئی .... یہ رہنے والا ہے فرخ آباد کا وہاں سے پانچ لونڈیاں واسطے مرزا شاہرخ بہادر کے اس نے اپنے بھائی بندوں سے منگائیں "العلم عنداللہ" حقیقت میں راست کون سی بات ہے۔ مقدمہ زیر تجویز ہے ابھی حکم آخر نہیں ہوا"۔

۱۸۴۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور بادشاہ میں جو عدالت فوجداری دیوانی کے اختیارات کا معاہدہ ہوا، اس سے بادشاہ کی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے کہ بہادر شاہ کو سوائے قلعہ کے بیرون قلعہ عدالتی کارروائی کرنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ ۱۲ ردسمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار میں اس معاہدہ کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے۔

"مقدمات خاندانِ شاہی :- ایک دستور العمل مجوزہ گورنمنٹ درباب

حکومت عدالت دیوانی فوجداری بیچ مقدمات خاندانی سلطانی اور قلعۂ مبارک
مورخہ ۷ اکتوبر ۱۸۴۱ء جاری ہوا ہے منقسم ہے چند دفعہ پر بسبب عدم گنجائش
عبارت کا خلاصہ حسب ذیل مرقوم ہے۔

خلاصہ دفعۂ اول:- انتظام عدالت دیوانی فوجداری اندرون
قلعہ مبارک متعلق بادشاہی سے رہے اور حضور والا سنگین مقدمات میں ایجنٹ
سے مشورہ کریں گے۔ حاکمان عدالت کو قلعہ میں کچھ تعلق نہیں۔

دویم:- قلعہ والے جب باہر جاویں گے تو سوائے مفصلۂ ذیل بتے تک
زیر حکم عدالتین ہوں گے۔

سویم:- بادشاہ اور ولی عہد اپنی ذات سے حکم عدالتین سے اور بیٹے اور
بھائی بادشاہ حال اور سابق کے حکم عدالت فوجداری سے نہ دیوانی سے باہر ہیں۔
اور حکم فوجداری ان پر جاری ہوگا معرفت ایجنٹ دہلی کے جو نظر رکھے گا عزت ان
لوگوں کی

چہارم:- نالش جو دیوانی میں قلعہ والوں پر جو باہر رہتے ہیں ہوگی سو
معرفت ایجنٹ کے جوابدہی ہوگی۔

پانچویں:- بادشاہ اختیار رکھتے ہیں زندگی تک جائداد بیتول تعلق سلطنت
میں اور حاکم ہیں بیچ عطیہ سلطانی کے جو اپنی طرف یا پہلے بادشاہوں کی طرف
سے ہے اور جو لوگ اس طرح کے عطیہ کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ بادشاہ کو درخواست
دیں گے واسطے تجویز کے بے واسطہ یا بواسطہ ایجنٹ کے نہ عدالت دیوانی
میں اور اس میں فیصلۂ حضور والا نافذ ہوگا اور عدالت دیوانی اس پر عمل
کریگی اور اجرا کریگی اور سب دعوی اس عطیہ کے سوا بادشاہ پر یا ان پر جن
کو بخشش سلطانی ہے سماعت ہوں گے۔ عدالتوں میں فیصل ہوں گے مثلی

اور مقدمات جو حکم عدالتوں سے بموجب اس دستور العمل کے جاری ہوں گے قلعہ کے رہنے والوں پر اجراء اس کا معرفت اجنٹ کے ہوگا"

قلعہ معلیٰ میں بادشاہ کے یہ اختیارات بھی برائے نام تھے۔ معمولی حرکت پر اجنٹ بادشاہ سے بازپرس کر لیتا تھا۔ چنانچہ ۲ مئی ۱۸۴۱ء کی خبر ملاحظہ ہو۔

"اخبار قلعہ معلےٰ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک لونڈی کی ناک حضور والا نے بسبب مرتکب ہونے فعل شنیعہ کے کاٹ ڈالی سو اس باب میں اظہارات محکمہ اجنٹی میں ہوئے معرکہ عظیم در پیش ہے"۔

بادشاہ کی بھی ذہنیت و عادت بدل گئی تھی کہ انگریزوں کی اطاعت اپنے اوپر واجب سمجھتے تھے اور اپنے ماتحتوں کو بھی انگریزوں کی اطاعت کرنے کی تلقین کرتے تھے ۱۲ جولائی ۱۸۴۱ء کے اخبار میں یہ واقعہ درج ہے۔

"حضور والا:۔ مرزا محمود شاہ نے عرض کی کہ راجہ کیتھل نے ایک جریب بکار طلاء نقرہ اور ایک عرضی در باب کبوتروں کے بندے کے پاس بھیجی تھی صاحب کلاں بہادر اس بات سے ناراض ہوئے۔ چنانچہ بندہ نے جریب مذکورہ صاحب موصوف کے پاس بھیج دی اور بھیجنا کبوتروں کا موقوف رکھا ارشاد ہوا کہ جس میں مرضی صاحب کلاں بہادر کی ہو وہ کرو۔ خلاف رضا ان کی کرنا مناسب نہیں"!

جیسے "با اختیار" بادشاہ تھے ویسے ہی ان کی خلعت کی قیمت و حیثیت تھی۔ ۳۰ جنوری ۱۸۴۱ء کا اخبار انکشاف کرتا ہے اور "خلعت ہائے سلطانی" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے۔

"سنا گیا ہے کہ بتقریب جشن سلطانی تمام اعیان و ارکان خورد و کلاں کو پانچ سو سے زیادہ خلعت ہوئے۔ لیکن اب کے حال خلعتوں کا یہ سنا گیا

کہ ایک امتیازی خلعت جس خلعت میں رقم جواہر اور تین پارچہ تھے وہ ہزار دقت ودشواری اڑہائی روپیہ کو فروخت ہوا جس میں رقم جواہر ہوگی اس کو اسی پر قیاس کیا چاہیئے۔

حکومتوں کے عروج کا سبب حاکموں کے نیک اعمال ہوتے ہیں۔ اور حکومتوں کے زوال کا باعث بادشاہوں اور حاکموں کی بدنیتی، غیر ذمہ داری اور بداعمالیاں بنتی ہیں۔ دہلی دربار کے زوال کی آخری گھڑی کا نقشہ آپ نے دیکھ لیا اور دم دربار کی غفلت شعاری اور عیش پرستی کا سماں بھی دیکھئے۔ ہمار پارچ سلکھ ۱۸۴۱ء کے اخبار کی زبانی حال زار سنئے۔

"لکھنؤ:۔ اخبار آگرہ سے واضح ہوتا ہے کہ مقام مذکور میں بہ باعث نہ خبر پہنچنے ظلم ارکان سلطنت کے نیچ ہمایوں سلطانی کے رعایا بہت تکلیف پاتی ہے اور کوئی مظلوم اپنی داد وفریاد کو نہیں پہنچتا بازار اخذ وجبر کا بہت گرم ہے اور بہت بے انتظامی ہورہی ہے۔ مصداق اس کا یہ ہے کہ ۱۶ تاریخ ماہ گذشتہ کوتوال شہر مذکور نے کہ خسر نواب شرف الدولہ نائب وزیر سلطانی کے ہیں ایک دوکاندار نامی اور اشرف کو گرفتار کیا اور اس پر یہ تہمت رکھی کہ اس نے چوری کا اسباب خریدا ہے۔ مگر درحقیقت مطلب اخذ زر سے تھا۔ القصہ جب دوکاندار کو کشاں کشاں چبوترہ کوتوالی میں لے گئے تو پہلے تو اسے کوڑے مارنے شروع کئے بعد ازاں طرح طرح کی اذیت پہنچا کے اسے بے عزت کیا یہ حال دیکھ کر اور دوکاندار قریب تین سو آدمیوں کے جمع ہوکر محل سلطانی میں گئے اور تظلم سے کوتوال کے استغاثہ کیا شاہ جم جاہ نے جب شور وغوغا فریادیوں کا سن کر حال پوچھا تو حاضرین نے چونکہ نواب شرف الدین موصوف کی طرف سے ہر وقت معلماً کھڑے رہتے ہیں عرض کی

اہل ہنود بہ باعث قربت ایام ہولی کے اپنی رسوم بجا لاتے ہیں یہ اس کا غل ہے اور وزیر اور نائب وزیر نے بجائے فریاد رسی ان لوگوں پر پہرہ تعین کئے، چارناچار اہل حرفہ اور شرفا شہر نے اپنی جان و مال کی طرف سے خوفناک ہوکر رزیڈنسی میں فریاد کی اور شام تک کے واسطے رہائی اس بے گناہ دکانداروں کے لئے ٹھہرے۔ المقصہ اہل سلطنت نے ایسی ایسی تدبیریں جیسے کہ اوپر بیان کی گئیں ہیں، واسطے ناواقف ہونے والی اودھ کے حال رعایا سے کر رکھی ہیں یہ حال خاص دارالخلافہ کی رعایا کا سنایا جاتا ہے۔ حال رعایائے بیرونجات کا اسی سے تصور کیا چاہئے کہ عاملوں کے ہاتھ وہ کیا کیا ستم اور تکلیف نہ اٹھاتے ہوں گے"

یہ تو دربار کی حالت ہے شہر لکھنؤ کی جو کیفیت ہے وہ بھی ۲۹ مارچ ۱۸۵۴ء کی اشاعت میں پڑھئے۔

"واضح ہوتا ہے کہ ان دنوں بسبب عدم خبر گیری کے ملک شاہ اودھ کا بہت ابتر ہے اور ظلم سے عاملوں کی رعایا تباہ ہو گئی ہے۔ اور کوئی شب ہوتی ہے کہ جس میں خاص شہر لکھنؤ میں ایک دو نقب اور چوریاں نہیں ہوتیں کہتے ہیں کہ عدل میں شاہ اودھ کے کچھ خطا نہیں۔ مگر کارکنان سلطنت محض ناکردہ کار اور خائن ہیں کوئی حال ظلم عاملوں اور بدعت قضاقوں کا بارگاہ سلطانی تک نہیں پہنچاتا ہے ہر چند زمیندار اس طرف کے ادائے زر واجبی میں بے عذر رہیں، مگر عامل لوگ ناحق انہیں تباہ کرتے ہیں۔"

مولوی محمد باقر موجودہ زمانہ کے فرقہ پرست ایڈیٹروں کی طرح اگر فرقہ پرستانہ پالیسی کے حامی ہوتے اور مذکورہ تاجر کو فرقہ پرستی کی عینک سے دیکھتے تو اس کی مظلومیت کو نظرانداز کرکے ایک ڈاکو ثابت کرتے اور بادشاہ اودھ کے نالائق عمال کی قصیدہ خوانی فرماتے

لیکن وہ فرقہ پرستی کا دور نہ تھا اور مولانا محمد باقر بھی ایک منصف طبع انسان تھے انہوں نے اودھ کے حاکموں کے ظلموں کو بے نقاب کیا، ان کو اس سے بحث نہیں تھی کہ ظالم کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور مظلوم کس مشرب کا ہے۔

اسی طرح مولانا محمد باقر نے جہاں دہلی اور لکھنؤ کے ارباب حکومت کی غفلت شعاری اور غیر ذمہ داری کو بے نقاب کیا ہے وہاں انہوں نے کنور نونہال سنگھ والئی لاہور کی رعایا پروری اور مستعدی کو دیکھ کر اس کو اور سب حکمرانِ ہند پر فوقیت دی۔ دہلی اردو اخبار کا ۱۰ اکتوبر ۱۸۳۸ء کا تبصرہ پڑھیئے۔

"لاہور:- واضح ہوتا ہے کہ طبیعت مہاراجہ عالی جاہ فرماں روائے لاہور کی چند مدت سے علیل تھی اب معالجہ سے اطباء حاذق کے بہت افاقہ ہے۔ مگر نقاہت بہت کم ہو گئی ہے اس باعث اکثر نونہال سنگھ دربار فرماتے ہیں اور امورات ریاست میں متوجہ اور مصروف رہتے ہیں کہتے ہیں کہ کنور موصوف دانائی اور شجاعت اور عزم میں مہاراجہ سرگباشی سے کم نہیں ہیں اور وفات مہاراجہ سے عام عیش و عشرت کو جو لازمہ ایام جوانی اور دولت کے ہیں یک قلم ترک کر کے انتظام ملک اور پرورش رعایا اور آراستگی سپاہ اور دادرسی مظلوموں میں شب و روز متوجہ اور مشغول رہتے ہیں۔ الحق اس خورد سالی اور ایسی دولت میں اتنا نیک بخت اور اس قدر کار و بار سلطنت میں مصروف ہونا دلیل ترقی کی اور افزونی ملک و دولت کی ہے اور سرداران ہندوستان کا حال خلاف اس کے سنا جاتا ہے۔"

کنور نونہال سنگھ رعایا میں کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھتا تھا۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۳۸ء کا اخبار روایت کرتا ہے۔

"لاہور:- خلیفہ نورالدین انصاری نے عرض کی کہ اکثر مکانات ہندو او

کے بباعث صفائی میدان بیرون شہر کے مسمار ہو گئے ہیں ارشاد ہوا کہ قیمت مکانات منہدمہ کی تشخیص کر کے دلواؤ۔"

ایسٹ انڈیا کمپنی نے تقریباً تمام راجاؤں اور ہندوستان کے بادشاہوں سے دوستانہ معاہدہ کر لیا تھا لیکن انگریزوں کی بدنیتی اور معاہدہ خلافی کو دیکھ کر ہر راجہ اور بادشاہ انگریزی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کنور نونہال سنگھ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کرنے کے لئے دوست محمد خاں والی افغانستان کو ایک چٹھی لکھی جس کا اقتباس یکم نومبر ۱۸۴۰ء کے اخبار میں دیا گیا ہے۔

"لاہور۔ اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ کنور موصوف نے دوست محمد خاں کو لکھا ہے کہ تمہارے ساتھ ہو کے مقابلہ سپاہ انگریزی کا کروں اور فرزند خان مذکور کو طلب کیا ہے بایں اقرار کہ میں اس کو فوج سکھ کا سپہ سالار بناؤں گا۔ اور مشہور رہے کہ نیپالی لوگ بھی اس سازش میں شامل ہو جائیں گے۔"

کنور نونہال سنگھ اگر زندہ رہتا تو یقیناً انگریز ہندوستان میں اپنا قدم نہیں جما سکتے تھے لیکن افسوس کنور نونہال سنگھ کی بے وقت اور حسرتناک موت نے انگریزوں کے خاتمہ کی سکیموں کو خاک میں ملا دیا اس بہادر انسان کی موت عجیب طریقے سے واقع ہوئی تھی۔ دہلی اردو اخبار ۱۰ نومبر ۱۸۴۰ء میں یہ غمناک خبر شایع ہوئی۔

"مہاراجہ کھڑک سنگھ والی پنجاب نے جو کہ مدت سے عارضہ جسمانی میں مبتلا تھا۔ پانچویں تاریخ ماہ حال کو صبح کے وقت اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ اس واقعہ جانکاہ کے رانی ایسر کنوار ہمشیرہ سردار منگل سنگھ نے ارادہ ستی ہونے کا کیا اور قریب نواخت گیارہ گھنٹے کے مع تین باندیوں کے

ساتھ اپنے تئیں ساتھ مہاراجہ کے جلادیا۔ بعد جل جانے رانی صاحبہ وغیرہ کے مرقومہ نعش مہاراجہ کے سواری کے واسطے غسل طرف دریائے راوی کے بڑھی اور وقت گذرنے ایک پھاٹک میں سے بباعث صدمہ ازدہام ہاتیوں کے شہ تیر کنور نونہال سنگھ اور اودھم سنگھ راجہ گلاب سنگھ کے سر پر گرا دونوں مر گئے .... ارکان سلطنت نے کنور شیر سنگھ کو مسند راج پر بٹھا دیا ....
کنور نونہال سنگھ اور اودھم سنگھ کی چتا پر جا کر دو رانیوں نوجوان نے اوپر چتا کے جا کر زیور وغیرہ مالیت ایک لاکھ روپیہ کا برہمنوں اور محتاجوں کو دیا بعد ازاں چتا میں آگ دیدی اور وہ دونوں نازک بدن جو کہ تاب مہتاب بھی نہ لا سکیں تھیں جل کر خاکستر ہو گئیں۔"

۴ جنوری ۱۸۴۱ء کے اخبار کا چوتھا صفحہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی کنور شیر سنگھ پر التفات کی حقیقت اور کنور بہادر کی جوانی کی رنگ رلیوں پر روشنی ڈالتا ہے عنوان ہے "سرگذشت کنور شیر سنگھ"

"واضح ہوتا ہے کہ جن دنوں مہاراجہ رنجیت سنگھ متوفی ممالک قرب جوار کو قبض و تصرف لا کے اور اپنی ریاست کو بڑھا کے طرف دارالخلافہ سلطنت یعنی لاہور کے پہرے ان ہی دنوں بطن رانی مہتاب کنور سے شیر سنگھ اور کنور تارا سنگھ پیدا ہوئے لیکن چونکہ متاہ سدا کنور مہتاب کنور کے بہت محتاج اور مفلس تھی اس سبب مہاراجہ متوفی کو بیچ عصمت اور پارسائی رانی مہتاب کنور کے اشتباہ تھا۔ مگر جب کنور شیر سنگھ سن بلوغ کو پہونچا تو اس نے دعویٰ جاگیر کا کیا۔ مہاراجہ متوفی نے کچھ ملک اسے بطور جاگیر تفویض کیا۔ بعد ازاں شیر سنگھ نے بہت جد و جہد سے فنون سپاہ گری میں کچھ مہارت بہم پہنچائی۔ اور اس ذریعے سے منظور نظر مہاراجہ متوفی کے ہوئے مہاراجہ نے بکمال عنایت

ساتھ نظامت صوبہ کشمیر کے اس نے سرفراز کیا ان دنوں کنور موصوف بباعث ترغیب مصاحبانان عاقبت اندیش کے مے کشی اور تماشائے رقص و سرود میں متوجہ اور مصروف ہو گئے اور ان کے غفلت کے باعث انتظام کشمیر میں تخلل واقع ہوا۔ چنانچہ چھ برس ہوئے کہ مہاراجہ متوفی نے استماع خبر عیاشی سے کنور موصوف کو نظامت صوبہ مذکور سے معذور کرکے بلا لیا تھا۔ اور زیچ جاگیر قدیمی اس کے بھیج دیا تھا۔ بہر حال مہاراجہ متوفی کنور موصوف پر نگاہ توجہ رکھتے تھے۔ اور مثل اور فرزندوں کے اسے بھی عزیز رکھتے اور اب اس حالت میں کہ کوئی وارث مسند لاہور بجز کنور صاحب موصوف کے نہیں ہے تمام راجا اور ارکان سلطنت مناسب جانتے ہیں کہ کنور موصوف کو مسند ریاست پر جانشین کریں۔"

کنور نونہال سنگھ نے انگریزوں کے خلاف جو آگ لگائی تھی اس کی چنگاریاں پھیلنے لگی تھیں، اور پنجاب کے مختلف مقامات پر والی لاہور کی فوج سے انگریزوں کی جان و مال پر ڈاکے پڑنے شروع ہو گئے تھے ایک ڈاکہ کی خبر ۲۱ دسمبر ۱۸۴۰ء کی اشاعت میں ہے۔

"فیروزپور:۔ آگرہ اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ سکھوں کی طرف سے حرکات دشمنانہ شروع ہوئی ہیں یعنی ان کے ایک سردار نے مقام مٹھن کوٹ میں سے ایک انگریزی افسر کے جو کشتی پر چلا جاتا تھا بندوق سر کی کچھ سپاہ بھیج کر اکثر کشتیوں انگریزی کے تئیں جس میں سے کہ قریب پندرہ ہزار من غلہ کے تھا رکھ لیا اور بیان کیا کہ ہمیں دربار لاہور سے اس باب میں حکم ہوا ہے۔"

اس زمانہ میں ہر حاکم راجہ بادشاہ بغیر ایسٹ انڈیا کمپنی کے طابع تھا اور

کوئی راجہ بغیر ایجنٹ کی مرضی کے گدی پر نہیں بٹھایا جاسکتا تھا لیکن رانی کنور نونہال سنگھ بغیر ایجنٹ کی مرضی کے گدی پر قابض ہوگئیں ۔ ۲۰ ، دسمبر ۱۸۴۰ء کا دہلی اردو اخبار رقم طراز ہے ۔

فیروز پور :۔ ایک صاحب از روئے اخبارات لاہور کے اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں کہ رانی کنور نونہال سنگھ متوفی کی مسندِ ریاست لاہور پر رونق افروز ہوئی اور کنور شیر سنگھ گھبرا کے لاہور سے چلے گئے اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ رانی موصوفہ نے در باب اپنی مسند نشینی کے صاحب اجنٹ گورنر جنرل سے کچھ نہیں پوچھا اور کہا کہ میں تنہا اپنے ملک کی مالک رہوں گی اور مشہور ہے کہ رانی ممدوحہ یہ بھی کہتی ہیں کہ جیسے فرماں روائے انگلستان ایک ملکہ ہے میں بھی اسی طرح اپنے ملک میں فرماں روائی کروں گی اور سب کو اپنی دادگستری سے راضی رکھوں گی ۔"

اس زمانہ میں عام طور پر انگریزوں کے خلاف عوام میں بداعتمادی کا جذبہ پایا جاتا تھا اور عوام انگریزوں سے بہت خوف زدہ رہتے تھے جس کی وجہ سے آئے دن طرح طرح کے ظلموں کی افواہیں مختلف شکل میں پھیل جاتی تھیں شملہ میں ۱۸ جولائی ۱۸۴۲ء کے اخبار کی اشاعت کے مطابق یہ افواہ مزدوروں میں پھیلی ۔

" شملہ :۔ مقام مذکور میں ایک ایسا واقعہ ظاہر ہوا کہ جس کسی نے اسے سُنا بہت ہنسا اور متعجب ہوا کہتے ہیں کہ کسی شخص نے اوباشوں میں سے وہاں کے مزدوروں کے کانوں میں یہ پھونک دیا کہ صاحبان انگریز مزدوروں کو مار ڈالیں گے اور ان کی چربی کی مومیائی تیار کر کے واسطے معالجہ زخمیوں کے کام میں لا دیں گے سو جب دن ۔۔ سے یہ خبر مزدوروں نے سُنی ہے ۔ اسی

دن سے ظاہر ہوش و حواس نے ان کے قفس سر سے ایک دفعہ ہی پرواز کیا اور خوفِ جان سے چھپ رہے اور آبادی سے بھاگ کے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے گئے! القصّہ مزدوروں کے کم ہو جانے سے بہت کام بند ہو گئے ہیں مگر اغلب ہے کہ اب وہاں کے حاکموں نے اسباب میں کچھ تدبیر کی ہوگی جس سے مزدوروں کے دل سے یہ وسوسہ نکلے !!

کلکتہ کے کہاروں میں جو افواہ پھیلی اس کو ۱۷ جنوری ۱۸۴۱ء کا اخبار نقل کرتا ہے۔

" کلکتہ واضح ہوتا ہے کہ شہر مذکورہ بالا میں کسی مے کش یا بھنگ نوش نے کہاروں سے بیان کیا کہ ہاں جہاں تک بھاگا جائے بھاگو ورنہ سب مارے جاؤ گے کیونکہ ارباب گورنمنٹ کو مرکوز ہے کہ ایک پلٹن کہاروں کی نوکر رکھ کے ہمیں چین میں بھیجیں" کہاروں نے بغور سننے اس خبر وحشت اثر کے ہوش و حواس گم کئے اور ہر روز جوق در جوق بھاگنے لگے۔ القصّہ یہ خبر اہالیان گورنمنٹ نے سُنی اور ارباب پولس کو حکم دیا کہ در بابِ بطلان خبر کے منادی کریں۔ منادی سے کہاروں کو اطمینان ہوئی۔ اور باقی ماندہ نہ بھاگے۔ بلکہ بھاگے ہوئے بھی پھر آئے !!

ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت سے قبل ہندوستانی قوموں کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے۔ ایک دوسرے کے مذہبی اوتاروں۔ یا رشیوں پیغمبروں اولیاؤں اور گوروؤں کی عزت کرتے تھے، ان کی شان میں گستاخی کرنے کو بُرا سمجھتے تھے ایک دوسرے کے تہواروں میں شریک ہوتے تھے۔ تہواروں پر تحفہ تحائف آتے جاتے تھے۔ ایک دوسرے کے مذہبی عقائد اور جذبات کا احترام کرنا ضروری سمجھتے تھے چنانچہ مغلیہ

خاندان کے اکثر بادشاہوں کے عہد میں گاؤکشی ممنوع قرار دی گئی تھی۔ یہ سب
کچھ بھائی چارگی اور آپس کے اچھے تعلقات کا نتیجہ تھا اور باہمی رواداری تھی
جبر نہ تھا کہ ایسا کرو اور ایسا نہ کرو۔

لیکن ہندوستان میں انگریز نے جس وقت سے قدم جمایا اس نے ہندستانیوں
میں باہمی منافرت کا جذبہ پیدا کیا۔ پھوٹ ڈالوا ور حکومت کرو کی پالیسی عمل پیرا
ہوا۔ اور ایسی زہریلی فضا پیدا کی کہ ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں
کے خلاف شرمناک الزامات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ باجہ بجانے اور
گائے کو ذبح کرنے کے جھگڑوں میں انسان ذبح ہونے لگے۔ تہواروں
پر جھگڑے فساد برپا ہونے لگے۔ ایسا خطرناک منافرت کا ماحول جان
بوجھ کے پیدا کیا جاتا تھا جس سے آپس میں پھوٹ پڑے ناسک میں
جھگڑے کی وجہ اسی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ ۵ر دسمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار کی خبر
سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے :۔

" بمبئی کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ مقام ناسک میں بموجب حکم نہاں
کے مجسٹریٹ کے شہر میں گاؤکشی ہوئی تھی سو بہت بلوہ ہوا۔۔۔۔ جب کہ یہ مقام
گورنمنٹ کے قبضہ میں آیا تھا تو یہ شرط ہوگئی تھی کہ ان کے شہر میں کوئی شئے
خلاف ان کے (ھندوں) کے مرضی کے عمل میں نہیں آویگی "!

اندازہ لگائیے حکومت کا معاہدہ ہے کہ ہندوؤں کی مرضی کے
خلاف اس مقام پر کوئی کام نہیں ہوگا۔ اس معاہدے کے بعد مجسٹریٹ
کا اجازت دینے کا صاف مطلب یہ کہ ہندو مسلمان آپس میں لڑیں اور ہمارا
اُلّو سیدھا ہو۔ انگریز نے ہندوستان کے ہر مقام میں اسی قسم کی شرارت
کی اور ہندوستانی قوموں کو ایک دوسرے کا دشمن بنانے کی سکیمیں

چلائیں جس میں وہ کامیاب ہوا۔

۱۰ مئی ۱۸۴۸ء کے اخبار میں کانپور کے ہندو مسلم جھگڑے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے خبر یہ ہے :-

کانپور :- اس طرف کے اخبار سے واضح ہوا کہ شہر مذکور الصدر میں بباعث ضد مذہب کے درمیان ہندو اور مسلمانوں کے تنازع ہوئی۔ ہنود نے کچھ نسبت پیروان مسلمانوں کے بے ادبی کی اور علی ہذا القیاس مسلمانوں نے ان کے اوتاروں کی کچھ مذمت بے ادبانہ کی غرضیکہ آپس میں بہت زد و کوب ہوئی اور نوبت شمشیر پہنچی قریب تھا کہ صدہا آدمی طرفین سے مارے جائیں کہ اس اثنا میں کوتوال شہر معائنہ اس حال سے گھبرا کے صاحب مجسٹریٹ کے پاس چلا گیا صاف موصوف بہمراہی سواران پولس طرف شہر روانہ ہوئے اور دیکھا کہ ایک عالم مجتمع ہو رہا ہے اور دونوں گروہ مستعد جنگ و پرکاش ہیں اور اینٹ پتھر آپس میں چل رہا ہے۔۔۔ آخر بعد دو تین گھنٹے کے وہ لوگ بتدریج منتشر ہو گئے۔"

۱۶ مارچ ۱۸۴۱ء کے اخبار میں ہولی اور عشرۂ محرم کے جھگڑے کا ذکر ہے

"مراد آباد :- از روئے خط ایک دوست کے حال واردات شہر مراد آباد کا جو بتقریب اور عشرۂ محرم ہنود اور مسلمانوں میں گذرا خلاصہ اس کا طرح معلوم ہوا کہ پانچویں یکشنبہ کو علم کمان گروں کے اوٹھے بازار کٹرہ خوشحال رائے میں ہنود نے وقت آنے علموں کے کلمات ناملائم کہے اشخاص حاضر الوقت نے انہیں فہمایش کی جب طول کھینچا تو مسلمانوں نے چند ہنود کی پگڑیاں سر سے اتار کر پھاڑ ڈالیں۔۔۔

اُنیس آدمی زخمی ہوئے اور اسی قدر مسلمان اور دو ہندو ایک مسلمان مارا گیا۔

جس شرارت کی ابتدا یہ ہو تو ایک سو چھ سال کے بعد تو لازماً اس کا نتیجہ ۱۹۴۷ء کی قتل و غارتگری اور تباہی و بربادی ہی ہونا چاہئے تھا۔

مغلیہ بادشاہوں کے عہد حکومت میں کافی سوشل سدھار ہوا پھر بھی مغلیہ دور میں دو انسانیت سوز رسمیں باقی رہیں۔ بیوہ کا ستی ہونا اور بیوہ کا دوسری شادی نہ کرنا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ستی کی رسم کے ختم کرنے کا سہرہ راجہ رام موہن رائے کے سر ہے انہوں نے ہی پہلی مرتبہ ستی کی رسم کا بیخ کنی کرنے کے لئے جدوجہد کی کمودی اخبار جاری کیا اور حکومت ہند کو اس رسم کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے مجبور کیا، وہ اگر اس رسم کے خلاف جدوجہد کا آغاز نہ کرتے تو لازماً یہ رسم ہندوستان میں جاری رہتی اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان میں بیواؤں کو شادی نہ کرنے کے عذاب و مصیبت سے نکالنے کے جدوجہد کے بانی سوامی دیانند سرسوتی تھے۔ آج لاکھوں ہندو بیوہ عورتوں کی جو شادیاں ہوئیں وہ آریہ سماج اور اس کے بانی سوامی دیانند جی کا کارنامہ ہے ورنہ ہندوستان میں تمام بیوہ عورتیں رنڈاپے میں پوری جوانی اور زندگی ذلت و حقارت کے ساتھ گذارتیں، دہلی اردو اخبار ۱۴ اکتوبر ۱۸۴۱ئہ کی خبر سے بیوہ عورت سے شادی کرنے کی ابتدائی تحریک کا پتہ چلتا ہے جس کا آغاز کرنے کے لئے ایک مخیر انسان نے قدم اٹھایا تھا:۔

"کلکتہ:۔ چند مدت ہوئی کہ بابو موتی لال سیل نام ایک تونگر ساکن کلکتہ نے انعام دس ہزار روپے کا دینا کیا تھا۔ اس شخص کو جو ہندو ہو

اور نوجوان ہوئے اور کسی بیوہ عورت سے بیاہ کرے لیکن ایک شخص نے بھی جرأت نہیں کی تھی۔ مگر واضح ہوتا ہے کہ اب یہ حالت بیش ہونے کو ہے۔ یعنی ایک ہندوستانی عزت دار نوجوان آدمی جس نے کہ مدرسہ انگریزی المعروف ہندو کالج میں تربیت پائی ہے اس نے ایک جوان رانڈ عورت سے شادی کی ہے"۔

انگریزی ہو یا اردو اخبار ہو اس کی ابتدا، کلکتہ سے ہوئی اسی طرح ہندوستان کی سب سے پہلی سیاسی جماعت کی بنیاد بھی کلکتہ کے صحافتی حضرات نے ڈالی ۲۴ راکتوبر ۱۸۵۱ء کے اخبار میں اس جماعت کے قائم ہونے کی خبر شائع ہوئی تھی۔ جس میں اس کے اغراض و مقاصد بھی بتائے گئے ہیں۔

"وشتنو تیشونی سبھا:۔ کلکتہ کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ بموجب ایک اشتہار کے اخبار موسومہ پربھاکر کے ۲۶ تاریخ ماہ گذشتہ کو بیچ مقام کبرونگا حویلی بابو بھبا کو مل بوس ہیں ایک محفل ہندوستانی اشرافوں کی جمع ہوئی واسطے مطالب سوچنے ایسے ذریعوں کے جو کہ ان کی ملکی حالت کے تئیں بہتر کریں واضح ہو کہ یہ محفل مہتممان اخبارات ہندوستانی نے جمع کی تھی۔ اور اس میں بہت سے امراء اور تونگر آئے تھے۔ نوشت خواند اس محفل کی زبان بنگلہ میں ہوئی اور اکثر تجویزیں بمطابقت رائے آپ کے جاری ہوئیں چنانچہ یہ تجویزیں جو کہ منتخب اور برگزیدہ تھیں۔ ذیل میں درج ہیں۔

"اوّل کہ سوسائٹی یعنی محفل مذکور شامل ہوئے اور بالاتفاق کام کرنے ساتھ برٹش انڈیا سوسائٹی کے واسطے حاصل کرنے اپنے مطلبوں کے"۔

"دویم:۔ یہ کہ انگریزی اخبار مقرر کیا جائے واسطے ظاہر کرنے حقوق

ہندوستانیوں کے"

"تیسرے :۔ یہ کہ ایک عرضی پارلیمنٹ ملکہ انگلستان میں بھیجی جائے متضمن دادرسی ان کی فریادوں کے"

"چوتھی :۔ یہ کہ تمام بلغیر تمیز اور فرق رنگ اور مذہب یا قوم کے سوسائٹی مذکور میں مقرر کئے جائیں"

"پانچویں :۔ یہ کہ ۲۴ آدمی سال بسال چنے جاویں واسطے کمیٹی یعنی محفل مذکور کے البتہ بعد مقرر ہونے ان تجویزوں کے ۲۴ آدمی واسطے اس سال کے چنے گئے اور یہ بھلے مانس بباعث اپنی لیاقت کے قابل عہدہ مفوضہ کے خیال کئے گئے ہیں"

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی ڈاک کے انتظام کا حال ۲۸ نومبر ۱۸۴۱ء کے پرچے میں نظر پڑتا ہے۔

"مرلی سوداگر نے پانچویں ماہ حال کو ذمہ ڈاک انگریزی کیا گیا۔ ڈاک الہ آباد سے چھٹی تاریخ ساڑھے آٹھ گھنٹے بجے رات کے روانہ ہوئی اور کانپور میں ۷ تاریخ ڈیڑھ بجے شام کے پہونچی کہ بعد وضع پون گھنٹے ٹھہرنے فتحپور کے فی گھنٹہ آٹھ میل پہونچی"

ڈاک کا تفصیلی حال ۵ دسمبر ۱۸۴۱ء کے پرچے میں درج ہے۔

"ہفتہ گذشتہ میں چھپنے کچھ عمل حال جاری ہونے ڈاک بگھی کا الہ آباد سے کانپور تک درج کیا تھا اب حال اس طرح معلوم ہوا ڈاک بگھی مذکور ایک گھنٹہ میں دس میل انگریزی طے کرتی ہے۔ مگر اس میں کوئی دو چار لمحوں کا فرق ہو جاتا ہے تین تین کوس پر ڈاک چوکی مقرر کی گئی ہے۔ اور ہر چوکی پر چھ گھوڑے رکھے ہیں بگھیاں بھی بہت ہلکی بنائی ہیں یعنی ایک من دس سیر

وزن میں اور وزن یارسلوں کا کچھ کم وزیاد دو من سے ہوتا ہے۔ خبر ہے ماہ آئندہ سے اور مقاموں میں بھی بنارس سے دہلی تک جاری ہوگی۔"

وہ زمانہ کچھ خدا ترسی کا تھا۔ شرارت کرنے والوں، عبادت گاہوں اور قبروں کی بے حرمتی کرنے والوں کو سزا مل جاتی تھی۔ لیکن اب تو مسجدیں اور قبریں ہی نہیں بلکہ پورے قبرستان کی قبریں مسمار کردی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب نہیں آتا۔ ۱۰ مئی سنہ ۴۸ء کا اخبار "خبر عجیب" کے عنوان سے یہ خبر شایع کرتا ہے۔

"اخبار الکبیر سے واضح ہوتا ہے کہ پرگنہ زوج متعلقہ بہار میں ایک ماجرائے عجیب وغریب ہوا . . . . میر عبداللہ نے چاہا کہ پرگنہ میں قبریں مسلمانوں کی کھدوا کے ان کے سنگ وخشت سے ایک مکان واسطے کچہری کے تیار کرے۔ القصہ جب بیلدار قبریں کھودنے لگے اور دو کم سن لڑکوں نے آکر انہیں قبروں کو کھودنے سے منع کیا اور کہا کہ تم ہرگز قبریں نہ کھودو کہ مردانِ خدا کو تکلیف ہوتی ہے۔ بیلداروں نے کہنا لڑکوں کا خیال میں نہ لاکے کھودنا شروع کرلیا۔ لڑکوں نے کہا خیر اگر تم کہنا ہمارا نہیں ملنتے تو اپنے اعمال کی جزا پاؤگے وہ تو یہ کہہ کر غائب ہوگئے اور اس وقت موضع مذکور میں ایسی آگ لگی کہ تمام گانوں جل کے خاکستر ہوگیا۔"

دہلی بلکہ ہندوستان کے مشہور شریفائی خاندان کے بزرگ حکیم محمود علیخاں کے علاج مسیحائی کا ایک واقعہ ۵ دسمبر سنہ ۱۸۴۱ء کے اخبار میں مذکور ہے۔

"جے پور کے خطوط سے واضح ہوتا ہے کہ راؤ بجیو صاحب مصاحب راج بہت بیمار تھے اور امراض اس طرح کے متضادہ تھے مدت مدید سے کہ ان کا دفعہ مشکل تھا۔ حکیم محمود علی خاں سے رجوع کے ساتھ معالجہ کے سو اڈیڑھ مہینے

علاج ان کا کیا تھا جو عنایت الٰہی سے صحت کامل ہو گئی اور ۱۱ر نومبر حال کو غسل صحت کیا مجلس خوشی و شادمانی کی منعقد ہوئی۔ حکیم صاحب موصوف کو خلعت بیش قیمت پانچ پارچہ کا دوشالا سات سو روپیہ کا سونا لگا ہوا بطریق انعام عطا کیا۔"

کلکتہ کے انگریزی ہندی اخبارات آج کل بھی آزادانہ رائے زنی کرتے ہیں یہ آزادی ان کی جدی ہے۔ چنانچہ ۱۸۴۱ء میں ایک کلکتہ کے اخبار میں ایک صدر الصدور کے اعمال برگشتہ چھپی کی گئی۔ اس مقدمہ کی خبر ۴ر اپریل ۱۸۴۱ء کے پرچے میں دی گئی ہے کہ:۔

"مہتمم اخبار بھاسکر کلکتہ نے کچھ ملامت کی تھی صدر الصدور ۲۴ پرگنہ کی سو اس سے جواب طلب کیا گیا کہ اس بات کو ثابت کرو سکھنے والے کو تعادو یا تکذیب کر واپنی تحریر کی چوں مہتمم مذکور نے ایسا نہ کیا۔ گورنمنٹ میں نالش پیش ہوئی۔"

جہاں انسان میں خوبیاں ہوتی ہیں وہاں کچھ نہ کچھ کمزوریاں بھی ہوتی ہیں۔ نبیوں کے علاوہ عام انسان معصوم نہیں ہوتے ان سے لغزشیں ہوتی ہیں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ انتقامی جذبہ بھی ہوتا ہے۔ دوستی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

مولانا محمد باقر ایک آزاد خیال وسیع النظر خود دار اور حق گو انسان تھے اخبار نویسی کا جو اعلیٰ معیار انہوں نے قائم کیا وہ اردو صحافت میں نظر نہیں آتا لیکن ان کے اخبار میں بعض بعض جگہ ایسی بھی جھلک نظر آتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا کی فلاں آدمی سے پرخاش ہے۔ اس کی خبر لینا چاہتے ہیں چنانچہ مرزا غالب کی خبر ۲۲ اگست ۱۸۴۱ء کے اخبار میں اسی انداز سے شایع کی گئی ہے

ایک ایک لفظ اور ہر ایک فقرہ پر پھر پوری عبارت کے مفہوم پر غور کیجئے۔ خبر کا عنوان ہے قمار بازان:۔

"سنا گیا کہ ان دنوں تھانہ گذر قاسم خاں میں مرزا نوشہ کے مکان سے اکثر نامی قمار باز پکڑے گئے۔ مثل ہاشم علی خاں وغیرہ کے جو سابق بڑی علتوں ..... تک سپرد ہوتے تھے کہتے ہیں بڑا قمار ہوتا تھا لیکن باسبب رعب اور کثرت مردان کے یا کسی طرح سے کوئی تھانہ دار دست انداز نہیں ہوسکتا تھا۔ اب تھوڑے دن ہوئے یہ تھانیدار قوم سے سید اور بہت جری سنا جاتا ہے۔ مقرر ہوا ہے یہ پہلے جمعدار تھا بہت مدت کا نوکر ہے جمعداری میں بھی یہ بہت گرفتاری مجرموں کی کرتا رہا ہے۔ بہت بے طمع ہے۔ یہ مرزا نوشہ ایک شاعر نامی اور رئیس زادہ نواب شمس الدین خاں قاتل ولیم فریزر صاحب کے قرابت قریبہ میں سے ہے یقین ہے کہ تھانیدار کے پاس بہت رئیسوں کی سعی اور سفارش بھی آئی لیکن اس نے دیانت کو کام فرمایا۔ سب کو گرفتار کیا۔ عدالت سے جرمانہ علیٰ قدر مراتب ہوا۔ مرزا نوشہ پر سو روپے نا دا کریں تو چار مہینہ قید لیکن ان تھانہ دار کی خدا خیر کرے دیانت کو تو کام فرمایا انہوں نے لیکن اس علاقہ میں بہت رشتہ دار متمول اس رئیس کے ہیں کچھ تعجب نہیں کہ وقت بے وقت چوٹ چپیٹ کریں اور یہ دیانت ان کی وبال جان ہو۔ حکام ایسے تھانیدار کو چاہیئے کہ بہت عزیز رکھیں ایسا آدمی کمیاب ہوتا ہے۔"

مولانا محمد باقر دہلوی علیہ الرحمہ نے مرزا غالب مرحوم و مغفور کے متعلق جو فقرے لکھے ہیں وہ کچھ ہجو یہ نہیں ہے ایسی چشمکیں اور طنز چلتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن

نواب شمس الدین آف لوہارو کی رشتہ داری کو جس انداز سے مولانا نے منسوب کیا ہے وہ یقیناً قابل سبق اور عبرتناک ہے مولانا کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ میں بھی انگریزوں کے ہاتھوں قتل شیلر میں بے قصور شہادت کا درجہ پاؤں گا تو یقیناً نواب شمس الدین آف لوہارو کو قاتل فریزر نہیں لکھتے اور مرزا غالب کا ان الفاظ میں تعارف نہ فرماتے۔

۱۸۴۰ء اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں کے دو پرچوں میں کچھ غزلیں اور اشعار نظر آتے ہیں۔ دو غزلیں حضور والا (بہادر شاہ ظفر) اور شیخ ابراہیم ذوق کی دکھائی دیں۔ ظفر شاہ کا مقطع اور شیخ ذوق کا مطلع یہ ہے ؎

شعلہ رخسار پر اس کے ظفر پروانہ وار
جھونکے ہی دیتی ہے جان صبور اپنے تئیں

مری جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

۲۱ ستمبر ۱۸۴۱ء کے پرچہ میں ایک نامہ نگار نے شعر کے منتخب شعر شایع کرائے ہیں

کیا صوفی و کیا مے کش قائل مرے دونوں ہیں
پھر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونوں ہیں

ذوق بازی گر طفلاں ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

۱۸۴۳ء سے ۱۸۵۳ء کی جلدوں میں بادشاہ ظفر۔ شیخ ابراہیم ذوق۔ مرزا اسداللہ غالب حافظ غلام رسول۔ مرزا محمد علی بخت۔ مرزا حیدر شکوہ۔ مرزا جیون بخت۔ مرزا نورالدین کے کلام شایع ہوئے ہیں۔

اگست ۱۸۵۲ء میں مرزا نورالدین خلف مرزا سلیمان شکوہ کے انتظام میں جو مشاعرہ ہوا اس کی تفصیل ۵ ستمبر ۱۸۵۲ء کے اخبار میں شایع ہوئی۔ مرزا نورالدین کی غزل کا مقطع یہ تھا ؎

لو دعائیں مستجاب شاہ مرداں ہوگئیں شکر ہے سب مشکلیں شاہی کی آساں ہوگئیں

مرزا غالب نے اپنی مشہور و معروف غزل پڑھی جس کا مقطع یہ ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

بادشاہ ظفر نے یہ غزل ارشاد فرمائی ؎

چار آنکھیں تری کہ آفت جاں ہوگئیں

تیر سے اس کی۔ جگر سے پار مژگاں ہوگئیں

ظفر شاہ ۱۸۵۳ء کے آخری دنوں میں بیمار ہوئے تو نواب زینت محل نے بادشاہ کی صحت پر دو رباعیاں کہیں جو ۴ر دسمبر ۱۸۵۳ء کے اخبار میں چھپیں ؎

یہ صحت آپ کو با جاہ و فر مبارک ہو تمہیں یہ عمر دوبارہ ظفر مبارک ہو

دعا یہ دیتی ہے زینت محل شہا دل سے سلطنت تمہیں باکر و فر مبارک ہو

تمہیں یہ غسل صحت ہو مبارک ہمیشہ عیش و عشرت ہو مبارک

دعا زینت محل کی ہے شب و روز تمہیں یہ زیب و زینت ہو مبارک

اس رباعی میں زینت محل نے بادشاہ کو اپنی رفیقہ بننے کی بھی مبارکباد دی ہے۔ یہ ذومعنی رباعی دلچسپ ہے۔

۱۸۴۰ اور ۱۸۴۱ء کی جلدوں میں مطبع دہلی اردو اخبار کی کتابوں (مترجم (قرآن مجید مولوی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ، قرآن مجید مترجم مذہب امامیہ مشکوٰۃ شریف مترجم نواب قطب الدین، باغ وبہار، گلستاں، تذکرہ گلشن) کے علاوہ دوسرے مشتہرین کے اشتہار بھی چھپے ہیں مثلاً ۱۶ر اگست ۱۸۴۰ء کے اخبار میں نیلام اسباب پارٹ صاحب اور ۱۶ فروری ۱۸۴۰ء میں تلوار، شطرنج، میز کا اشتہار شایع ہوئے ہیں اس کے علاوہ اور اشتہار بھی چھپتے تھے ایک

دلچسپ اشتہار کا مضمون یہ ہے جو ۲۲ مئی ۱۸۴۱ء کے اخبار میں چھپا

"اشتہار:۔ سنا گیا کہ ایک سرکاری مفتی صاحب کے ایک مقدمہ پیش ہوا اخلاءً
مکان کا یعنی ایک شخص کرایہ میں رہتا تھا صاحب مکان نے اٹھانا چاہا۔
نالش کی معرفت وکیل کے جب مثل مرتب ہوئی تو مفتی صاحب نے مدعی کو
اصالتاً طلب کیا یہ فرمایا مکان خالی کر دینے کا حکم ہو جائے گا۔ لیکن
تم خرچہ چھوڑ دو۔ مدعی نے کہا کہ صاحب خرچہ کیوں کر چھوڑوں جب
دعویٰ میرا ثابت ہے۔ مدعی نے ہم کو (ایڈیٹر دہلی اردو اخبار کو) کہ جو
کوئی اس باب میں کوئی دفعہ یا سرکلر جانتا ہو وہ لکھ کر مہتمم چھاپہ خانہ
کے پاس بھیج دے تو میں ؏ انعام دوں گا۔"

گویا اس وقت وکیل ناپید تھے اور اشتہاروں کی معرفت قانونی حوالے حاصل
کئے جاتے تھے۔

دہلی اردو اخبار پسندیدہ اور مقبول اخبار تھا۔ ہر پڑھا لکھا اس کو پڑھتا
تھا۔ چنانچہ مرزا غالب ۱۸۵۳ء کے ایک خط میں اس اخبار کی دلچسپ خبر کا
تذکرہ کرتے ہیں [1]

"ہاں بھائی پرسوں کسی شخص نے مجھ سے ذکر کیا اردو اخبار دہلی میں تھا کہ
ہاترس میں بلوہ ہوا۔ اور مجسٹریٹ زخمی ہوگیا۔ آج میں نے ایک دوست کے ہاں
سے اس اخبار کا دو ورقہ منگا کر دیکھا واقعی اس میں مندرج تھا کہ راہیں چوڑی
کرنے پر اور حویلیاں اور دکانیں ڈھانے پر بلوہ ہوا۔ اور رعایا نے پتھر مارے
مجسٹریٹ زخمی ہوا۔"

---

[1] نادرات غالب

اس اخبار کا ذکر ظفر شاہ کے تاریخی مقدمہ میں بھی کیا گیا ہے حکیم احسن اللہ خاں سرکاری گواہ سے سوال کیا جاتا ہے :-

کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ فی الحال بادشاہ کا سفیر یا کوئی عزیز شاہ ایران کے دربار میں ہے یا حال ہی گیا ہے۔ حکیم صاحب جواباً کہتے ہیں۔

جی نہیں موجودہ حالت کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن دو تین سال گذرے جب محمد باقر کے اخبار میں پڑھا تھا کہ مرزا نجف ملزم کے بھائی شاہ ایران کے دربار میں گئے جن کا استقبال نہایت تزک و احتشام سے کیا گیا۔

اس اخبار نے گیارہ سال کی عمر پائی اور ۱۸۵۷ء میں اپنے مالک و ایڈیٹر کے ساتھ شہید ہو گیا۔

اخبار کی ترتیب مضامین کے اندازہ لگانے کے لئے ایک اخبار کی مکمل نقل کی جاتی ہے۔

دہلی اردو اخبار

قیمت ماہواری ۲ روپیہ اور جو پیشگی دے تو لعہ ششماہی اور عـه سالانہ

نمبر ۲۰۱ — ۲۷ دسمبر ۱۸۴۸ء یوم یکشنبہ — جلد ۳ ۹

اشتہار

مشکوٰۃ شریف مترجم ساتھ ترجمہ اور فوائد کے بیچ زبان اردو کے جو نواب قطب الدین خاں صاحب نے بہت کوشش سے باستصواب مولوی محمد اسحاق صاحب کے ترجمہ اور فوائد لکھے ہیں مع متن کے نہایت احتیاط سے اس چھاپہ خانہ میں چھپتے ہی ایک ربع تمام ہو چکا ہے دوسرا ربع بھی قریب نصف کے آ پہونچا ہے اسکے لکھنے والے صحیح کرنے والے سب بموجب صوابدید نواب صاحب کے مستعد دین دار لوگ ہیں جس کسی کو خریداری منظور ہو مہتمم کو لکھے۔ قیمت کی جو شخص اب درخواست کرے اور جتنی

چھپ چکی ہے اس کی قیمت ادا کر کے پہلے تو عـــہ روپیہ قیمت کل کتاب کی ہے اور جو سب چھپ چکے گی اور سب چھپنے کے بعد دے گا۔ قیمت للعہ

احکام

مسٹر سی مکنزی صاحب جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کالکٹر دہلی کے ہوئے۔ اور مسٹر مکنزی کام ایڈیشنل سب جج بندیلکھنڈ کا کیا کریں گے۔ مسٹر ڈی رابرٹ سن جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کلکٹر مین پوری کے ہوئے۔ مسٹر ایف ایچ رابنس ایکٹنگ کمشنر روسیلکھنڈ نے رخصت تین مہینہ کی واسطے کاموں خانگی کے پہلی تاریخ ماہ آئندہ سے حاصل کی۔ مسٹر ڈبلیو ڈی ایچ روتھ صاحب جنٹ مجسٹریٹ اور ڈپیوٹی کلکٹر میرٹھ کے ہوئے لیکن مسٹر موصوف ابھی کام مجسٹریٹی اور کلکٹری مین پوری کا کریں گے۔

حضور والا

عرض ہوئی کہ اسباب کپتان ولایت علی خاں کا قلعہ میں سے شہر کو جاتا تھا مرزا شاہ رخ بہادر نے دروازۂ قلعہ پر قرق کرا دیا اور کپتان اشرف بیگ مرحوم کے بھیجے نے چار ہزار روپیہ بابت نذرانہ عہد کپتانی کے داخل کئے اور پانچ ہزار روپیہ بروقت مرحمت ہونے خلعتِ کپتانی کے داخل کریگا بایں اقرار کہ بروقت موقوفی کے عہدہ مذکور سے زرِ نذرانہ واپس کر لے گا۔

خبر ہوئی کہ وہ چور نو محلہ میں سے گرفتار ہوئے تھے چنانچہ انہیں قید کر کے صاحب قلعدار کو اطلاع کی۔ مزاج مبارک زینت محل بیگم صاحبہ کا بعارضہ بخار کچھ علیل تھا۔ اب بفضل الٰہی شامل حال ہے حضور والا نے بتقریب بسم اللہ صاحبزادی مرزا ولی عہد بہادر کے سیر روشنی اور آتشبازی کی اور رقصِ طوائف ملاحظہ فرما کے داخل محل مبارک ہوئے اور بتقریب جشن بیگمات سے نذریں لیں۔ دیوانخانہ میں

دربار فرمایا خلعت ملبوس خاص مرزا فخرالدین بہادر اور مرزا بلاقی اور مرزا مغل اور مرزا عبداللہ وغیرہ کو اور خلعت چھ چھ پارچہ کا مع تین رقم جواہر نواب ضمیرالدولہ آغا حیدر اور راجہ بھولا ناتھ کو مرحمت ہوا اور قریب چالیس خلعت کے علیٰ قدر مرزا خواجہ سرایوں وغیرہ تعلقہ نظارت کو اور خلعت چھ چھ پارچہ کے حکیم احسن اللہ خاں اور حکیم امام الدین خاں اور حکیم اسد علی خاں اور حکیم شرف الدین خاں اور حکیم صادق علی خاں کو اور چھ چھ پارچہ اور تین تین رقم جواہر جے سکھ رائے اور نواب ذوالفقار علی خاں اور پہردرش خاں اور فرزند نواز شخاں وغیرہ کو عنایت ہوئے اور قریب دس اشرفی اور چار سو روپے بابت نذر جمع ہوئے ۳۰ تاریخ دسمبر کو خلعت ملبوس خاص مع دستار سرلبت اور گوشوارہ اور طرہ مقیشی اور کلغی اور بازوبند اور دوشالہ اور قبائے کم خواب زربفت اور سپر و شمشیر اور پرتلہ اور تین رقم جواہر اور پالکی اور ایک ہاتھی مع عماری اور ایک گھوڑے سار وار اور آٹھ عدد ماہی مراتب اور نقارہ اور قلمدان کے مرزا شاہرخ بہادر کو بابت عہدہ وزارت مرحمت کیا اور نقیب نے بآواز بلند پکارا کہ مرزا شاہرخ بہادر کو ساتھ عہدۂ جلیلہ وزارت کے سربلند ہوئے۔ مرزائے موصوف نے گیارہ اشرفی نذر گذرانیں بعد ازاں مرزائے موصوف نے دیوان عام دربار فرمایا۔ سرداروں اور اہل کاروں نے علیٰ قدر مراتب نذریں گذرانیں۔ مرزائے ممدوح نے چھ اشرفیاں کلو نقیب کو اور ایک ایک دوشالہ دار وغہ ہائے ماہی مراتب اور نوبت خانہ اور جواہر خانہ اور قلمدان اور فیل خانہ اور اصطبل وغیرہ کو بابت انعام مرحمت کئے۔

نواب احمد علی خاں بہادر دیر تک حضور سلطانی سے عرض معروض کر کے برآمد ہوئے۔ (صفحہ ۲)

صاحبکلاں بہادر

شقہ حضور انور کا اس مضمون کا صادر ہوا کہ ماہدولت بابت مختاری کل کے خلعت
اور ماہی مراتب مرزا شاہرخ بہادر کو دیا چاہتے ہیں اور مرزا ولیعہد بہادر درخواست
بیٹھنے کرسی کی روبرو حضور کے رکھتے ہیں عرضی درجواب بھیجی گئی کہ حضور کو اختیار
ہے۔ خط بنام جاگیردار فرخ نگر کے بیچ طلب کسی اسامی کے صادر ہوا۔ وکیل
نواب فیض علی خاں جھجر کا اپنے موکل کا معہ ۵۴ اشرفی بابت نذر دربار کلاں واسطے
گورنر جنرل بہادر کے گذران کے برآمد ہوا اور مولوی صدرالدین خاں ملاقات
کرکے برآمد ہوئے۔

نصیر خان

از روئے چٹھیات سپاہ بمبئی کے جو کہ بسر کردگی کرنیل مارشل صاحب کے
تھی۔ حال شکست نصیر خاں والی قلات کا مفصلاً اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ
۲۸ تاریخ ماہ گذشتہ کو ایک بڑا گروہ بلوچوں کا ایک پہاڑ پر نزدیک درہ ملا کے موجود
ہوا کرنیل موصوف نے بغور دیکھنے کے گروہ مذکور پر حملہ کیا سپاہ انگریزی نے
باوجود کثرت دشمنوں کے بہت داد شجاعت دی اور مردانگی دی اور باوجود
مقام نشیب اور نامعقول کے ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹی سات گھنٹہ تک لڑائی
رہی۔ سپاہی رجمنٹ انگریزی کے ایک دوسرے کو ترغیب جاں نشانی
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ قتل لفٹنٹ لوڈی صاحب کو یاد کرو آخر کار دشمنوں
کو شکست ہوئی نصیر خاں اور گل محمد آغاز جنگ ہی میں بھاگ گئے تھے۔ اور
میر دہن زہری جو ان کا سپہ سالار تھا مع اپنے بیٹے اور چھ بڑے سرداروں
اور ایک سو تیس جوانان کار آزمودہ کے دستگیر ہوا اور تین سردار اور زیادہ پانسو
آدمیوں نے میدان جنگ میں تہ تیغ غازیان سپاہ انگریزی ہوئے۔

کہتے ہیں کہ درمیان کرنیل مارشل صاحب اور محمد حسین خان وزیر والی قلات کے کچھ عہد و پیمان ہو گیا تھا چنانچہ خان مذکور نے ہنگام جنگ کچھ مقابلہ نہیں کیا مگر بظاہر جنگ زرگریسی کرتا تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ نصیر خاں چاہتا ہے۔ زیر پناہ گورنمنٹ انگریزی کے آجاوے مگر گل محمد اس کا چچا اس بات کو قبول نہیں کرتا۔

ایک اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں دشمنوں میں سے قریب سات سو آدمیوں کے کشتہ اور زخمی ہوئے اور قریب بیس افسروں کے کشتہ اور دستگیر ہوئے سپاہ انگریزی میں سے آٹھ سو سپاہی مارے گئے اور اکیس زخمی ہوئے۔

دوست محمد خاں

از روئے ایک اخبار صحیح کے واضح ہوتا ہے کہ امیر دوست محمد خاں ۱۰ تاریخ دسمبر کو بہمراہی رجمنٹ انگریزی اور رجمنٹ ۸۴ پیادگان ہندوستانی۔ اور چالیس سواروں کو کرنل اسکنر صاحب بہادر اور دو توپ بسر کردگی لفٹنٹ مکنزی صاحب کے اور کچھ سواروں کے دوسری رجمنٹ سواروں کے پشاور میں پہنچے اور امیر صاحب تا آنے اپنے عیال واطفال کے پشاور میں پہونچے اور امیر صاحب تا آنے اپنے عیال واطفال کے پشاور میں ہی قیام کریں گے۔ واضح ہوتا ہے کہ لواحقان خان موصوف کے ساتھ کچھ سوار توپخانہ اپنی کے اور دو رسالہ رجمنٹ دوسری کے نویں یا دسویں تاریخ ماہ حال کو روانہ ہونے کو ہے اور خبر تھی کہ سترویں یا اٹھارویں تاریخ مذکور کو داخل پشاور ہوں گے۔ خان مذکور کے دو بیٹے تو آگئے ہیں مگر ایک بیٹا محمد اکبر خاں۔ بخارا میں ہے اور کہتے ہیں کہ وہاں کچھ توقیر اور خاطرداری اس کی نہیں ہوتی پس اغلب ہے کہ وہ بھی پناہ گورنمنٹ میں آجاوے گا۔

بخارا

اس طرف کے اخبار مورخہ ۲۴ تاریخ اکتوبر سے واضح ہوتا ہے کہ
کرنیل سٹوڈرٹ صاحب امن وامان ہیں والی بخارا نے صاحب موصوف
کو قید سے رہائی دیکر حکم دیا کہ ایک پلٹن نئی بھرتی کرکے قواعد جنگ سے انہیں
آراستہ کرو۔ چنانچہ صاحب موصوف بیچ نگاہداشت سپاہ کے مصروف ہے
واضح ہو کہ لفٹنٹ شیکپیر صاحب قلعہ دیش میں پہونچے اور گورنر شاہ روس
کے صاحب موصوف سے بہت تپاک سے ملاقات کی اور واسطے چھڑانے
مردمان روس کے قید بخارا سے بہت آفرین کی۔
کانلی صاحب با امن وامان جینوہ میں پہونچے اور بہمہ وجوہ خیریت رکھتے
ہیں یار محمد وزیر ہرات اکثر در باب کوچ قندہار کے تذکرہ کرتا ہے۔

دادر

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ ڈاکٹر بیڈلی صاحب ملازم شاہ
شجاع الملک اور لفٹنٹ ہوپر رجمنٹ ۳۱ پیادگان ہندوستانی ۲۰ تاریخ
ماہ گذشتہ کو کوئٹہ سے مقام مذکورالصدر میں پہونچے یہ ارادہ بمبئی کی روانگی
ہے سو جب تک کہ راہ خار وجود غارتگران مذکورین اپنے فن میں بہت
چالاک ہیں چنانچہ ایک گروہ نے قریب ڈیڑھ سو آدمیوں کے ایک ریوڑ
بھیڑوں سرکار انگریزی کے جو ہمراہ لفٹنٹ کولنگ ٹن صاحب رجمنٹ
۲۰ کے کیمپ انگریزی میں آتا تھا حملہ کیا اور چھین لے گئے حتی کہ لفٹنٹ
موصوف کو احتیاج استعانت کے واسطے چھڑانے گلہ مذکور کے ہوئی القصہ
سواروں نے ان کی مدد کرکے ریوڑ غارت گروں سے چھڑایا اور بعد دشواری
غلے کسا ونٹوں اور ریوڑ مذکور کو دوسری تاریخ ماہ حال کو کیمپ انگریزی

میں بامن وامان پہنچایا۔ خبر تھی کہ کرنیل دلیر صاحب بعض تاریخ ماہِ حال کو مقام وادر میں پہنچیں گے۔ نفٹنٹ کنیڈی صاحب پولیٹکل ایجنٹ اور پوسٹ ماسٹر مقام مذکور کے ہوئے ہیں۔ برف لشدت پڑتی ہے اور سپاہ بباعث تاخت غارتگروں کے بہت تکلیف پاتی رہتی ہے۔

فیروزپور

اخبار آگرہ سے دریافت ہوتا ہے کہ کچھ سپاہی رجمنٹ ۱۰ ملکہ انگلستان کے بسرکردگی کپتان ہیولوک صاحب کے اور کچھ بچھیرے بسرکردگی نفٹنٹ رچرڈسن کے توپ خانہ اپنی ہیں سے ۸ تاریخ ماہ حال کو یہاں پہنچے برگیڈیر پال صاحب نے ہر صبح قواعد سپاہ شروع کی ہے۔ (صفحہ ۱۲)

صاحب اخبار لکھتے ہیں کہ بباعث مسند نشینی رانی چند کنور کے علامت جنگ ہویدا ہوتی ہے اور اگر لڑائی بھی نہو تو بھی متحرک ہونے سپاہ میں طرف پنجاب کے کچھ شک نہیں۔

لدھیانہ

۴ تاریخ ماہ حال کو صاحب والا مناقب کلارک صاحب بہادر ایجنٹ ملک محفوظ کے مقام انبالہ سے رونق افروز لدھیانہ ہوئے اور رائے کشن چند صاحب وکیل دربار لاہور اور مولوی رجب علیخاں صاحب سررشتہ دار اجنبٹی انبالہ وغیرہ اشخاص بہمراہی صاحب موصوف کے بھی وارد لدھیانہ ہوئے۔

لداخ

اس طرف کے اخبار سے ظاہر ہوا کہ زورآور سنگھ ناظم لداخ نے جو کہ متوسلان راجہ گلاب سنگھ جموں والا میں سے ہے اپنے حسن سلوک سے بخوبی انتظام وہاں کا کیا ہے اور رعایا اور اہل حرفہ سب اپنے کاروبار میں مصروف رہتی ہے اور

سرکش اور مفسد زمیندار مطیع ہو گئے ہیں اور شہر لاسس جو کہ مدت سے باجگذار مملکت چین کا تھا۔ اس شہر کو بھی ناظم مذکور اپنے قبضہ میں لایا زمیندارانِ شہر مذکور نے ظاہر کیا کہ قدیم الایام سے ہم زرخراج سرکار لداخ کو دیا کرتے تھے اب جو کوئی حاکم زبردست یہاں آویگا۔ بے شک محصول اس کے پاس پہنچایا کریگا۔

(لاہور)

۲۸ تاریخ نومبر کو ارکان سلطنت اور مصاحبوں نے دربار میں اجلاس کیا۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ نے عرض کی فدوی نے تقسیم تنخواہ سواران رام گڈھ کی جاری کی خرچ مرمت ہوئے چنانچہ پروانجات بنام معتمدان سرداران سندھانوالہ کے مشعر دینے ایک ہزار روپے کے اور بنام ٹھیکہ دار سری امرت سر جیو کے متضمن دینے ایک ہزار نوسے روپے کے اور بنام مصری لال سنگھ کے واسطے ادا کرنے بارہ سو روپے کے بیچ وجہ تنخواہ سواران مذکورین کے سردار لہنا سنگھ کو صادر ہوئے۔ سردار فتح سنگھ مان نے عرض کی کہ بجائے جنرل امر سنگھ متوفی کے اس کے بھائی بدھ سنگھ کو مقرر فرمادیں چنانچہ سرداران کونسل نے نامزدہ کو بجائے اسکے بھائی کے مقرر کیا۔ پروانہ بنام جنرل اونٹائلہ صاحب کے متضمن انتظام معاملہ کوہاٹ اور بہت نگر وغیرہ کے صادر ہوا۔ پروانہ بنام رام دیال پانڈہ کے اس مضمون کا جاری ہوا کہ تم مع اپنے سپاہیوں کے واسطے حفاظت اسباب انگریزی کے جو کہ کابل کو جاتا ہے گنڈا فیروز پور پر روانہ ہوا اور بموجب دستی سرکارین عالیین کے اسے پشاور تک پہنچا دو خبر ہوئی کہ بابا بکرما سنگھ بیدی مع چار ہزار آدمیوں کے ہمراہی کے وارد لاہور ہو کر ٹھہرے ہیں بغور استماع حکم ہوا کہ ڈیرہ بابائے موصوف کا بیچ باغ شالہ مار کے قائم کرادیں ۲۹ تاریخ تمام ارکان سلطنت

پہلے قلعہ میں جا کر خدمت راجے صاحب میں باریاب مجرا ہوئے بعد ازاں بموجب حکم راجے صاحب کے شیش محل میں دربار فرمایا۔ عرضی جنرل ونتورا صاحب کی متضمن عسرت خرچ اور درخواست تنخواہ پلٹن اور سواروں اور توپ خانہ کے ملاحظہ ہوئی بغور استماع بموجب فرد برآوردہ دیوان دینا ناتھ وغیرہ کے پروانہ بنام شیخ غلام الدین کے جاری ہوا کہ دو لاکھ بیس ہزار روپیہ بابت معاملہ فصل خریف آمدنی ملک دوآبہ میں سے ونتور صاحب کے پاس بھیج دیں۔ سردار لہنا سنگھ مجیٹھہ کا ردار راولپنڈی کی ضبط ہو گئی ہے از راہ پرورش واگذاشت ہوے چنانچہ پروانہ بنام دیوان حاکم راے درباب معافی جاگیر مشار الیہ کے صادر ہوا۔ سردار فتح سنگھ نے عرض کی کہ واسطے بابا اکبر یا سنگھ کے وجہ خرچ عنایت ہووے بمجرد سننے کے دو ہزار روپیہ عطا ہوئے۔

آگرہ

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ غلہ وغیرہ سامان اور اشیائے ضروری واسطے افغانستان کے ۸ تاریخ ماہ حال کو فیروزپور سے از راہ لاہور کے روانہ ہوا اور ہمراہ اسباب مذکور میجر موین صاحب کچھ سپاہ رجمنٹ پانچویں ہندوستانی سے اور لفٹنٹ وائس صاحب سپاہ جنگی کے معہ چار سو گورکھوں کے اور لفٹنٹ جرنڈ صاحب گوروں کے ساتھ چھ سو سپاہ دیسی کے تشریف لے گئے سپاہ چھاؤنی فیروزپور خیال کوچ کا طرف لاہور کے رکھتے تھے واسطے تقسیم کرنے رجمنٹ انگریزی کے کچھ احکام نہیں آئے چنانچہ اغلب ہے کہ رجمنٹ مذکورہ ماہ جولائی تک چھاؤنی مذکور میں بفراغ خاطر قیام کریگی۔

گوالیار

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ لارڈ بشپ صاحب نے مہاراجہ

جھنکوراؤ کے چچا اور اہالیان ریاست سے ملاقات حاصل کی مگر بباعث کسل مزاجی مبارک مہاراجہ کے ملازمت مہاراجہ نہ حاصل ہوئی یوم یکشنبہ کو صاحب موصوف نے کوٹھی رزیڈنسی میں تشریف لے جاکر بعد نماز کچھ وعظ کہی اور یوم دوشنبہ کو ہمراہی صاحب والامناقب صاحب رزیڈنٹ بہادر کے قلعہ گوالیار میں تشریف لے جاکر تمام روز وہیں رہے قلعہ میں سے گیارہ شلک سلامی کی فیر ہوئی۔ ہنگام شام بتقریب ضیافت انواع ماکولات بطور ہندوستانی اور مغلی اور مرہٹی اور انگریزی کے چُنے گئے بعد انفراغ کے تناول ماحضر سے صاحب موصوف ساتھ رقص طوائف اور تماشائے اقسام آتشبازی کے بہت مسرور الوقت ہوئے من بعد کارپردازان ریاست نے کشتیاں پارچہ پوشاکی کی اور ایک ہاتی اور ایک گھوڑا بطور تواضع پیش کیا صاحب موصوف نے پیش کش ہائے مذکور پر بطور تکلف دستِ قبول رکھ کر بصد عذرات واپس کر دیا اور بعد ازاں طرف جھانسی کے تشریف لے گئے۔

(از جے پور)

واضح ہوتا ہے کہ میجر فاسٹر صاحب بہادر نے مع اپنے برگٹ کے قلعہ کالک کو محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ قلعہ جھنجنو سے اسّی میل کے فاصلہ پر ہے اور بہت مستحکم قلعہ ہے سنا جاتا ہے کہ یہ قلعہ اب تک ٹوٹ گیا ہوتا۔ مگر توپیں موافق نہ تھیں۔ ۳۰ تاریخ ماہ حال کو بباعث دن متواتر سر کرنے توپ و تفنگ کے سامان جنگ مثل گولہ اور باروت کے ہو چکا تھا تو فتح پہنچنے سامان آمدا جمیر کی تھی ۶ تاریخ میجر تھورسبی صاحب بھی کیمپ انگریزی میں تھے اور تدبیر حملہ کی ہوئی تھی۔ مگر سپاہ جے پور نے ازبس بزدلی ہمراہی سپاہ موصوف سے انکار کیا بلکہ زینہ ہائے چوبی کے پہنچانے میں بھی ان کی مدد نہ کی آخر کار میجر موصوف مع اپنے دونو بیٹوں

اور سپاہ مختصر کے آگے بڑھے۔ لیکن بہ باعث نہ مدد کرنے سپاہ جے پور کے آگے نہ بڑھ سکے۔ اب اتواپ کلاں اجمیر سے آنے کو ہیں یقین کہ بعد پہنچنے اول توپوں کے قلعہ مذکور بیچ قبضہ صاحب موصوف کے آجاویگا۔

کلکتہ

چند ہفتہ گذرے کہ قریہ بجو مقام مذکور میں ایک عورت نوجوان خلاف اپنی خواہش اور رضا کے ستی ہوئی۔ حال مفصل اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ راجہ مائی سا ڈلی نام ایک مقام کا مرگیا۔ لواحقان راجہ موصوف نے اس کی نعش کو مقام جہہیشن جو کہ ایک میل کے فاصلہ سیرام پور سے واقع ہے لے جاکر رات کے وقت جلایا اور اس کی رانی کو بھی جو کہ قریب سولہ برس کے تھی نعش راجہ متوفی کے ساتھ بزور جلا دیا متعلقان رانی مذکورہ نے آکے استغاثہ کیا سو صاحب مجسٹریٹ اس کی تحقیقات میں مصروف ہیں اگرچہ رانی مذکورہ کا بزور اور خلاف رضا ستی ہونا ظاہر ہے لیکن صاحب موصوف نہ گواہی دینے وہاں کے لوگوں جرم طرف مجرموں کے ثابت نہیں کرسکتے دریافت ہوتا ہے کہ صاحب والامناقب مسٹر لو صاحب بہادر رزیڈنٹ لکھنؤ کو ذریعہ خصت طرف کیمپ کی تشریف لے گئے تھے۔ کلکتہ میں وارد ہو۔ کوٹھی مسٹر آرمین صاحب میں اترے ہیں اغلب ہے پھر طرف لکھنؤ کے جائیں گے اور مسٹر کالفلڈ صاحب اجنٹ مرشدآباد کے بجائے مسٹر لو صاحب کے مقرر ہیں طرف مرشدآباد کے مراجعت کریں گے۔

ان دنوں ایک جہاز بجر کلکتہ میں وارد ہوا ناخدا دارالشفا میں ان کی خبر دی کہ اکثر ملاح جہاز مذکور کے عارضہ چیچک سے راہی ملک عدم ہوئے اور بہت اس مرض سے بستر رنجوری پر پڑے ہیں اور بلحاظ اس بات کے کہ اگر انہیں دارالشفا میں حاضر کروں تو مرض شہر میں بھی جاری ہوجاویگا۔ دارالشفا میں نہیں لاسکتا پس

امید وار معالجہ ہوں ڈاکٹران دارالشفا بھی ان کے لانے سے مانع آئے چنانچہ جہاز پر ہی ان کا معالجہ ہوتا ہے کہتے ہیں کہ اگر اسباب بھی جہاز مذکور کا شہر میں لایا جائے گا تو قباحت ہے۔

اکبرآباد

وہاں کے اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ ایک شخص پریم داس نام بیراگی لب جمن رہتا تھا اور اپنے تئیں زیج ہیئت درویشوں کے آراستہ کر کے اور زر قلب بنا کر معاش حاصل کرتا تھا ایک روز اس بدبخت نے دریائے جمن پر جا کر غسل کیا اور تھیلی قلب روپیہ کی جو کہ ہمیشہ کمر میں رکھتا تھا بباعث سہو کے کنارے دریا پر بھول گیا اور اپنے مکانوں کو چلا گیا۔ ایک خاک روب وہاں بیٹھا تھا اس نے اس تھیلی کو نقد گرانمایہ تصور کر کے بخوشی اٹھا لیا اور ایک کو ان روپیہ میں صراف کے پاس لے گیا۔ صراف نے جو بغور نظر کی تو حقیقت زرِ قلب پر آگاہ ہوا اور فوراً غل مچایا اتفاقاً ایک برقنداز نے آن کر خاکروب کو گرفتار کیا خاکروب نے حقیقت حال من وعن بیان کی کہ یہ زر قلب پریم داس کا ہے۔ القصہ پریم داس کو بھی گرفتار کیا اور کچھ آلاتِ صنعت اس کے گھر میں سے نکلے۔ مقدمہ روبکار رہا بعد تحقیقات جرم اس پر ثابت ہوا۔ سہ تاریخ مجرم مذکور پہلے گدھے پر سوار کر والکے پھر بہزار ذلت تشہیر کیا اور بعد ازاں بمیعاد دس برس کے قید کیا۔

لکھنؤ

از روئے مضمون ایک خط کے واضح ہوتا ہے کہ ایک روز اوائل شہر شوال میں بیچ شہر لکھنؤ کے ایک ماجرائے عجیب واقع ہوا یعنی درمیان اہل ہنود اور اہل اسلام کے نزاع ہوئی اور آتش فتنہ نے سر بفلک کھینچا آدمی دونوں فرقوں میں سے جمع ہوئے اور بہت خونریزی ہوئی مسلمانوں میں سے بہت آدمی کشتہ اور

مجروح ہوئے سبب اس نزاع کا تحقیق نہیں ہوا۔ اغلب ہے کہ کچھ سبب قوی ہوگا۔

صاحب کلکٹر بہادر دہلی

صاحب موصوف بطریق دورہ بیرو نجات میں گئے ہیں چند روز خاص قصبہ نجف گڈھ میں رہے پھر وہاں سے طرف دیہاتی غربی کے گئے۔

"باہتمام موتی لال پرنٹر و پبلشر کے چھاپہ ہوا" (ختم)

۱۸۴۰ء کی جلد میں جن اخباروں کا ذکر ہے ان کے نام یہ ہیں۔

زبدۃ الاخبار آگرہ۔ جام جہاں نما کلکتہ۔ اخبار نما چار درپن۔ اخبار بھاسکر بنگال کا ہرکارہ۔ اخبار البکیر۔ آفتاب عالمتاب۔

۲۴ ستمبر ۱۸۴۳ء کے سراج الاخبار دہلی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۸۴۳ء میں مولانا محمد باقر نے ایک اور اخبار دہلی سے نکالا تھا جس کا نام مظہر الحق تھا اس کا ذکر سراج الاخبار کی مذکورہ اشاعت میں اخبار "جدید" کے عنوان کے ماتحت آیا ہے [۱] یہ اخبار بھی اردو زبان میں تھا

کارسان دتاسی بھی اس اخبار کا اس انداز سے ذکر کرتے ہیں۔

مظہر الحق کے ایڈیٹر ایک صاحب محمد علی ہیں جن کی اسی نام کی ایک تالیف ہے [۲] جس میں مذہب اسلام کی مختلف رسموں کا ذکر ہے (خطبات دتاسی صفحہ ۱۳)

مولانا محمد باقر | مولانا کی علمیت کی دہلی ہی میں دھوم نہیں تھی بلکہ انکی قابلیت و ذہانت کا شہرہ ہندوستان بھر میں تھا آپ کی ہر طبقہ کا ذی علم عزت کرتا تھا آپ شیعوں کے بلند پایہ مجتہد تھے کشمیری دروازہ چھوٹے بازار میں رہتے تھے آپ کی اہلیہ محترمہ ایرانی النسل تھیں آپ کا قدیمی مکان اب تک موجود ہے فسادات ۱۹۴۷ء سے قبل تک بھی اس مکان میں آپ کے اعزا و اقربا

---

[۱] مضمون کیفی اردو اپریل ۱۹۳۵ء

مقیم تھے اس محلہ میں مولانا کے کئی مکان تھے اس میں سے ایک میں اخبار کا دفتر اور
چھاپہ خانہ تھا دوسرا ان کے رہنے کا تھا اور تیسرا امام باڑہ جس کی تاریخ استاد ذوق نے
کہی تھی ع ۵ تعزیت گاہ امام دارین۔

اس محلہ میں مولانا نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اب تک موجود ہے اور کھجور والی
مسجد کے نام سے مشہور ہے اس پر ۱۲۷۰ھ کندہ ہے۔ سڑک پر ایک تنگ زینہ پانچ سیڑھیاں
چڑھ کے اوپر جاتا ہے اس میں مولانا وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ مولانا نے اپنے مکان
میں جو پریس لگا رکھا تھا اس کا نام دہلی اردو اخبار پریس تھا اس میں مذہبی
ادبی تاریخی وغیرہ کتابیں شائع ہوتی تھیں۔ ایک کتاب جو مولانا کے پریس میں
چھپی ہے اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"تاریخ انگلستان ترجمہ اس تاریخ کا مدرسان مدرسہ انگریزی نے ۱۸۴۸ء
میں زبان انگریزی سے زبان اردو میں کیا اور ایک فرہنگ انگریزی
لغات کی اور نقشہ درباب وسعت آبادی فوج اور آمدنی ملکوں کے
اس کے ساتھ ہے۔ دہلی اردو اخبار پریس مکان مولوی محمد باقر
صاحب واقعہ گذر اعتقاد خاں میں باہتمام موتی لعل پرنٹر پبلشر کے
چھاپہ ہوا ۱۸۴۸ء"

جو کتابیں یہ چھاپہ خانہ خود چھاپتا تھا ان کا اشتہار پمفلٹ کی شکل میں اخبار
میں منسلک کر دیا جاتا تھا۔ ایک اشتہار ملاحظہ ہو۔

اشتہار کتب چھاپہ خانہ

مشکوٰۃ شریف [1] قیمت للعہ

کلام اللہ حمائل کاغذ سفید کشمیری مہرہ دار پر بہت خوشخط صمہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف کے اشتہار کا مضمون آپ نقل شدہ اخبار میں پڑھ چکے ہیں

قرآن شریف مترجم اور محشی مذہب امامیہ کا — للعہ عہ/
صحیفہ کاملہ بہت خوشخط — للعہ/
باغ و بہار بخط نستعلیق — سے/
گلستان بخط نستعلیق کاغذ کشمیری پر — عہ۱۸/
تذکرہ گلشن بیخار تالیف نواب مصطفٰے خاں صاحب بہت خوش خط — صہ/
سرکلرا ورڈ منبر و مصدرہ صاحبان بورڈر وینو کاغذ کشمیری پر — سے/
حلیۃ المتقین بخط نستعلیق بہت خوشخط — سے/
رسالہ صرف موسوم بہ تمقام قریب دو جز و کے — ۸/

مولانا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کالج کے مدرس ہوئے [۱]
اسی زمانہ میں آپنے دہلی کالج کے پرنسپل ٹیلر کو اردو فارسی سکھائی۔ اس کے بعد آپنے مدت تک سررشتہ داری کلکٹری اور تحصیلداری کی اور پھر محکمہ بندوبست میں سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے [۱]

مولانا محمد باقر سے استاد ذوق سے گہرے تعلقات تھے اس لئے بہادر شاہ بھی ان پر اعتماد کرتے تھے اور مولانا محمد باقر صاحب کی قلعہ میں آزادانہ آمدورفت تھی۔

جبکہ خاندان مغلیہ کی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ صبح کاذب نمودار ہونیوالی تھی۔ اور انگریزوں سے آخری جنگ لڑی جا رہی تھی۔ اس وقت مولانا محمد باقر صاحب اور مولانا عبدالقادر بادشاہ کے خاص مشیروں اور معاونوں میں تھے۔ انہوں نے بھی اس جنگ میں بادشاہ کی کھلم کھلا حمایت کی تھی۔

---

[۱] دہلی اردو اخبار ۲۸ فروری ۱۸۴۱ء۔

چنانچہ انگریزوں کے مخبر جیون لال نے اپنے روزنامچہ ۲ رمئی ۱۸۵۷ء میں ان ہر دو بزرگوں کا ان الفاظ میں ذکر خیر فرمایا ہے ۔

" آج کے دن بادشاہ نے مولوی محمد باقر اور مولوی عبدالقادر کو باریاب ہونے کی عزت بخشی کیونکہ انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو نہایت ذہانت اور بہادری سے سرانجام دیا تھا مؤخرالذکر نے اطلاع دی کہ میں ایسے انتظام کرآیا ہوں کہ جن کی وجہ سے باغی خود بخود شہر چھوڑکر چلے جائیں گے بادشاہ نے مولوی محمد باقر کو خلعت عنایت کیا ۔ اور مولوی عبدالقادر کو نہایت تزک و احتشام کے شاہی ہودہ میں بٹھاکر ان کے گھر روانہ کیا "

۱۷ مئی اور ۴ رجون ۱۸۵۷ء کے روزنامچے میں بھی مولانا محمد باقر کا ذکر ہے لکھا ہے :-

" ۱۷ رمئی :- مولوی محمد باقر نے پیدل فوج کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو حکم دیا کہ جاکر خزانہ کی حفاظت کریں ۔

۴ - جون ..... ایک سوار نے یہ خبر دی کہ جو پلٹن گوڑگانوہ سے خزانہ لارہی تھی اس پر میواتیوں کی دو پلٹنوں اور سواروں کے ایک دستہ کو ساتھ لے جاکر خزانہ کی حفاظت کرو "

بادشاہ کے جاں نثار اور حق گو عالم اس پُر آشوب زمانہ میں بھی حق بات کہنے سے نہیں چوکتے تھے اپنے اخبار میں انگریزی حکومت اور نصرانیت کے خلاف حقارت اور نفرت کے جذبات بڑی خوب صورتی سے ہندوستانی عوام کے دلوں میں ابھارتے تھے ۔ اور اس مکر و فریب کو جو ہندوستانی عوام سے اس کی ہمدردی و محبت کے نام پر کیا جارہا تھا اس کو بے نقاب کرتے

تھے جس سے عیسائیوں کے مشنری طبقوں میں تلاطم بپا ہو جاتا تھا۔ خاص طور پر ٹیلر پرنسپل دہلی کالج جو مشنریوں کا نافذا تھا اور جس نے اپنے شاطرانہ اخلاص سے اپنے چند ہونہار اور قابل طالب علم ماسٹر رامچندر اور ڈاکٹر چمن لال کا مذہب بھی تبدیل کرا لیا تھا اور عیسائی بنا لیا تھا، اس کو مولانا کی تحریر اور مخالفانہ پروپگنڈا کھٹکتا تھا وہ ان تحریروں کو مشنری کاموں کے لئے سم قاتل سمجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ مولانا ایسے مضامین اپنے اخبار میں لکھنا اور مشنریوں کے خلاف پروپگنڈا کرنا بند کر دیں۔ مولانا وضع کے پابند اصول پرست اور خود دار انسان تھے۔ وہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ وہ اپنے خیالات کو دبائیں اور ان کو ظاہر نہ کریں۔ ٹیلر کو یہ بات ناگوار گذری اس کو مولانا کا دشمن بنا تھا۔ اور اس کی دشمنی اور بادشاہ کی حمایت رنگ لائی۔

چنانچہ غدر کے زمانہ میں باغیوں کی حرکتوں سے ٹیلر جواس باختہ ہو گیا کالج کی کوٹھی میں رہتا تھا وہاں سے نکل اپنے بڈھے خانساماں کی کوٹھری میں گھس گیا اس نے اس کو مولانا محمد باقر کے گھر پہنچا دیا۔ وہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر ہندوستانی انگریزوں کے خون کا پیاسا بنا ہوا تھا۔ ایک رات تو مولانا نے اسکو اپنے امام باڑہ میں رکھا لیکن جب دوسرے دن امام باڑے میں اس کے چھپنے کی خبر محلے میں پہنچی تو باغیوں کو پتہ چل گیا۔ مولانا باقر صاحب کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ دھمکیاں دینی شروع کیں۔ ٹیلر صاحب کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تمہارے گھر کو آگ لگا دیں گے۔ مولانا نے ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ ٹیلر کو ہندوستانی لباس پہنا کر روانہ کر دیا۔ غریب بہرام خاں کی کھڑکی کے قریب جب اس سج دھج سے پہنچے تو لوگوں نے پہچان لیا۔ اور اتنے لٹھ برسائے کہ بیچارے تے وہیں دم دیدیا۔ اسی جرم میں مولانا محمد باقر کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ اور ان کا کوئی عذر

نہیں سنا سولی پر چڑھا دیا [1]

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مولانا محمد باقر کے مکان میں ہڈسن پہنچے اور بلوائیوں نے شور و غوغا کیا تو ٹیلر صاحب باہر نکل آئے اور ایک لاکھ چھتیس ہزار کے نوٹ مولوی صاحب کو دیدئے اور ان نوٹوں پر اپنے دستخط بھی کر دئے اور یہ لکھ دیا کہ یہ رقم میں نے بطیب خاطر مولوی صاحب کو نذر کی ہے۔ یہ سب کچھ ہوا مسٹر ٹیلر جونہی باہر نکلے ان کو قتل کر دیا گیا جب غدر کی فتنہ انگیزی ختم ہو گئی تو مولوی صاحب نے اپنی دیانتداری کا ثبوت دیا اور وہ تحریر اور دستخط شدہ نوٹ ہڈسن صاحب کے ہاں لے گئے ابھی ان کی زبان سے تمام واقعات نکلنے بھی نہیں پائے تھے تو فوراً ہڈسن نے سوال کیا ٹیلر کہاں ہیں اس کا صاف و سچا جواب ملنے پر چراغ پا ہو گیا اور فوراً حکم دیا گولی مار دو حکم کی دیر تھی کہ مولانا محمد باقر کی لاش وہیں تڑپنے لگی اور جاں بحق ہو گئی [2]

بہرحال کسی صورت سے مولانا کو شہادت کا جام پینا پڑا۔ انہوں نے پیا، گویا حق گوئی اور نصرانیت کی بیخ کرنے اور بادشاہ کی حمایت کرنے کا بدلہ و انتقام قتل ٹیلر کے نام پر لیا گیا۔

یہ کون نہیں جانتا کہ مولانا محمد باقر شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد مصنف آب حیات کے والد ماجد تھے۔ جن کا نام ابد تک مولانا محمد حسین آزاد کی تصنیفات اور ان کی شہادت باقی رکھے گی۔

زبدۃ الاخبار یہ اخبار آگرہ سے ہفتہ وار شایع ہوا تھا۔ جام جہاں نما کلکتہ کے ۲۴ دسمبر ۱۸۳۶ء کے اخبار میں اس اخبار سے خبر نقل کی گئی ہے غالباً یہ اخبار اسی سال جاری ہوا۔ اس اخبار کی خبریں

---

[1] مرحوم دہلی کالج ص ۱۰۶ [2] محمد حسین آزاد مؤلفہ جہاں آرا بیگم نقوی ص [illegible]

مستند مانی جاتی تھیں دہلی اردو اخبار کو وہ نور فوائد الناظرین وغیرہ اس کی خبریں نقل کرتے تھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ اخبار فارسی زبان میں نکلتا تھا۔ یا اردو میں۔ اغلب یہی ہے کہ فارسی میں نکلتا ہوگا اس کے اڈیٹر امجد علی صاحب تھے[1]

۲ مئی ۱۸۴۲ء کے دہلی اردو اخبار میں زبدۃ الاخبار کی حسب ذیل خبر درج ہے:-

"اودھ:- اگرچہ ان دنوں مزاج مبارک فرماں روائے اودھ کا بل صحت اعتدال ہے لیکن ضعیف پیری کے دربار میں بہت کم اجلاس فرماتے ہیں۔ تمام مہمات سلطنت تجویز شاہزادہ سے سرانجام پاتے ہیں۔ شاہزادہ حمید ارجمند ..... مصاحبت عورات کی بہت پسند خاطر رکھتے ہیں دو بیگماتیں دائیں بائیں شاہزادہ کے بیٹھی رہتی ہیں اور جو کچھ وہ کہتی ہیں وہی سرانجام پاتا ہے اور عورتوں کے وسیلے سے ان کے والبتہ خدمات بزرگ مقبول عالی مفرر ہوتی ہیں۔"

"یہ بات خالی فتنہ ہائے عظیم سے نہیں ہے اور انجام اس کا کچھ خوب نہ ہوگا چنانچہ سلطان مرحوم کے وقت بھی یہی حال تھا کہ شاہ مغفور عورات پر کلی اعتماد رکھتے تھے، آخر کار وہ خرابی اور بدراہی جو کہ امورات سلطنت میں واقع ہوئی وہ سب عالم پر ظاہر ہے اب پھر وہی رسم شروع ہوئی ہے۔ دیکھا چاہیے انجام اس کا کیا ہو۔"

جام جہاں نما، آئینہ سکندر اور زبدۃ الاخبار فارسی کے اخباروں میں مقبول خاص وعام تھے۔ باا ثر اور علمی طبقہ کی محفلوں کی زینت تھے

---

[1] رجسٹرڈ نیوز پیپر ۱۸۴۶ء تا ۱۸۵۳ء۔ ۲۔ کلیات نثر غالب ص ۱۷۴

اور ان کے مطالعہ میں رہتے تھے۔

چنانچہ مرزا غالب اپنے ایک خط میں جو انہوں نے میجر جان کوب کو لکھا ہے۔ زبدۃ الاخبار کی خبر کا حوالہ دیتے ہوئے قلعہ معلّے کے ارباب حل و عقد کی بے قدری کی شکایت کرتے ہیں۔

"آں قلعہ کہ در جشن روشنی تولد شاہزادہ ببارگاہ سپہر کارہ خسروی فرستادہ بودم از اوراق زبدۃ الاخبار خواندہ اند چنانکہ در ستائش آں سخن راندہ اند مراہم تہیت و ہم مسرت افزود جا دوان مانند کہ سخن رس و سخنداں اند" [۱]

سیدالاخبار

اس اخبار کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب یہ اخبار ۱۸۳۷ء میں جاری ہوا تو سرسید احمد خاں صاحب کے رشتہ دار ان کو سید کہا کرتے تھے ان کے بڑے بھائی جنھوں نے یہ اخبار جاری کیا ان کو اپنے چھوٹے بھائی سے انتہائی محبت تھی انہوں نے اس اخبار کا نام ان کی عرفیت کی مناسبت سے سیدالاخبار رکھا۔

یہ اخبار اس وقت نکلا جب سرسید مرحوم کی عمر سترہ یا اٹھارہ سال کی تھی۔ سرسید کی ابتدائی تحریر غالباً اسی اخبار میں درج ہونی شروع ہوئی تھیں [۲] آثار الصنادید کا پہلا ایڈیشن بھی مطبع سیدالاخبار میں ۱۸۴۷ء میں شایع ہوا تھا۔

علامہ برجموہن دتاتریہ کیفی اس اخبار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کھوج میں لگ جاتے ہیں کہ یہ اخبار کب تک جاری رہا وہ پرانے اخباروں کی ورق گردانی کے بعد یہ ثبوت نکالتے ہیں کہ:۔

---

[۱] کلیات نثر غالب ص ۱۷۴ [۲] حیات جاوید

"۱۴ اگست ۱۸۴۳ء کے سراج الاخبار سے پایا جاتا ہے کہ کم سے کم اس تاریخ تک
یہ اخبار زندہ تھا اس کی اشاعتِ مذکور میں ایک خط ابوالقاسم کی طرف سے شایع
ہو رہا ہے جو اس نے سراج الاخبار کے ایڈیٹر سید اولاد علی کو بھیجا تھا۔"

"بندہ گنہگار ابوالقاسم کا التماس سید اولاد کی خدمت میں یہ ہے کہ میر سید
محمد خان بہادر جو مطبع سید الاخبار کے مالک اور بزرگ اور بزرگ زادہ ہیں۔
آپ کی تحریر دیکھ کر غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں نہیں جانتا
کہ عبدالغفور نے کس اخبار میں خدام مہتمم گیتی نما کی شان میں بے ادبی سے لکھا
ہے یہ اسی سے دریافت کیا جائے اور اگر اخبار کے لکھنے پر ایسا گمان کیا جاتا ہے
تو اس میں عبدالغفور کا قصور نہیں ہے کیونکہ سید الاخبار کا طرز ایسا نہیں ہے۔"

اگر محترم المقام کیفی صاحب کو مولانا حالی کی حیاتِ جاوید کا خیال آجاتا کہ اس کتاب
میں اس اخبار کا بھی ذکر ہوگا تو علامہ کیفی کو اس تجسس اور تحقیق کی زحمت گوارا
نہ کرنی پڑتی۔ مولانا حالی لکھتے ہیں۔

" اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی سید محمد کا انتقال عین عالمِ شباب ۱۸۴۶ء میں
ہوا جب کہ ان کی عمر ۳۳ سال کی تھی اس کے بعد سرسید نے اس اخبار کا انتظام ایک
اور شخص کے سپرد کر دیا تھا لیکن زیادہ تر سرسید خود اس میں مضامین لکھا کرتے تھے۔"

غدر سے قبل کے اخبارات میں مرزا غالب کا خاص تعلق سید الاخبار سے تھا۔
مرزا غالب کے سرسید سے تعلقات پختہ اور دیرینہ تھے، اس لئے ان کے بھائی
سید محمد کے اخبار سے ان کا قریبی تعلق کیوں نہ ہوتا۔ مرزا غالب تجرجان کوب
کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"نہ دانم در دل کہ چہ شگرف بخشائش است آں کہ در بارہ سید الاخبار
راد نگارش دادہ اند معنی دیگر بر من نہادہ اند نہاں مماناکہ نقش مطبع سید الاخبار

انگخته طبع یکی از دوستان روحانی منت ؛؛ لہ

اغلب یہی ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں بند ہوا اس لئے فوائد الناظرین دہلی اپریل ۱۸۴۹ء کے پرچہ میں اس اخبار کا نام حوالے کے طور پر آیا ہے۔

سید محمد سید محمد کا سلسلہ نسب ۳۰ واسطوں سے آنحضرت صلعم تک پہنچا ہے۔ سید محمد ۱۸۱۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ سید محمد نے اپنے بھائی سر سید احمد مرحوم کے ساتھ منصفی کا امتحان دیا تھا آپ بہت زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے اور آپ بھی غلام علی شاہ سے بیعت تھے۔ مگر وضع ان کے خلاف تھی اکثر ان کے والد کے ملنے والے ان سے کہا کرتے تھے کہ بیٹے کو سمجھاؤ اپنی وضع درست کرے اور داڑھی نہ منڈایا کرے وہ یہ جواب دیتے کہ عمر کا تقاضہ ہے جو اس کا دل چاہے کر لینے دو کبھی نہ کبھی درست ہو جائے گا۔ آخر ایک مدت کے بعد ان کا طریقہ خود بدل گیا۔ داڑھی رکھ لی اور نماز کے سخت پابند ہو گئے یہاں تک کہ تہجد اور اشراق کی نماز بھی ترک نہیں ہوتی تھی۔

مولانا سید محمد ہنگام ضلع فتح پور میں منصف تھے ۱۸۴۵ء میں جب آپ ہنگام سے دسہرہ کی تعطیل میں آئے تو یہاں اس وقت بخار کی فصل تھی۔ سید محمد کو بخار آنے لگا۔ جب سر سید باہر جانے لگے تو انہوں نے ایسے کلمے کہے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنے زندہ رہنے کی امید نہیں ہے اس کے بعد فی الواقع ان کا مرض بڑھنے لگا وہ اسی حالت میں خواجہ باقی باللہ گئے۔ اور وہاں اپنی قبر کے لئے خود جگہ تجویز کی ہر چند لوگ کہتے تھے کہ ایسی بیماری نہیں ہے تم کیوں اس خیال میں پڑے ہو۔ مگر ان کو مرنے کا یقین ہو گیا تھا جب قبر تیار ہو گئی تو سوار ہو کر وہاں پہنچے اور قبر میں اتر کر لیٹے اور قبر کو پسند کیا۔ اب مرض اور بھی زیادہ ہو گیا، ایک دن شاہ احمد سعید صاحب کو

لہ کلیات نثر غالب ص ۱۴۷

جواس وقت خانقاہ میں سجادہ نشین تھے۔ بلایا اوران کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور تیسرے دن انتقال کیا۔ مفتی صدرالدین خاں نے جو سرسید کو ان کی تعزیت کا خط بھیجا تھا اس میں یہ شعر لکھا تھا ؎

مسمت نگر کشتۂ شمشیر عشق یافت ۔ مرگے کہ زندگانی بہ دعا آرزو کند

خیر خواہ ہند یہ رسالہ ۱۸۳۷ء سے فارسی اور لاطینی حروف میں شایع ہوا تھا اور لنڈن کی مشنری سوسائٹی کے پادری ماتھر کی ایڈیٹری میں نکلتا تھا۔ اس کو نہ صرف لنڈن کی مشنری سوسائٹی نے چلایا بلکہ ہر فرقہ کے پروٹسٹنٹ مشنریوں کے مضامین بھی اس میں درج ہوتے تھے۔ اس رسالہ کا مقصد تبلیغ مسیحی کے ساتھ ہندوستانیوں میں علم کی اشاعت کرنا بھی تھا۔

خیر خواہ ہند اس قسم کی اردو زبان میں ہوتا تھا جس میں انگریزی الفاظ کثرت کے ساتھ کھپائے جاتے تھے۔ مشنریوں کی اکثر تصانیف جو مسیحی مذہب کی نشر و اشاعت کے لئے شایع ہوتی تھیں، وہ اسی قسم کی زبان میں ہوتی تھیں۔

سترہ سال کے بعد ۱۸۵۷ء میں یہ پرچہ بند ہو گیا تھا اور غالباً ۱۸۶۱ء میں دوبارہ شایع ہوا۔ خیر خواہ ہند کے مضامین مختلف ناموں سے کتابوں کی شکل میں ۱۸۶۶ء میں مشنری سوسائٹی کے اہتمام میں شایع ہوئے تھے جن کے دیباچوں میں لکھا ہے :

"ان کتابوں میں بہت باتیں خیر خواہ ہند جو مدت تک پادری ماتھر کے اہتمام سے طبع ہوتا تھا منتخب کرکے طبع کروایا ہے۔"

دوسری مرتبہ یہ اخبار ناگری اور فارسی زبان میں شایع ہوا۔ چنانچہ دتاسی اپنے خطبہ ۱۸۲۵ء میں لکھتے ہیں۔

---

۵۱ خطبات دتاسی ص ۴۱۴ ۔ ۵۲ ایضاً ص ۷۱۴

"ڈاکٹر آر، سی، ماتھر مرزا پور سے خیر خواہ ہند ناگری اور فارسی رسم الخط میں شائع کر رہے ہیں اس کے بعض اہم اجزا کا انگریزی ترجمہ بھی کبھی کبھی شایع کر دیتے ہیں۔ مرزا سید عبداللہ نے مجھ کو اس کا نمبر بھیجا ہے اس میں بعض اجزا بہت دلچسپ معلوم ہوتے ہیں۔"

پادری ماتھر بہت سی مذہبی کتابوں کے مصنف تھے جو اردو میں لکھی گئی ہیں خاص طور پر اس بائیبل کے مرتب تھے جو ہندوستانی زبان میں رومن خط میں لکھی گئی ہے جس کی کاپیاں لندن میں شایع ہوئی تھیں اور اس کے حاشیہ پر اصل انجیل ہے۔

۱۸۶۰ء میں اسی مرزا پور کی مشنری سوسائٹی نے خیر خواہ ہند کے مضامین مختلف ناموں سے کتابی شکل میں چھپوائے تھے۔ دو کتابیں منتخب العلم اور مفرح القلوب میرے والد ماجد مولانا شرف الحق مرحوم و مغفور کے کتب خانہ میں ہیں ان دونوں کتابوں میں معلوماتی اور تاریخی مضامین ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں۔

بھاپ کی کلوں، دو خانی جہازوں، انگلستان کی آہنی سڑکوں، بنرگون غوطہ لگانے والی نل" انگریزی ٹائپ اور پتھر کی یعنی لیتھو مشینوں اور برطانیہ کے پرانے باشندوں وغیرہ کے حالات

لیتھو مشینوں کے مضمون کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ خیر خواہ ہند میں کس قدر مفید معلوماتی اور تاریخی مضامین شایع ہوتے تھے خواہ اس کی غرض اپنی قوم اور ملک کا پروپگنڈا ہی کیوں نہ ہو۔ عنوان ہے :۔

پتھر پر چھاپنے کا احوال

اس قسم کی چھاپے کی ایجاد اتفاقات سے ہو گئی موجد الالسیس سینے فیلڈر شہر

کے بادشاہی ناچ گھر کے گوئیے کا بیٹا تھا۔ شروع میں صاحب موصوف انگولڈ شاٹ کے مدرسہ میں علم فقہ اور ملک کے آئین پڑھنے کے لئے جاتا تھا لیکن بعد وفات اپنے باپ کے اس کا پیشہ سیکھنے لگا۔ آخرش جب اس میں کچھ حاصل نہ ہوا تب وہ کتابیں تصنیف کرنے لگا مفلسی کے سبب سے وہ اپنی کتابیں ڈھالے ہوئے حرفوں میں جو اس وقت مروج و مقبول تھا چھپا نہ سکا اس لئے اور طرح سے چھاپنے کی تدبیر کرنے لگا۔"

"تانبے کے ایک پتر کو برابر کرکے، روشنائی صابن موم اور کاجل سے بنا کر اس پر لکھنے لگا جب یہ سیاہی سوکھ گئی تو ایسی سخت ہو گئی کہ شورے کا تیزاب بھی اس میں اثر نہ کر سکتا مگر تانبا بڑا مہنگا تھا اس لئے کفایت کے واسطے اس نے پتھر پر لکھنے کی تدبیر کی اتفاقاً اس کو قسم مذکور کا پتھر جو سیاہی جذب کر لیتا ہے ملا اس کو برابر اور صیقل کرکے اس پر لکھنے لگا۔"

"ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ اس کی والدہ نے اس کو دھوبی کا حساب لکھنے کو کہا مگر چونکہ اس وقت کاغذ موجود نہ تھا۔ اس واسطے صاحب مذکور نے اپنی بنائی روشنائی سے اس پتھر پر لکھ لیا اس خیال سے کہ فرصت کے وقت کاغذ پر لکھ لیں گے۔ آخر کار جب اس لکھے ہوئے کو مٹانے لگا تب اس کو یہ خیال آیا کہ اس کے نقشے اور بھی اتر سکتے ہیں یا نہیں چنانچہ اس نے تیزاب لگایا اور اس کے بعد چھاپے کی روشنائی لکھے ہوئے حرفوں سے بیلن سے پھیلائی تو دیکھا کہ نقلیں صاف اترتی ہیں۔ القصہ صاحب مرقوم نے نیا طریق چھاپنے کا بہت ہی پسند کیا۔"

پہلے صاحب موصوف نے چند سالے علم موسیقی کے چھاپے جو سنہ ۱۷۹۶ عیسوی میں مشتہر ہوئے تو اس کے نقشے اور کتابیں چھاپیں مگر الٹا لکھنا مشکل

تھا اور اس سبب سے گوند کے کاغذ پر ملنے کی ایجاد ہوئی۔ پھر اس نے معلوم کیا کہ صابن کی نشانیاں پتھر پر جذب ہو جاتی ہیں اس لئے چکنائی کے قلم سے تصویر کھینچنے کی ایجاد ہوئی۔"

جب صاحب مذکور نے اس طرح کی آراستگی اس ہنر کو بخشی تب ۱۷۹۹ء میں اس کو بویریا کے بادشاہ سے پروانہ ملا کہ اپنا ہنر جاری کرے اور سب کام ملک بویریا اسی کے کارخانے میں آوے۔ جب کہ ایسا ہوا تو صاحب موصوف ایک دوسرے صاحب اندرے نامی کو اپنا شریک کر کے چھاپہ خانہ لندن اور پارس اور ویئنا شہروں میں بنوانے لگا اس لئے سینے فیلڈر صاحب انڈرے صاحب کے بھائی کے ساتھ لندن میں آیا اور جب وہاں یہ فن خوب مشہور ہوا تو بڑے بڑے انگریزی ہنرمندوں نے اس کی آزمائش کی۔ پھر سینے فیلڈر جو انڈرے سے علیحدہ ہو گیا تھا ۱۸۰۱ء میں ویئنا کو گیا اور وہاں بادشاہی فرمان پا کے اپنے فن کو کپڑا چھاپنے کے کام میں لگایا۔ مگر بدانتظامی اور ناموافق واقعات سے اس کی مراد حاصل نہ ہوئی۔ آخرش ۱۸۰۶ء میں کاروبار اوروں کے اختیار میں چھوڑ کر اپنے وطن کو پھر گیا۔ ان دنوں مٹور صاحب جو وہاں کے سرکاری مدرسہ میں علم مصوری کا مدرس تھا۔ پتھر کے چھاپنے کی مشاقی کرتا تھا کہ اپنے طالب علموں کے لئے تھوڑے داموں پر تصویریں تیار کر سکے اور اسی سے چکنائی کے اس قلم کی ایجاد ہوئی۔ جو اب جاری ہے۔"

"اس وقت یہ فن بہت پھیلا اور اس کی بڑی ترقی ہوئی بلکہ خاص شہر موتیخ میں اور بھی زیادتی ہوئی وہاں اس کے بہت سے کارخانے ہوئے جس میں کہ اچھے اچھے ہنر کے کام تیار کئے جاتے تھے۔ سوا اس کے کتابیں اور

سرکاری نقشے متفرقات دفتروں کے بھی چھپتے تھے۔ ۱۸۰۹ء اکتوبر کو سینفے فیلڈر صاحب شہر موتیخ میں بادشاہی چھاپہ خانے کے مہتمم مقرر ہوئے اس غرض پر کہ ملک بویریا کا بڑا نقشہ تیار کریں۔"

" جولائی مہینے کی تیسویں تاریخ ۱۸۲۱ء کو سینفے فیلڈر صاحب کے شہر یک نے لندن میں آکر ہنرمندوں کی مجلس میں اس نئی ترکیب سے چھاپنے کا طور دکھلایا انگلستان میں پتھر پر چھاپنے کا فن ۱۸۱۸ء تک بخوبی جاری ہو گیا۔"

" فرانس ملک میں پتھر کے چھاپنے کا استعمال کم تھا۔ آخرش ۱۸۱۰ء میں اچھے مصوروں سے یہ فن شروع ہوا اور انہیں دونوں ملک روس اور یورپ کے اطراف میں بھی یہ فن جاری ہوا، اور اب ہر ملک میں پھیلیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی تیس برسوں سے ہے چنانچہ کلکتہ میں سرکار کمپنی کا ایک بڑا چھاپہ خانہ ہے جہاں بڑے بڑے نقشے اور تصویریں عمدہ طور پر بنائی گئی ہیں۔ سوا اسکے تین چار اور چھاپے خانے ہیں جن میں کم وبیش کاری گری دکھائی پڑتی ہے اور حال میں بہت سے چھاپے خانے ہندوستان کے شہروں میں ہو گئے چنانچہ مرزاپور، لکھنؤ، الہ آباد کانپور، آگرہ، لودیانہ۔ دہلی وغیرہ میں جیسے ہیں اور بمبئی مندراج میں بھی بہت ہونگے۔"

سراج الاخبار یہ اخبار ۱۸۴۱ء میں نکلا اس کے ایڈیٹر سید اولاد علی تھے یہ اخبار مطبع ۔ ۱۸۰۱ نی میں مصلح الدولہ سعید ابوالقاسم واقع نگار امداد علی بیگ کے اہتمام میں چھپتا تھا جو ہفتہ وار تھا۔

(یہ اخبار ظفر شاہ کے دربار کا کورٹ گزٹ تھا جو بادشاہ کی ہدایت کے مطابق دہلی کے قلعہ معلّٰے سے فارسی زبان میں شایع ہوتا تھا اور یہ بادشاہ کا روزنامچہ تھا آخر میں خاص خاص خبریں بھی ہوتی تھیں جو عموماً دوسری سلطنتوں یا ریاستوں ۔

سے متعلق ہوتی تھیں یا کبھی دہلی کی مقامی شکایتوں حکام کی بدعنوانیوں یا موسم وغیرہ کی کیفیت بتائی جاتی تھی

اس اخبار کی فارسی بہت پختہ اور شُستہ شائستہ نشیانہ ہوتی تھی جو دربار کی شان شایاں تھی، اس کے علاوہ اسلوب فصیح اور عبارت بلیغ ہوتی تھی، زبان کے قاعدے اور آئین کی پابندی سخت تھی

یہ وہ دور تھا جب مغلیہ خاندان کا چراغ گل ہو چکا تھا برائے نام بادشاہت تھی لیکن عوام پر بادشاہ کا کچھ تھوڑا بہت اثر تھا۔ عوام بادشاہ ہی کو اپنا دکھ درد سناتے تھے چنانچہ جب شہری پولس نے ان کو تنگ کیا تو عرضی بادشاہ ہی کو گذاری۔

"..... سواری مبارک در صحن دیوان خاص رسیدہ بود کہ انبوہ کثیر از رعایا شہر وسکنائے صاحب باغ و دیگر املاک شاہی استغاثہ تعدی عملہ پولس در اخذ وجوہ چوکیدار مجوزہ حال کہ دوچند وسہ چند از روئے تعداد نسبت معمول سابق بود نمودند و عرضداشتند

اس درخواست کا جواب کیا ہو سکتا تھا وہ ہی معذوری و مجبوری "ظفر شاہ" نے یہی مشورہ دیا "آگرہ جا کر اپنی شکایت پیش کرو محکمہ صدر ہی اس ظلم و ستم کی روک تھام کر سکتا ہے"

بادشاہ کے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ مرزا غالب شاہزادہ کی پیدائش پر ایک فارسی قطعہ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں۔ یہ خبر ۱۹ ستمبر ۱۸۴۱ء کے اخبار میں ان الفاظ کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

" عرضداشت اسد اللہ خاں غالب تخلص کہ زائچہ طالع نونہال حدیقہ اقبال را بہ نظم درآوردہ معرفت نوزر علی خاں فرستادہ و در آں داد سخنوری دادہ

بود بہ نظر کرامت اثر گذشت و مورد تحسین گشت"

جب سراج الاخبار مطبع سلطانی لال قلعہ میں چھپ جاتا تو تالوقچی خاں بادشاہ کے پاس وہ اخبارات بیجا تا تھا جس کو بادشاہ بتاتے ان کو اخبار روانہ کردئے جاتے تھے۔ (۱۸ رمضان المبارک)

خاص طور پر ہر ہفتہ معظم الدولہ کی معرفت لفٹنٹ آگرہ کے ہاں یہ اخبار بادشاہ بھیجتا تھا تاکہ وہ اندازہ لگائے کہ اخبار میں کس قسم کی خبریں شایع ہوتی ہیں [۱]

سراج الاخبار میں بادشاہ ظفر اور استاد ذوق کی غزلیں خمسے وغیرہ بھی شایع ہوتے تھے۔

اس اخبار میں مرزا غالب کا کلام بھی چھپتا تھا۔ چنانچہ مرزا جی اپنے ایک خط میں اس کا ذکر کرتے ہیں :-

"پیر و مرشد عید کو بادشاہ ماندے ہوئے جو کچھ کہا تھا وہ رہنے دیا کہ کبھی کام آئے گا۔ بقرعید کو کچھ کہا نہیں ایک رباعی پڑھ دی تھی۔ اس کا کچھ پتہ نہیں .... قصیدہ کہہ رکھا تھا پڑھ دوں گا۔ سراج الاخبار میں چھاپا جائے گا اور آپ کی نظر سے بھی گذریگا۔

(۱) جب کہ محل شاہی سے دو دستہ نقرہ مورچھل چوری ہو گئے اور وہ خواجہ سرا صندل کے گھر سے برآمد ہو گئے اور اسی کے ساتھ ملزم نے جرم کا اقرار کر لیا۔ تو سزا کے طور پر ہر ڈیوڑھی اور ہر قلعہ معلی کے دروازہ پر اسکو تازیانے لگائے گئے اس خبر کو سراج الاخبار اپنی زبان میں شایع کرتا ہے۔

عرض شد کہ دو دستہ نقرہ مورچھل از سلحہ خانہ اندروں محل معلی گم شدند

---

[۱] سراج الاخبار ۱۹ شعبان

جرم سرقہ آں بہ صندل نامی خواجہ سرا ثابت شدہ ومال مسروقہ از خانہ اش برآمد واز تہدید سرو سرافراز گلشن جاہ وجلال گل سرسبد بوستان حشمت واقبال کارفرمائے منصب نظارت مرزا محمد سلطان فتح الملک بہادر اقرار دزدی ہم کرد حکم شد کہ بہ ہر ڈیوڑھی اور ہر دروازہ قلعۂ معلٰے پنج پنج تازیانہ زدہ بیروں سازند تا آئندہ برائے بدکاران عبرت گردد کہ مرتکب ہیچ امور قبیحہ نہ گردند۔ (از دہم شعبان المعظم ۱۲۵۰ھ)

(۲) اسی طرح زوج بازو بند زمردی نواب تاج محل بیگم صاحبہ کے کسی نے چرائے تو بادشاہ کے پاس مقدمہ آیا اور بتایا گیا نائب ناظر خدا بخش نے چرائے ہیں۔ تو ظفر شاہ بہادر نے سید بلال علی خاں کو حکم دیا کہ فی الفور خدا بخش را نظر بند سازند او بخانہ اش رفتہ تفحص نمایند" خدا بخش کے مکان سے صندوقچہ نکلا تو حکم ہوا" بزدن تازیانہ" (۲۴ رمضان المبارک ۱۲۵۰ھ)

(۳) اسی زمانہ میں ہی نہیں بلکہ بہادر شاہ ظفر کے زمانہ میں بھی دہلی کے اندر غنڈے شریفوں کو ستاتے تھے اور غنڈوں کے سردار اپنے چیلے چانٹوں سے شریفوں کی پگڑیاں اچھلواتے تھے۔

چنانچہ مسلمانوں کے ایک وفد نے ایک درخواست بہادر شاہ کے حضور میں گذاری کہ فیض اللہ نامی دربان مسجد جامع بدمعاش اور فتنہ پرور ہے۔ اور حافظ مدن کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حافظ مدن بدمعاشوں کے سرخیل ہیں۔ کئی مرتبہ فیض اللہ فتنہ وفساد برپا کر چکا ہے اسی کی وجہ سے آخری مرتبہ جمعہ کے روز رمضان المبارک میں زبردست فساد وجھگڑا ہو جاتا۔

بہادر شاہ نے مرزا احمد بخت عرف مرزا ہمایوں بہادر کو مقرر کیا کہ فیض اللہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں تحقیقات کی جائے۔

"اگر فی الواقع بہ بد معاشی دستگاہی دارد بمعرض معزولی خواہد آمد"
(دواز دہم رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ)

(۴) چوتھے مقدمہ کی نوعیت و سزا سراج الاخبار ۲۴ رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ کی زبانی سنئے۔

"گستاخی ہائے بہادر علی مدعی میرزا صر علی کہ در محکمہ دارالانصاف نمود بود عرض کرد ارشاد شد اگر کسے مرتکب ہیچ امور وشوخی باگردد اختیار جرمانہ وقید بمقتضائے وقت دارند"

۱۸۴۲ء میں لکھنؤ سے ایک مذہبی پرچہ جس کا نام جلالی تھا مولانا علی حسن محدث نے جاری کیا تھا۔

احسن الاخبار یہ اخبار ۹ نومبر ۱۸۴۲ء کو بمبئی سے جاری ہوا۔ ہفتہ وار تھا۔ اس زمانہ میں رسل ورسائل کے ذرائع محدود تھے۔ یہ اس وقت زیادہ سے زیادہ دہلی اور قلعہ دہلی کی صحیح اور مستند خبر شایع کرتا تھا۔ دہلی میں اس کے نامہ نگار موجود تھے۔ یہ اخبار فارسی میں نکلتا تھا۔ ۲۶ جنوری ۱۸۴۷ء کی خبر کا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"مرزا اسد اللہ خان بہادر کو دشمنوں کی غلط اطلاعات کے باعث قمار بازی کے جرم میں گرفتار کر لیا تھا معظم الدولہ کی سفارشی چٹھی لکھی گئی کہ ان کو رہا کیا جائے کہ یہ معززین شہر میں سے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے محض حاسدوں کی فتنہ پردازی کا ثبوت ہے۔ عدالتِ فوجداری نواب صاحب کلاں بہادر کو جواب دیا کہ مقدمہ عدالت کے سپرد ہے ایسی حالت میں قانون سفارش قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا"

جب اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا اس کی خبر ۲ جولائی ۱۸۴۷ء کے اخبار میں

شایع ہوئی۔

"غالب پر فوجداری میں جو مقدمہ دائر تھا اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ مرزا صاحب کو چھ مہینے کی قید با مشقت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی اگر دو سو روپیہ جرمانہ ادا نہ کریں تو چھ مہینے قید میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ اور مقررہ جرمانے کے علاوہ اگر پچاس روپے زیادہ ادا کئے جائیں تو مشقت معاف ہو سکتی ہے جب اس پر خیال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب عرصہ سے علیل رہتے ہیں۔ سوائے پرہیزی غذا قلیہ چپاتی کے اور کوئی چیز نہیں کھاتے تو کہنا پڑتا ہے کہ اس قدر مصیبت و مشقت کا برداشت کرنا مرزا صاحب کی طاقت سے باہر ہے بلکہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر سشن جج بہادر کی عدالت میں اپیل کی جائے اور اس مقدمہ میں نظر ثانی ہو نہ صرف یہ سزا موقوف ہو جائے بلکہ عدالت فوجداری سے مقدمہ اٹھا لیا جائے۔ یہ بات عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے کہ ایسے باکمال رئیس کو جس کی عزت و حشمت کا دبدبہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہو ایسے معمولی سے جرم میں اتنی سخت سزا دی جائے جس سے جان جانے کا احتمال ہو۔"

کریم الاخبار گل رعنا

۱۸۴۵ء میں مولوی کریم الدین صاحب نے دہلی سے ایک ماہانہ رسالہ گل رعنا اور کریم الاخبار نکالا تھا۔ جو ہفتہ وار تھا۔ گل رعنا کے مولانا خود ایڈیٹر تھے انہوں نے ۱۸۴۵ء میں ایک تاریخی مشاعرہ کا اعلان کیا ہر مہینہ یا ہر ہفتہ مشاعرہ کا انعقاد ہوتا تھا اور ان ہی مشاعروں کا کلام گل رعنا میں چھپتا تھا۔ ۲۸ جمادی الثانی ۱۲۶۱ھ کو محفل ارباب کمال و مجلس اصحاب ذوق جمال نہایت اہتمام کے ساتھ

منعقد ہوئی اور شعرا نے اپنی نکتہ سنجیوں سے حاضرین کو مستفید کیا؟ مولانا کریم الدین نے اپنی کتاب طبقات الشعرا میں اپنے اس مشاعرہ کا ذکر کیا ہے اور جن شعرا کرام نے اس مشاعرہ میں کلام سنایا تھا ان کا کلام بھی نقل کیا ہے۔ مثلاً محمد سعید قاضی بدایونی جنہوں نے ۲ شعبان ۱۲۶۱ھ کے مشاعرہ یہ غزل پڑھی تھی۔ اس کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

اللہ رے نازکی کہ وہ کہتے ہیں ہر گھڑی　　زلفوں کے بوجھ سے میری ہمتی کمر نہیں
صدمہ اُٹھائے فرقتِ جاناں کا یوں سعید　　میرے سوا یہ اور کسی کا جگر نہیں

گارساں دتاسی اپنے خطبہ ۴ دسمبر ۱۸۵۲ء میں گل رعنا کا ذکر کرتے ہیں۔
"مولوی کریم الدین نے کچھ عرصہ ہوا ایک خاص رسالہ گل رعنا میں جو دہلی سے شایع ہوا ہے ایسے مشاعروں کی نظموں کا ذکر کیا ہے"

اس رسالہ اور اخبار کا ذکر مولوی عبدالرزاق صاحب نے بھی رسالہ اردو دہلی اکتوبر ۱۹۳۸ء میں فرمایا ہے اور لکھا ہے "یہ رسالہ اور اخبار بمبئی سے جاری ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۸ اپریل ۱۸۴۲ء کے اخبار فوائد الناظرین دہلی میں ایک اشتہار مطبع کی کتابوں کی فروختگی کے سلسلہ میں شایع ہوا ہے اس سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اشتہار کا مضمون یہ ہے

اشتہار:۔ واضح ہو کہ پہلے اس سے ایک مطبع موسوم بہ مطبع رفاہ عام بشرکت چند آدمیوں کے جاری ہوا تھا اور اس میں سے ایک پرچہ اخبار موسوم بکریم الاخبار ہر ہفتہ جاری ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ اب وہ مطبع موقوف ہو گیا ہے اور مالکان مطابع کو وصول کرنا اپنے روپیہ کا منظور اس واسطے وہ کتب ہائے مطبوعہ مطبع اپنی کو بقیمت ارزاں فروخت کرنا چاہتے ہیں اور تفصیل ان کتابوں کی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اسواسطے التماس یہ ہے کہ جس صاحب کو خریداران

کتابوں کا مشکور ہو درخواست اپنی خاکسار (اڈیٹر فوائد الشائقین) کے بھیج دیں۔ تفصیل کتب:۔ ابوالفضل ہر سہ دفتر حاشیہ قیمتی تین روپے سکندر نامہ با حاشیہ قیمتی دو روپے آٹھ آنے۔ گلدستہ نازنین جن میں اشعار اردو استاد و طالبی وحال کے درج ہیں۔ قیمتی تین روپے، فسانہ عجائب قیمتی سوا روپے، قیامت نامہ مع دیوان مومن سوا روپے۔

اس اشتہار میں یہ واضح ہو گیا کہ کریم الاخبار دہلی سے نکلتا تھا اور مطبع رفاہ عام دہلی میں قائم ہوا تھا۔ اور یہ اخبار [illegible] میں بند ہو گیا تھا اور اس اشتہار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مطبع رفاہ عام نے کون کون سی کتابیں شایع کی تھیں۔

مولوی کریم الدین | مولانا صاحب کے جد امجد پہلی بھیت میں پیدا ہوئے تھے۔ اکثر شہروں میں ان کی آمد و رفت تھی چنانچہ ان کو پانی پت پسند آیا اور وہیں آپ مقیم ہو گئے۔ بادشاہی جاگیر کی آمدنی سے گزارہ ہوتا تھا۔ اس لئے فکر معاش سے آزاد تھے نادر شاہ کے زمانہ میں لوٹ مار ہوئی اس وقت سے آپکے خاندان کی مالی حالت خراب و خستہ ہو گئی تھی دادا صاحب زاہد و متقی تھے۔ دنیا سے بیزار توکل پہ قانع یاد الٰہی میں معروف رہتے تھے اور مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی جس زمانہ میں لیک صاحب مقبوضہ شہروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ پانی پت میں بھی آئے جس نے اپنی جاگیروں کے بارے میں فرمان شاہی یعنی دستاویزی ثبوت پیش کر دیا اس کی جائیداد واگذار ہو گئی آپکے دادا نے جائیداد کی واگذاری کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ مسجد میں بیٹھے رہے، لاپرواہی بھی کی۔ اور کچھ دماغ میں خلل بھی تھا اس بے توجہی کا یہ نتیجہ نکلا کہ جاگیر ضبط ہو گئی۔ آپ کے والد سراج الدین

پانی پت میں ہی پیدا ہوئے۔ ان کو جب آمدنی کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آیا جو کچھ زیورات اور اسباب گھر میں تھا بیچ کھایا۔ مولوی کریم الدین کے والد ماجد نے اپنے صاحبزادہ کو علم تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور دنیا سے قطع تعلق کرنے کی تعلیم دی تو وہ بھی مسجد نشین ہو گئے اور توکل پر قناعت فرمائی۔ پانی پت کے لوگ خرچ کے مطابق ان کو پہنچا دیتے تھے۔ مسجد میں نماز پڑھانے کے بعد کچھ لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اس سے کچھ آمدنی ہو جاتی تھی۔ جس سے خاندان کی گذر اوقات ہو جاتی تھی [1]

مولوی کریم الدین کا خاندانی سلسلۂ نسب حضرت جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے ملاحظہ ہو۔

مولوی کریم الدین بن سراج الدین بن مولوی محمد فضل بن مولوی سردار بن مولوی شیخ محمد بن شیخ جلال الدین بن شیخ جمال الدین ہانسوی رحمہم اللہ [2]

مولوی کریم الدین صاحب پانی پت میں ۱۲۳۶ھ کو عید الفطر کے روز پیدا ہوئے۔ آپ کے علاوہ دو بھائی اور تھے آپ سب سے بڑے تھے ان سے چھوٹے پادری عماد الدین اور سب سے چھوٹے خیر الدین تھے۔ غربت کی وجہ سے سوائے مولوی کریم الدین مرحوم کے تمام خاندان کے افراد نصرانیت کے جال کے شکار ہوئے۔ عماد الدین نے مع اپنی بیوی اور پانچ لڑکوں اور چار لڑکیوں کے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ اور اسلام اور اس کے بانی جناب محمد الرسول اللہ کے خلاف گستاخانہ توہین آمیز کتابیں لکھیں مناظرے کئے مشنریوں میں بڑی عزت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے

---

[1] طبقات الشعراء   [2] واقعات عمادیہ

ان کے عیسائی ہونے کے بعد ان کے والد بھی جن کی سو برس کی عمر تھی عیسائی ہو گئے تھے۔ لیکن بعد میں اسلام لے آئے[۱] ان کے دوسرے بھائی خیرالدین نے بھی یہی کھیل کھیلا اور نصرانیت کا چولا پہنا اور عمادالدین کی پیروی میں ایک ٹریکٹ "انفصال خیر" شایع کیا جس میں آپ نے عیسائی بننے کی وجہ ظاہر کی اور اسلام و نصرانیت کا موازنہ کیا۔ توہین رسول کی اور قرآن مجید کی تکذیب میں بھی کوئی کسر اٹھا کر نہیں رکھی کچھ دنوں کے بعد وہ بھی مسلمان ہو گئے[۲]

مولوی کریم الدین نے جب ہوش سنبھالا تو آپ نے پہلے فارسی کی دو چار کتابیں پڑھ کر عربی کی کتابیں پڑھنی شروع کیں۔ صرف اور نحو پانی پت میں پڑھ کر دہلی میں چلے آئے یہاں صرف و نحو، منطق، فلسفہ، طب، فقہ اصول اور کچھ کتب حدیث تحصیل کی۔ ان ہی دنوں آپ نے اپنی گذر اوقات کے لئے کتابت کرنی شروع کی ۱۸۱۲ء کے درمیان جناب طامسین صاحب لفٹنٹ گورنر نے دہلی کالج میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور طالب علموں کی تلاش ہوئی تو اس وقت آپ دہلی کالج میں داخل ہوئے۔ جب کہ آپ کی اٹھارہ برس کی عمر تھی آپ کو مدرسے سے سولہ روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جانے لگا۔ اس مدرسہ میں آپ نے ہندسہ ہیئت فلسفہ۔ پیمائش منطق، مناظرہ۔ جبر و مقابلہ، تاریخ عربی علم وادب اور فقہ وغیرہ علوم حاصل کئے۔

جب انگریزی کتابوں کا ترجمہ ہونے لگا تو آپ اردو کی ترجمہ شدہ

---

[۱] کوہ نور لاہور ستمبر ۱۸۶۹ء

[۲] پنجابی اخبار لاہور جنوری ۱۸۷۴ء

کتابیں پڑھ سکتے تھے۔ اسوقت انگریزی پڑھنے کا شوق ہوا۔ بوتراس تھا پرنسپل دہلی کالج کے علم دشورے سے قوانین فوجداری اور دیوانی اصول قوانین اور پولیٹیکل اکونمی یعنی سیاست مدنی علم معاشی اور انگریزی کی تحصیل کی۔[1]

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپنے دہلی میں شادی کی اور وہیں رہنے لگے اور انگریزی سے اردو کی ترجمہ شدہ کتابیں چھاپنے کے لئے ایک پریس کھولا۔ آپکا یہ بھی ارادہ تھا کہ تمام فنوں کی کتابیں اس پریس میں شائع کریں گے۔ لیکن یہ ارادہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ بقول مولوی کریم الدین صاحب:۔

"دو چار حاسدوں نے اس مطبع میں میرے شریک ہوکر مجھ سے فریب کرکے وہ مطبع چھین لیا تھا۔ ہرچند میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر میں دعوی کروں گا۔ حاکم نیک میرا انصاف کریگا۔ لیکن بسبب واقع ہوجانے چند صدمات کے اب تک وہ ارادہ پورا نہیں ہوا۔ لاچار صبر کیا۔"

اس زمانہ میں مولوی کریم الدین صاحب کے دہلی کالج کے اساتذہ اور پروفیسروں سے تعلقات تھے، اور خاص طور پر آپ دہلی ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے کاموں میں حصہ لیتے رہے مسٹر اسپرنگر سے آپ کے مراسم تھے چنانچہ وہ دہلی کالج کے پرنسپل کے ساتھ سوسائٹی کے سکرٹری بھی تھے۔ انہوں نے آپ سے تاریخ ابوالفداء عربی کے اردو میں ترجمہ کرنے کی استدعا کی جس کا ذکر آپ اس کے دیباچہ میں فرماتے ہیں "

---

[1] طبقات الشعراء ص ۴۰۹

"بعد حمد و صلوٰۃ کے کریم الدین جو کہ ادنیٰ طلباء مدرسہ دہلی کا ہے ...... یہ کتاب فن تواریخ زبان عربی کمیاب تھی...... ان ایام میں چند فنون انگریزیہ کا ترجمہ زبان اردو میں سکرٹری سوسائٹی نے چھپوا کے اس کی اشاعت نامہ کرکے رواج دیا ہے۔ اس واسطے صاحب مناقب اسپرنگر صاحب بہادر پرنسپل مدرسہ دہلی سکرٹری سوسائٹی اردو دام اقبالہ نے جو عالم کامل ہیں..... اس احقر العباد کم ترین کریم الدین کو ارشاد کیا کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان اردو میں کرے تو کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کم ترین نے بسر وچشم قبول کیا اور درمیان ۱۸۴۶ء کے یہ ترجمہ تیار کیا۔ جلد دوم کا ترجمہ ۱۸۴۷ء میں ہوا یہ تاریخ سید اشرف کے اہتمام سے مطبع العلوم مدرسہ دہلی میں ۱۸۴۸ء میں چھپی۔"

۱۸۴۸ء میں طبقات الشعراء طبع ہوئی اس کی ضخامت ۵۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر اردو کے علاوہ انگریزی میں یہ سطریں لکھی ہوئی ہیں" تذکرۂ شعرائے ہند ریختہ کا مسٹر فیلن صاحب بہادر مولوی کریم الدین نے گارساں دتاسی سے ترجمہ کیا۔"

مولوی صاحب نے اس کتاب میں دتاسی کی کتاب کے علاوہ اور دوسری کتابوں سے بھی حالات جمع کئے ہیں۔ مثلاً تیموری خاندان کے شہزادوں کی شاعری اور مختصراً دہلی کالج کے پروفیسروں اور چند دہلی کالج کے شعراء کے حالات دلچسپ انداز میں لکھے ہیں۔ چنانچہ مولانا صہبائی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"یہ قابل مصنف ہیں دہلی میں فارسی کے سب سے زیادہ فاضل و ادیب تصور کئے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے دہلی کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ دہلی کے مشہور محلہ چیلوں کے کوچے میں رہتے ہیں وہ ہمیشہ پرانی وضع کا لباس پہنتے ہیں۔ ان کی داڑھی سرخ رنگ کی ہوتی ہیں اور چہرہ پر چیچک کے نشان ہیں اس وقت ان کی عمر ساٹھ برس کی ہے۔"[1]

مولانا کا انداز تحریر ظریفانہ ہے۔ دہلی کالج کے ایک طالب علم شاعر تمکین کا ذکر کرتے ہوئے تخلص کے بارے میں مشورہ دیتے ہیں۔

"آپ کا نام محمد یوسف تھا اور دہلی کالج کے طالب علم تھے شاہجہان آباد کے رہنے والے تھے۔ ذہین متین، شوخ مزاج، بذلہ گفتار اور ظریف آدمی تھے۔ اگر اپنا تخلص نمکین رکھتے تو بہت اچھا تھا۔ کیونکہ اچھی طبیعت کے علاوہ رنگ بھی سانولا سا نمکین رکھتا ہے۔ بارہویں رجب ۱۲۶۱ھ کو میرے سامنے اس نے یہ شعر پڑھے، ان ایام میں عمر پندرہ سولہ برس کی تھی اس سال ۱۲۶۳ھ میں اس کی تعلیم ختم ہو گئی تھی اس کی انیس برس کی عمر تھی۔ نیک اطوار تھا ؎

اس انیس برس کے نوجوان کا کلام پڑھیے کس قدر صاف و ستھرا اور سلیس ہے ؎

تھا دم لبوں پہ اور کبھی لب آہ تھی
فرقت کی رات کیا مری حالت تباہ تھی

---

[1] طبقات الشعراء ص ۴۱۱

دوزخ بھی جس سے مانگتی ہے ہردم پناہ ہی
اُس دل جلے کی یا رخدا ایک یہ آہ تھی

ہوتے ہی شام دامِ الم میں ہوں پھنس گیا
تھی شام یا خدا کہ وہ زلف سیاہ تھی

ق

خانہ خراب ہو جو ترا عشق بے حیا
آئین کون سا تھا یہ کیا رسم و راہ تھی

تو نے جو میرے دل کو صنم خانہ کر دیا
رہتا خدا تھا جس میں یہ وہ بارگاہ تھی

محشر میں کیوں کہ جلوۂ دیدار دیکھتا
آنکھوں کے سامنے تری زلف سیاہ تھی

تمکیں کو اک نگاہ میں دیوانہ کر لیا
جادو فریب آہ یہ کس کی نگاہ تھی

تاریخ شعرا عرب کے ٹائیٹل پیج پر یہ عبارت درج ہے۔

"یہ تذکرہ مسمّی فریدالدہر عرب کی شاعروں کا تذکرہ جو کہ مولوی کریم الدین نے چند کتب ادب سے تالیف کیا ہے۔ اس میں تین سو ستاون شاعروں کا بیان ہے۔ ابتدا اعا یام جہالت سے تیرہویں صدی تک ہر ایک صدی کا ایک حصّہ اس میں ہے۔ جس صدی میں وہ شاعر گذرا ہے اس میں لکھا ہے
"باہتمام سید اشرف علی منبع العلوم مدرسۂ دہلی میں چھپا ۱۸۴۸ء"

مولوی کریم الدین دیباچہ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔
"بندہ کمترین کریم الدین سب ارباب علم و ہنر اور طالبان کتب تواریخ

وسیر کی خدمت میں دو تین لکھے مزدوری بغرض کر کے سمع خراشی کرتا ہے کہ ان
ایام میں بموجب فرائش صاحب والا مناقب ڈاکٹر سپنگر صاحب بہادر پرنسپل
مدرسۂ دہلی اور سکریٹری سوسائٹی اردو جو کہ فاضل کامل اور عالم بے بدل اور
ماہر اکثر السنہ متفرقہ اور متصف توصیفات مختلفہ حمیدہ کے ایسی نظیر ان
کا اہل یورپ میں سے معدوم .... کتب کہنہ صدہا روپے خرچ کر کے خرید
سکئے اور کار مسیحائی فرما کر کرم خوردہ مردہ کو زندہ کیا ۔ سوا ردو کو وہ رونق
دی کہ جو کتابیں قابل شیوع کے تھیں وہ آج تک بسبب غفلت کے نہ
چھپی تھیں اس کا ترجمہ کروا کر ہندوستانیوں کو ممنون کیا ۔ انہوں نے ازراہ
قدر دانی اس کم بضاعت بد قسمت بندہ کمترین کریم الدین کو ارشاد کیا
کہ ایک کتاب کتب تواریخ اور چند تذکرہ شعرائے عرب سے اس طرح
پر کہ کسی شاعر مشہور کا حال نہ رہے تو قلمبند کر حسب الارشاد ایک تذکرہ
زبان عربی میں مسمی فرید الدین تیرھویں صدیوں پر تیار کیا ۔ جب اس سے
فراغت ہو چکی صاحب بہادر نے ارشاد کیا کہ اس کا ترجمہ زبان اردو میں
تیار کر تا کہ شعراء اردو اور باشندگان ہندوستان کو حالات شعرائے
عرب اور ان کے عادات اور بود و باش اور فطانت عقل اور تصانیف کتب
سے آگاہ ہو جائے اس لئے بندہ نے ترجمہ اس اصل کتاب کا مؤلفہ اپنی
سے اردو میں درمیان ۱۲۶۳ مطابق ۱۸۴۷ء کے طیار کیا اور اس کا
نام تاریخ شعراء عرب رکھا (ص ۳، ۴) ۔

دہلی میں غدر سے قبل مولانا نے حسب ذیل کتابیں تالیف تصنیف
فرمائی تھیں ۔

(۱) تعلیم النساء :- لڑکیوں کی تعلیم کے لئے جس میں آٹھ باب ہیں

(۲) تذکرۃ النساء۔ ایشیا اور افریقہ کی شاعر عورتوں کے حالات۔

(۳) گلدستۂ نازنین۔ مشہور ہندوستانی شعراء کے کلام کا انتخاب دہلی میں (سنہ ۱۲۶۱ھ) سنہ ۱۸۴۵ء میں طبع ہوا۔ اور بہت مقبول ہوا۔ اس کا حجم ۲۰۵ صفحے کل ہے اور ہر صفحے میں ۱۷ سطریں ہیں [۱]

(۴) گلستان ہند:۔ دلچسپ مقولوں اور سبق آموز لطیفوں اور منتخب اشعار کا مجموعہ ہے۔

(۵) ایک کتاب وراثت پر (۶) رسالہ فرائض (۷) علوم مجمہ پر ایک مختصر رسالہ (۸) عجالۃ العلاء عروض پر (۹) روض الاجرام۔ علم ریاضی پر (۱۰) ترجمہ کتاب ڈاکٹری [۲]

غدر کے بعد مولوی کریم الدین صاحب آگرہ کالج میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے تھے [۳] اور وہیں آپنے تاریخ آگرہ لکھی حکومت یوپی نے اس کتاب کو اپنے مدرسوں کے نصاب میں لگا لیا تھا اور خاص تعداد میں اس کتاب کو خرید لیا تھا۔

اسی زمانہ میں یعنی سنہ ۱۸۵۹ء میں دوسری کتاب منتخبات اردو کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب کے لئے لکھی۔

آپنے غالباً سنہ ۱۸۶۲ء میں پنجاب کے سررشتہ تعلیم میں ملازمت کی اور آپ لاہور کے حلقہ کے ڈپٹی انسپکٹر مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں آپنے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جن کو مطبع سرکاری لاہور نے شایع کیا اور نصاب

---

[۱] خطبات دتاسی ص ۳۰۹ [۲] طبقات الشعراء ص ۵۰۱

[۳] کریم اللغات

تعلیم میں لگائی گئیں مثلاً تسہیل القواعد اردو کی صرف و نحو پر لکھی گئی جو پنجاب کے مدرسوں میں رائج ہوئی (۲) انشاء اردو (۳) پند سودمند اس میں قدیم و جدید مصنفوں کے ڈیڑھ سو مقولے نقل کئے گئے ہیں (۴) دیوان سعدی مع سوانح عمری (۵) دیوان حافظ کا انتخاب۔

لیکن ان کتابوں کے علاوہ مولوی کریم الدین صاحب کی چار کتابیں (۱) واقعات ہند (۲) مفتاح الارض (۳) کریم اللغات (۴) خط تقدیر اردو ادب میں یادگار کتابیں ہیں کریم اللغات اب تک مقبول ہے۔ بیسیوں ایڈیشن اس کتاب کے چھپ چکے ہیں اور ہر ناشر نے اس لغت کو شایع کیا اور کثیر نفع حاصل کیا۔

واقعات ہند ۱۸۶۶ء میں شایع ہوئی اس کے ٹائٹل پیج پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"تاریخ ہند جس کو مولوی کریم الدین ڈپٹی انسپکٹر حلقہ لاہور نے کئی انگریزی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا اور ماسٹر رام چندر سابق مدرس ریاضی ضلع مدرسہ دہلی اور مولوی ضیاء الدین اسسٹنٹ پروفیسر عربی کالج دہلی نے اس کا مقابلہ تواریخ فارسیہ وغیرہ سے کیا مطبع سرکاری لاہور میں باہتمام بابو چندر ناتھ کیوریٹر کے چھپی"

مولانا نے اس تاریخ کو اس رباعی سے شروع کیا ہے ؎

عجب نادان ہیں جن کو عجب ہے تاج سلطانی
فلک بال ہما کو پل میں سونپے ہے مگس رانی
نہیں معلوم ان نے خاک میں کیا کیا ملایا ہے
کہ چشمِ نقش پا سے تا عدم نکلے نہ حیرانی۔

جس دور میں بھی یہ تاریخیں لکھی گئی ہیں، ان تاریخوں میں اس زمانے کی حکومت کی پالیسی اور منشاء کا بھی دخل رہا ہے۔ انگریزی حکومت کی ہندوستان میں یہ پالیسی تھی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" اس پالیسی کی تھوڑی سی جھلک اس تاریخ میں بھی نظر آتی ہے اور اس میں منافرت کا جذبہ پیدا کرنے والے واقعات بھی ملتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ اس کتاب میں ہندوستان کے قدیم عہد سے عہد انگلیشیہ تک کے مختصر حالات اس طرح لکھے گئے ہیں جس سے ہندوستان کی مکمل تاریخ کا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ زبان شستہ سلیس اور عام فہم ہے۔ مقفّیٰ اور مسجع عبارت سے بالکل پاک ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو نصیر الدین التمش کی دیانتداری کا ایک واقعہ مولانا لکھتے ہیں

"باوجود بادشاہ ہونے کے کتابت پر گذران کرتا تھا۔ اس بادشاہ کے صرف ایک بیوی تھی۔ تمام امورات خانہ داری کے وہ بیوی انصرام کیا کرتی۔ ایک روز اس نے عرض کی کہ اے شاہ والا جاہ میں کھانا پکانے سے تنگ آگئی ہوں۔ اور میری انگلیوں میں پھپھولے پڑ گئے ہیں۔ اگر ایک کنیزہ واسطے کھانا پکانے کے عنایت ہو تو عین کرم ہے بادشاہ یہ بات سن کر بہت رنجیدہ ہوا۔ اور بولا کہ یہ ملک خدائے تعالیٰ کی ودیعت ہے عیش و عشرت کے واسطے نہیں ہے اگر اس میں تصرف بے جا کروں تو قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دوں گا تم کو چاہیئے کہ بدستور اپنے کاروبار میں مصروف رہو"

خط تقدیر مولانا نے ۱۸۶۲ء کے درمیان لکھی اور کپتان لمر صاحب ڈائرکٹر

پبلک انسٹرکشن پنجاب نے مطبع سرکاری لاہور میں ۱۸۶۲ء میں چھپوائی یہ کتاب ۲۱۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

حفظ تقدیر مولانا کی ادبی تصنیف ہے مولانا کا کہنا یہ ہے کہ سو برس میں ہندوستانیوں کو قصہ نویسی کا شوق پیدا ہو رہا ہے۔ ہر ایک مصنف عشقیہ کہانیاں لکھتا ہے جس سے لوگوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اس لئے مولانا نے ایک عاشقانہ سبق آموز کہانی کی روپ میں تقدیر کے متوالوں کو بتایا ہے کہ تدبیر بنا تقدیر کا لکھا پورا نہیں ہوتا۔ صرف تقدیر پر قناعت کر کے بیٹھنا اور تدبیر نہ کرنا حماقت ہے جس کا نتیجہ سوائے بربادی اور تباہی کے کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ دیباچہ میں لکھتے ہیں

"کریم الدین بن سراج الدین پانی پتی عرض کرتا ہے کہ مدت سے دل میں یہ اُمنگ تھی کہ تقدیر و تدبیر کا مضمون بطور قصہ لکھا جائے جو باتیں اس میں درج ہوں وے اخلاق و اطوار اور تجربات انسانی ایسی طرح کے ہوں جس کا اثر طبائع انسانی پر ہو کے بہت نیک نتیجہ پیدا کرے"

آیئے تیار ہو جائے مولانا کی کہانی شروع ہوتی ہے۔ لیجئے پڑھئے

"قسمت میں ہے جو میری گرہ گیر دیکھنا
اے شبانہ ہیں سراخطِ تقدیر دیکھنا

یوں ہی ہوا رہے گی جو فصل بہار کی
پاؤں میں ہوشیار کے زنجیر دیکھنا

"حضرت سلامت آپ جو پریشان تق ودق میں تن تنہا سراسیمہ وبکا بکا کیوں پھرتے ہو دل ہی دل میں کیا تجویزیں کرتے ہو۔ آپ کی صورت حال تو یوں ثابت ہے کہ جو زمانہ دیدہ یا دل کبیدہ کوئی بڑا بھاری غم

اٹھا کر گم گشتۂ بادیۂ فرقت کی تلاش میں آپ کو بہلا کر وطن سے نکل آئے ہو
راہ مقصود بھول کر بہت گھبرائے ہو۔ عقیام نشان دل زخمی کے جویا اس
عشق کی علامت پیدا ہیں۔ چہرہ کا رنگ زرد، دم بدم آہ سرد، بکھرے
ہوئے بال، دیوانوں کیسی چال ڈھال، بات کرنا جنجال، ہر وقت کی تانک
جھانک، چشم نرگسی غم ناک دیدہ خواب ندیدہ، گھڑی گھڑی پیچھے مڑ مڑ کر
دیکھنا ہر چہار طرف مضطربانہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جھپکنا ؎

ظاہر ہے کسی پہ شیدا ہے ؎ سب علامات عشق پیدا ہے

مولانا کریم الدین بڑے محنتی جفاکش تھے، ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا۔ بڑے
مضبوط کیرکٹر کے انسان تھے۔ ملازمت کے دوران میں ان کو مذہب تبدیل
کرنے کا لالچ دیا گیا۔ دباؤ ڈالے گئے مگر ان پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

گارساں دتاسی جو پکا کٹر قسم کا عیسائی تھا۔ اور ہندوستانیوں کے عیسائی
بننے پر بہت خوش ہوتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۶۹ء میں مولانا پر جب دباؤ ڈالا
جارہا تھا تو دتاسی اور مشنریوں کے طبقہ کو یقین تھا کہ مولانا کریم الدین
عیسائی ہو جائیں گے چنانچہ دتاسی اسی سال کے خطبہ میں لکھتا ہے۔

"بعض ایسے مسلمانوں نے مسیحی مذہب اختیار کیا ہے جو اپنی تعلیمی یا
معاشی حیثیت سے ملک میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں چنانچہ مولوی کریم الدین
جو ہندوستانی زبان کے مشہور انشاء پردازوں میں ہیں اور ان کے بھائی مولوی
عماد الدین جو خود فاضل آدمی ہیں لیکن مشہور نہیں ہیں۔ یورپین لوگوں کے
میل جول سے مسیحی مذہب کی طرف رجحان کرتے ہیں ان دونوں بھائیوں
نے عیسائی مذہب کی خوبیاں اور اسلام کی کوتاہیاں چن کر لوگوں میں بیان
کرنا شروع کر دی ہیں ان میں عماد الدین کا باقاعدہ بپتسمہ ہو چکا ہے۔

اور کریم الدین بھی عنقریب باقاعدہ مسیحی زمرے میں شامل ہو جائیں گے۔
اب دونوں مل کر ایک کتاب لکھ رہے ہیں جس میں اسلامی اصول پر اعتراض ہوں گے۔"

جب مولانا مشنریوں کے داؤں پیچ میں نہیں آئے نہ ان پر دباؤ کا اثر پڑا اور نہ روپے کے لالچ میں وہ پھنسے اور مشنری طبقہ کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو "انگور کھٹے ہیں" کے مصداق مولوی کریم الدین کو بزدل کے خطاب سے دتاسی صاحب نوازتے ہیں۔ ۱۸۶۳ء کے خطبہ میں فرماتے ہیں۔

"عماد الدین نے کھلم کھلا عیسائی مذہب قبول کر لیا ہے۔ عماد الدین کے بھائی کریم الدین کا رجحان بھی یہی مذہب کی طرف ہے۔ لیکن ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ اپنے عقائد کا بلا کسی جھجک کے اعلان کریں۔ عماد الدین نے اپنی تصنیف تحقیق الایمان میں اسلام پر اعتراضات کئے ہیں۔

جب دتاسی کو مولانا کے عیسائی بننے کا یقین تھا تو مولانا بڑے مشہور انشا پرداز تھے جب اس امید کا خاتمہ ہو گیا تو ان کی انشا پردازی پر شک ہی نہیں بلکہ ان کو "مضمون چور" کہا جانے لگا۔ چنانچہ مفتاح الارض اور واقعات ہند پر تبصرہ کرتے ہوئے دتاسی ایک خطبہ میں اپنا غصہ مولانا پر اتارتے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے ہندوستانی اہل قلم پر بھی برستے ہیں۔

"مولانا کریم الدین کی یہ دونوں کتابیں اور دوسری تصانیف دراصل تراجم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ مولوی کریم الدین

اپنے اور دوسرے اہل وطن کی طرح اس بات کو کوئی عیب نہیں سمجھتے کہ کسی دوسرے مصنف کے خیالات کو بلا تکلف اپنی کتاب میں درج کر دیں۔ ہندوستان میں یہ آزادی عام طور غلطی دنیا میں برتی جاتی ہیں۔ مترجمین کو ان کے بین الاقوامی معاہدوں کی مطلق پروا نہیں ہوتی جس کے مطابق ان کا فرض ہے کہ وہ جب کسی مصنف کی کتاب سے کوئی مضمون لیں تو اس کا اعتراف کریں۔ ممکن ہے یہ شعار ہندوستان کے مولفین اور مصنفین کے لئے عارضی نفع کا باعث ہوتا ہو۔ لیکن ذہنی ترقی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی مضر بات نہیں ہو سکتی میں سمجھتا ہوں مولوی کریم الدین آج کل جس نئی کتاب کو تالیف کر رہے ہیں اس کا نام "خذ ما صفا" ہے اس میں ضرور اعتراف کریں گے کہ انہوں نے دوسروں سے استفادہ حاصل کیا ہے یہ کتاب حکومت پنجاب کی طرف سے طبع ہوگی۔ جیسا کہ انہوں نے مجھے اپنے ایک خط میں لکھا ہے۔ نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں مختلف مصنفین کے خیالات کو یک جا جمع کر دیا گیا ہے[1]

ہم نے مولانا کریم الدین کی کل کتابوں کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ان پر دتاسی کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ وہ جس کتاب سے کچھ اخذ کرتے ہیں تو اس کا حوالہ نہیں دیتے مولانا نے ہر ایک کتاب میں کا حوالہ دیا ہے حتیٰ کہ طبقات الشعرا میں تو صفحہ اول پر دتاسی کی کتاب کا ذکر ہے کہ اس کتاب سے استفادہ

---

[1] خطبات دتاسی ص ۴۲۹

کیا گیا ہے۔

مولانا کریم الدین کو کتب بینی کا شوق تھا کافی وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے چنانچہ ان ہی مصروفیتوں میں آپ کا انتقال ہوا۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

صادق الاخبار

مولانا عبد الرزاق صاحب ارشد مددگار معتمد فینانس حیدر آباد دکن لکھتے ہیں [1]

صادق الاخبار معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً میں دہلی سے فارسی میں نکلتا تھا سنۂ اجراء مجھے معلوم نہیں لیکن قیاس ہے کہ ۱۸۴۴ء یا ۱۸۴۵ء میں نکلا ہوگا اس کا حوالہ احسن الاخبار بمبئی مطبوعہ ۲۴ اکتوبر ۱۸۴۶ء میں اس طرح آیا ہے:

"صادق الاخبار کے ایڈیٹر نے رفتہ رفتہ اپنے اخبار کو اردو زبان کا اخبار بنا دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہوں نے فارسی زبان سے کیوں رابطۂ الفت منقطع کر لیا۔ شاید اخبار کے خریداروں نے تقاضا کیا ہوگا کہ فارسی زبان ترک کر دو اور اردو زبان میں اخبار جاری کرو اس کے علاوہ تو اور کوئی وجہ خیال میں نہیں آتی۔"

مولانا کا قیاس بالکل صحیح ہے اس لئے کہ میرے والد ماجد مولانا شرف الحق صاحب کے کتب خانہ میں صادق الاخبار بابت ۲۴ جنوری ۱۸۴۵ء کا پرچہ موجود ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۴۴ء میں ضرور جاری ہوا ہوگا۔

اس پرچہ کی ابتدا اپنے دور کے دوسرے معاصر اخباروں کی وضع قطع کے

---

[1] رسالہ اردو زبان دہلی اکتوبر ۱۹۳۶ء

بالکل مختلف ہے یہ انداز دطریقہ ہے۔

"صادق الاخبار مطبوعہ مطبع دار السلام واقع محلہ حوض قاضی گذر السّآباد متحلات دار الخلافہ شاہجہان آباد از ابتداء ہفتدہم لغایت لبست چہارم ماہ جنوری ۱۸۴۵ء"

اس زمانہ کے دستور کے خلاف پریس کا نام اخبار کے نام کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے نہ مہتمم پریس کا نام ہے نہ ہی اڈیٹر کا اور نہ ہی جلد کا نمبر ہے اور نہ ہی نمبر شمار ہے جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس اخبار کی ابتدا کب سے ہوئی اور پریس کا مہتمم کون تھا بقول قاضی عبدالغفار صاحب[1] اس پریس کے مہتمم مولوی عنایت حسین تھے جنھوں نے سب سے پہلا دہلی میں دار السلام پریس ۱۸۴۵ء میں جاری کیا۔ قاضی صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ دہلی کا پہلا پریس دار السلام تھا بلکہ مطبع الرحمان دہلی تھا جو حوض قاضی پر کوچۂ تاراچند میں غلام محی الدین خاں کے مکان کی قادر علی سوداگر میں تھا جس کے مالک عبدالرحمٰن اور مہتمم سید حیات علی ولد امام علی تھے[2]۔ یہ پریس ۱۸۱۲ء میں قائم ہوا۔ اس کے بعد دہلی اردو اخبار پریس جس کو ۱۸۳۶ء میں مولانا محمد باقر نے قائم کیا تھا۔ وہ دہلی کا دوسرا اردو پریس تھا۔

اس اخبار میں بھی اپنے معاصرین کی طرح دہلی کے دربار کی خبریں پہلے اور بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسران کی خبریں شایع کرنے کے بعد ہندوستان کے مختلف صوبوں شہروں ریاستوں کی خبریں درج ہوتی تھیں ۲۴ جنوری ۱۸۴۵ء کی اشاعت میں چند خبریں اہم ہیں۔ خاص طور

---

[1] اردو صحافت نگار لکھنؤ نومبر ۴۸ء [2] اختر شہنشاہی ص ۲۲۰۔

عشرہ محرم پر بادشاہ دہلی بہادر شاہ اپنی عقیدتمندی کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی کیفیت سننے سے پہلے خبر کا مفہوم سمجھ لیجئے۔

"عشرہ محرم کی تقریب پر مرزا علی بیگ عرض بیگی سپاہیوں کے ہمراہ جامع مسجد کی اس درگاہ سے جہاں جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف کے تبرکات رکھے ہوئے ہیں وہاں سے تبرکات اٹھاکر لائے اور تخت پر رکھا اور حرم سرائے کو منور کیا جہاں حضور انور (بہادر شاہ) اور شاہزادے و بیگمات نے نذر و نیاز گذرانیں اور مرزا جہاں شاہ متولی درگاہ اور حافظ کو خلعت عنایت فرمایا اور شب شہادت کے لئے یہ حکم تھا کہ تمام رات قلعہ کے دروازے کھلے رہے تاکہ شاہزادے اور بیگمات قلعہ شہر میں تعزیوں کی زیارت کے لئے جاسکیں۔"

اصل عبارت یہ ہے:-

"بتقریب عشرۂ محرم مرزا علی بیگ عرض بیگی مع تزک یک ثمن سپاہیان در جامع مسجد رفتہ تبرکات درگاہ آثار شریف حضرت سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم را بر تخت سادہ در حرم سرائے قدسی مشعشع انوار گردانید حضور انور اشرفی و بادشاہزادہ و بیگمات روپیہ ہا نیاز ساختند چنانچہ ہمگی یک اشرفی وچہل ویک روپیہ نقد و چہار روپیہ را مرادے دو روپیہ را خرچہ و مور چھل و تہاں بافتہ و طشت مسے و چوکی چوبی و تہاں پارچہ سفید و چاندنی سفید و شیشہ گلاب وغیرہ در نذر درگاہ محمد رح گذشتہ حضور انور خلعت سربستہ گوشوارہ طرۂ مقیشی دوشالہ و تہ کم خواب دستہ رقم جواہر بمرزا جہاں شاہ متولی درگاہ و پنج پارچہ دو رقم جواہر بدیگر حافظ عنایت نمودہ آثار محمد و تہ را رخصت جامع مسجد

نمودند۔ لیصاحب قلعدار بہادر حکم رفتہ کہ بتقریب شب شہادت تمام شب آمدورفت سلاطینان و بیگمات قلعہ بنا بر زیارت تعزیہ ہا در شہر خواہد گردید تمام شب دروازہ قلعہ کشادہ دارند۔"

اسی اشاعت میں دستار کلاں کا اعجاز بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

"شخصے خانساماں جہانشاہ بہادر شاہزادہ در خواصی شاہزادہ موصوف نشستہ در ہنگام شکار شیر حربہ آورد و خانساماں مذکورہ از بالائے خواصی بر زمیں انداختہ بارادہ خوردن سرش دہن خود را فرو برد از قدرت کاملہ صامت حافظ حقیقی صرف دستار سرش کہ کلان بود در دہن شیر در آمد و شیر از خائیدنی دستار عطہا زدن آغاز نہاد و آخرش مضطر شدہ چند قدم آنجا بر گردید خانساماں دریں اثنا فرصت یافتہ ازاں تہلکہ جاں گزا جاں بسلامت برد۔"

قلعہ معلےٰ کی زبان میں بھی یہ واقعہ گوشگذار کر لیجئے۔

"ایک خانساماں جو شکار میں مصروف تھا۔ اس پر شیر نے حملہ کیا۔ اور اس کو ہاتھی پر سے زمین پر دے مارا۔ شیر چاہتا تھا کہ اس کے سر کا لقمہ بنائے لیکن خدا کی قدرت اور حافظ حقیقی کی عنایت سے خانساماں کی دستار کلاں اس کے منھ میں آگئی وہ اس کو چبانے لگا۔ پریشان و مضطر ہوا۔ اور کچھ قدم کے فاصلہ پر چلا گیا۔ خانساماں کو تیلانے کا موقعہ ملا اور اپنی جان بچالی۔"

انگریزوں کی نئی نئی حکومت تھی۔ مذہبی جنون میں دیوانے بنے ہوئے تھے۔ غریب خاندان کی تلاش میں رہتے تھے کہ اس کا کوئی فرد پیسے یا ملازمت کے لالچ یا حکومت کے رعب میں آجائے اور اپنا مذہب

تبدیل کرکے عیسائی مذہب اختیار کرے کوشش کرتے کرتے جال میں تنکا پھنس ہی جاتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کے ایک واقعہ کا اسی اشاعت میں ذکر ہے۔ فارسی کی ہی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

"خبر کلکتہ کالی چرن قوم برہمن کہ در علم انگریزی مہارتے وافر بہم رسانیدہ بود طریقہ عیسائی اختیار نمود زوجہ اش بمذہب موصوفہ پیروی شوہر خود نمود۔"

اس اخبار کے ایڈیٹر جمال الدین صاحب تھے یہ اخبار کن خیالات کا حامی اور عوام میں کس قدر مقبول تھا۔ یہ معلومات بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ کے ایک سرکاری کے بیان سے مل جاتی ہے جس کا نام چنی لال تھا کہتا ہے:۔

"جمال الدین ایک ہفتہ وار اخبار نکالتا تھا جس کے مضامین قطعی انگریزی حکومت کے خلاف ہوتے تھے۔ اس اخبار کا نام صادق الاخبار تھا۔ دہلی شہر میں اور باہر اس کی دو سو کاپیاں نکلتی تھیں۔ جب کبھی ضروری خبریں مل جاتی تھیں تو خاص ضمیمہ کے طور پر بھی نکلتا تھا ورنہ ہفتہ وار بلا تفریق ذات ہر خواندہ فرقہ میں اس کی اشاعت تھی۔ یہ دہلی میں بڑا اخبار سمجھا جاتا تھا اور جو مضامین اس میں شایع ہوتے تھے۔ اس میں اکثر انگریزی اخبارات کے ترجمے ہوتے تھے۔ دیگر اخبارات کے مقابلہ میں اس کی اشاعت بہت تھی ہر طبقہ میں بدوں تخصیص مذہب یہ مقبول تھا[1]"

فہرست اخبار میں اس اخبار کا سنہ اجرا ۱۸۴۶ء غلط لکھا گیا ہے

---

[1] بہادر شاہ کا مقدمہ ص ۔ ۷

۱۸۴۴ء میں کلکتہ سے مخزن الادویہ نکلا جسکو ایک ایرانی نے جاری کیا تھا جس کا نام حاجی آقا احمد خاں شیرازی تھا۔

۱۸۴۵ء میں کلکتہ سے نیسی اور لکھنؤ سے احمدی جاری ہوا

قرآن السعدین یہ اخبار ہفتہ وار دہلی سے نکلتا تھا۔ کیفی صاحب نے اس اخبار کی اجرا ۱۸۴۶ء لکھی ہے اور مولوی عبدالرزاق راشد فرماتے ہیں کہ یہ اخبار ۱۸۴۵ء کو جاری ہوا۔ کیفی صاحب نے اس سلسلہ میں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ مولوی صاحب نے اس اخبار کی جلدیں مولانا حسرت موہانی کے ذریعہ دیکھی ہیں اس لئے ۱۸۴۵ء قابل اعتبار ہے

یہ اخبار تین صفحات کا ہوتا تھا اس اخبار کے ناشر گوالیار کے مشہور و معزز کرنیل کیلاش نرائن ہاکسر کے دادا پنڈت دھرم نرائن نے جو بعد میں رائے بہادر سی ایس آئی ہوگئے تھے اور مولانا صہبائی کے شاگرد رشید تھے یہ اخبار نکالا جو بارہ برس تک چلا۔ مطبع العلوم میں چھپتا تھا جو کشمیری گیٹ کے قریب واقع تھا۔ بعد میں اس کے ناشر کریم بخش صاحب ہوگئے تھے کاتب کا نام سرنگا رام تھا۔

یہ باتصویر اخبار تھا جس میں سائنس ادب اور سیاسی بحثیں ہوتی تھیں اس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے ملک میں مغربی معلومات پہنچائے۔ اس میں خبریں بھی چھپتی تھیں ہفتہ میں ایک بار پیر کے روز شائع ہوتا تھا[۱]

اس زمانہ میں لکھائی چھپائی کا انتظام بہت معقول اور پسندیدہ تھا۔ اس میں دہلی کی مفصل خبریں ہوتی تھیں۔ مثلاً مغل بادشاہ کی سرگرمیاں دربار کا انعقاد ان سب کا تذکرہ تاریخ وار ہوتا تھا۔ کبھی کبھی بادشاہ کا

---

[۱] خطبات دتاسی۔

کلام بھی چھپتا تھا۔ ۱۸۵۱ء میں بادشاہ کے مختصر حالات کے بعد صحت یابی کے سلسلہ میں ۱۰ر جولائی اور ۱۲ جولائی تک جو جشن منایا گیا اس کا تذکرہ بھی ہے دوسری اہم خبر بلراج کے مقدمہ کی تھی وہ ۲۰ مئی ۱۸۴۹ء کو پیش ہوا تھا دوسری اہم خبر گجرات کی جنگ کی تھی۔ لارڈ آکلینڈ اور لارڈ ڈلن برو کا انتقال ہوا تو ان دونوں کی خبر وفات کے ساتھ ان کی سوانح اور ان کے اخلاق و کردار اور کارناموں کی تفصیلات درج ہوتی تھیں۔ اشتہارات خریداروں کی فہرست مطبوعہ کتابوں پر تبصرے یہ سب چیزیں اس اخبار میں نظر آتی ہیں۔ پالیسی حکومت کی موافقت اور نوجوان طبقہ کی حمایت کی تھی

۱۱ر جولائی ۱۸۵۲ء کے اخبار میں "خبر اعجوبہ" کے عنوان سے یہ خبر چھپی ہے "چند روز سے ایک فقیر بیراگی اس شہر دہلی میں بمقام شوالہ نالہ وارد ہیں اور خیال ان کا یہ ہے کہ ہر روز جمیع فقراء دشوالہ کو روٹی کھلاتے ہیں اطفال صغر سن کو ہر وقت دو انیاں چوانیاں دیتے ہیں اور سوائے ایک سونٹے اور لنگوٹی کے اور کچھ ان کے پاس نہیں جس وقت جس شے کی ضرورت ہوتی ہے ہاتھ بلند کر کے فوراً طلب کر لیتے ہیں ایک بنئے کے یہاں جو ان کے برداشت مقرر ہے اتفاقاً اس کے روپے کچھ زیادہ ہو گئے تھے۔ ایک دن اس نے آکر تقاضہ کیا فوراً فقیر صاحب جوش میں آکر اٹھے اور ایک درخت انار جو سامنے تھا اس کی شاخ کو پکڑ کر کمال جذبہ سے دھر کھینچا تمام حاضرین کو یہ معلوم ہوا کہ ایک مینہ روپیوں کا درخت سے برسا۔ پھر جو زمین کو دیکھا تو کئی ہزار روپے کا ایک ڈھیر نظر آیا اس بنئے کی طرف متوجہ ہو کر بولے "لے جو کچھ تیرا ہے سو لے لے"۔ غرضکہ جو کچھ اس کا سو دو سو روپیہ تھا گن کر اس نے لے لیا۔ بعدہ فقیر صاحب نے ایک کپڑا لے کر اس

روپے کے ڈھیر پر ڈال دیا اور فوراً پھر اٹھا لیا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔"

عمدۃ الاخبار کو ولوزر لاہور کی ۱۸۵۰ء کی جلد میں دو مقامات کے عمدۃ الاخبار کے حوالے ہیں ایک دہلی کے عمدۃ الاخبار کا دوسرے بریلی کے عمدۃ الاخبار کا گویا ۱۸۵۰ء میں یہ دونوں اخبار جاری تھے دتاسی اپنے خطبہ میں لکھتا ہے :-

"اس نام کا اخبار بیشتر بریلی سے نکلتا ہے لیکن یہ اخبار مدراس میں بہت عرصہ سے جاری ہے۔ یہ بھی مہینہ میں تین بار نکلتا ہے کبھی کبھی تصاویر بھی ہوتی ہیں۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لوزر کے حوالے کے مطابق عمدۃ الاخبار بریلی کا ۱۸۵۰ء میں نکلتا تھا تو مدراس کا اس سے بہت عرصہ پہلے یعنی ۱۸۴۳ء میں نکلتا ہوگا۔" مدراس میں اردو" کے مصنف نے تو دتاسی کے ان فقروں سے یہاں تک خیال آرائی کی ہے کہ

> "اردو کا پہلا اخبار غالباً عمدۃ الاخبار مدراس ہوگا اگرچہ اس کے اجراء کا سنہ ہنوز تحقیق کیساتھ تعین نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن گمان غالب ہے کہ اس کی اجرائی عمدۃ الامراء جن کا ۱۸۰۲ء میں انتقال ہوا کے زمانہ میں ہوئی اور ان کے نام پر ہی عمدۃ الاخبار رکھا گیا۔ ممکن ہے ہمارا خیال صحیح ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ عمدۃ الاخبار مدراس کا پہلا اخبار تھا (ص ۲۴۴)"

بہر حال اس بات میں زیادہ شک نہیں کہ عمدۃ الاخبار ۱۸۴۵ء میں نکلا ہوگا۔ ۳۰ جنوری ۱۸۴۶ء کو خیالی لکھنؤ سے جس کے مالک منشی خیالی رام تھے

اور صدر الاخبار آگرہ سے جس کے ایڈیٹر پادری سی سی خنک اور پبلشر ابیشری پرشاد تھے نکلے مدرسہ بھی آگرہ سے اسی پادری خنک نے یکم جنوری سے ماہانہ بعد میں یکم مارچ سے ہفتہ وار اخبار نکالا تھا۔ جو ۲ ورق پر مشتمل تھا۔ یکشنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ سالانہ چندہ پندرہ روپے تھا۔ محمدیہ لکھنؤ سے محلہ جھوائی ٹولہ سے مالک عبداللہ بن حاجی ولی محمد نے شایع کیا (اختر شہنشاہی)

فوائد الناظرین | یہ اخبار ریاضی کے مشہور عالم اور محقق ماسٹر رامچندر نے نکالا تھا۔ کیفی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ اخبار ۱۸۴۷ء میں جاری ہوا تھا۔ مولوی عبدالرزاق راشد اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ ۱۸۴۶ء میں نہیں بلکہ ۱۸۴۲ء میں شایع ہوا تھا مولوی صاحب نے دتاسی کے خطبہ کا حوالہ دیا ہے خطبات دتاسی میں کہیں اس کے جاری ہونے کا سنہ نہیں لکھا صرف اتنا لکھا ہے:۔

"ایک ماہانہ رسالہ ہے جس کا نام فوائد الناظرین ہے اس میں علاوہ خبروں کے مضامین بھی چھپتے ہیں۔ جو انگریزی ذرائع سے ماخوذ ہوتے ہیں۔"
(ص ۲۴۴)

البتہ کیفی صاحب نے فوائد الناظرین کے اپنے مضمون میں اقتباسات دئے جس میں ایک اقتباس جلد چہارم مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۸۴۹ء کا ہے جس کے حساب سے یہ پرچہ ۱۸۴۶ء سے نکلنا ثابت ہوتا ہے اس ۱۸۴۶ء کی تصدیق مولوی عبدالحق صاحب بانیٔ انجمن ترقی اردو نے بھی کی ہے۔ وہ اپنی کتاب مرحوم دہلی کے صفحہ ۱۶۱ میں لکھتے ہیں:۔

"ماسٹر صاحب کو یہ رسالے (فوائد الناظرین اور محب ہند) بند کرنے پڑے پانچ سال چلانے کے بعد ۱۸۵۲ء میں ان دونوں کا خاتمہ ہو گیا"

حساب لگا لیجئے ۱۸۵۲ء میں جس کی عمر پانچ سال کی ہوگی اس کی پیدائش ۱۸۴۷ء میں ہی ہوئی۔

یہ رسالہ پہلے ماہانہ تھا بعد میں دو مہینے میں دو بار نکلنے لگا۔ جو ماسٹر صاحب کے مطبع دارالعلوم میں چھپتا تھا۔ اس رسالہ میں نقشے اور سائنٹفک مضامین کے علاوہ آلات، تاریخی اشخاص کی دستی تصویریں اور قطعات وغیرہ کے نقشے ہوتے تھے۔ اس میں اکثر علمی بحثیں بھی ہوتی تھیں ان کے نئے خیالات پڑھ کر لوگ ان کو بد مذہب اور ملحد کہتے تھے۔ اس کے دوسرے ناشر و ایڈیٹر سید اشرف علی واسطی بھی تھے۔ یہ رسالہ مولانا محمد باقر کے دہلی اردو اخبار میں چھپتا تھا۔ اس کا ماہانہ چندہ ۵ آنہ تھا۔ اس کے علاوہ ماسٹر جی نے رسالہ محب ہند نکالا تھا۔

ان رسالوں کے سلسلہ میں ان کے شہر اور ملک والوں نے ان کی کوئی مدد نہیں کی البتہ انگریز افسروں نے امداد کی مثلاً سر جان لارنس۔ جو اس وقت دہلی میں مجسٹریٹ تھے۔ ڈاکٹر راس (سول سرجن) مسٹر گبن (جج دہلی) ان رسالوں کے متعدد نسخے خریدتے تھے جس سے طباعت کا خرچ نکل آتا تھا [1]۔

چنانچہ ماسٹر صاحب نے ۱۸۵۰ء کے دو پرچوں میں اپنے ملکی بھائیوں سے ان کی بے توجہی اور بے اعتنائی کا گلہ کیا ہے

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ٭ کہ آنچہ با من کرد آں آشنا کرد

پہلی مئی ۱۸۵۰ء کے پرچے میں رسالہ کے خریداروں کی غفلت کی شکایت کی ہے۔

"بخدمت مشتریان رسالہ ہذا کی یہ ہے کہ بروقت جاری کرنی اس رسالہ کے مہتمم نے شایع کرنا علم تاریخ و علوم مختلف میں خود تصو

---

[1] مرحوم دہلی کالج۔

کیا تھا یہ الفاظ نفسانیت کو دور کر کے اس قدر قیمت مقرر
کی تھی کہ خرچ چھاپہ اور تصاویر وغیرہ کا نکل آئے اور ترجمہ
کرنا مختلف کتب انگریزی سے بغیر کسی فائدہ کے اپنے اوپر گوارا
کیا تھا کہ اس محنت سے میرے ہم وطن ان کتابوں سے جو زبان
انگریزی زبان میں ہیں بہرہ مند ہوں اور مجکو بنام خیر یاد فرمائیں
اور بڑی توقع تھی کہ میری ہم وطن اس مشقت پر آفرین فرمائیں
گے اور اس رسالہ کی قدر کریں گے لیکن افسوس صد افسوس کہ
اسطریقہ شیوع علم کی کسی نے قدر نہ جانی بلکہ اس مساعی اس امر
کی ہوئی کہ یہ سلسلہ بھی موقوف ہو جائے کس واسطے کہ اکثر
مشتریان رسالہ پر نمبر اول کی تا نمبر تیس جو اس دفعہ جاری ہوا ہے
قیمت واجب الادا ہی جواب تک انہوں نے نہیں ادا فرمائی اگر
طلب قیمت میں ان کی خدمت میں نیاز نامہ ارسال کی گئی اول
تو جواب نہ دیا اور پھر جو تکلیف دی گئی تو خط انہوں نے واپس
بھیجدیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے ان صاحبوں کو اس کا
جاری ہونا منظور نہیں اس دفعہ میں کل مشتریان کی خدمت
میں ملتمس ہوں کہ جن صاحب کے ذمہ زر قیمت اس رسالہ میں
جو کچھ باقی ہو عنایت فرمائیں تا یہ سلسلہ جاری رہے اور عرصہ
ایک مہینے میں زر قیمت بقایا بھیجدیں ۔"

یہ ہے التماس جولائی ۱۸۵۰ء میں ماسٹر صاحب نے کی لیکن مذہبی اختلافات
کی بنا پر یہ التماس شرمندۂ عمل نہیں ہوئی ۔

اس اخبار کی خبریں اس قسم کی ہوتی تھیں ۲۲ جنوری جلد چہارم

نمبر ۲ کا پرچہ پڑھئے :-

" ۱۱ ارتاریخ تک خطوط صاحب دہلی گزٹ کے پاس آئے ان سے کوئی بات تازہ نہ معلوم ہوئی۔ فوج سرکاری شہر ملتان کا قبضہ اور محاصرہ قلعہ کا کئے پڑی ہے۔ شب و روز توپ خانہ آتشبار جاری رہتا ہے اور صاحبان حربیہ بیکار تجویز واسطے قبضہ قلعہ کے کر رہے ہیں "

" ۱۸ مارچ ۱۸۴۸ء : تمام ولایت فرنگ میں شورش واسطے ریاست جمہوری کے اوٹھی اور چند شاہان اس دربار کے اپنی اپنی سلطنت کو استعفا دیکر بھاگ گئے "

اسی اشاعت میں فراسو صاحب کی ایک اردو غزل بھی درج ہے جس کا مطلع ہے ؎

جو مہر کہ الفت میں تری ہم سے نہ ہو گا ٭ ہے ہم کو یقیں وہ کبھی عالم سے نہ ہو گا

اس رسالہ میں ہر سال کے شروع پرچہ میں سال گذشتہ پر ایڈیٹر کی طرف سے ریویو ہوتا تھا۔ جیسے جنوری ۱۸۵۲ء کے پرچہ میں سال گذشتہ یعنی ۱۸۵۱ء کے اہم اور سال بھر کی دنیا کی بڑی بڑی خبروں میں چند یہ ہیں۔

ملراج کی سرگرمیاں اور اس کی موت قسطنطنیہ میں زلزلہ، کلکتہ سے ۴۰ میل تک ریلوے لائن کی تعمیر، ملراج پر جو نوٹ ہے اس میں ملتان کے محاصرہ اس کی گرفتاری، کلکتہ کو اس کی روانگی اور علالت اور واپسی کے وقت پر جہاز پر اس کی موت قسطنطنیہ کے زلزلے کے ہولناک نتائج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے اس زلزلہ سے جو ترک اور یونانی ہلاک ہو گئے، ان کی مجموعی تعداد ۱۸۲ ہے۔

اس اخبار کا ایک نامہ نگار کلکتہ سے لکھنؤ ہوتا ہوا کراچی آیا تھا اس نے اپنا سفرنامہ لکھا تھا وہ بھی بالاقساط اس اخبار میں شائع ہوتا رہا۔ سفرنامہ میں نامہ نگار نے اودھ سے متعلق اپنی جو معلومات قلمبند کی ہیں وہ بہت مفید اور اہم ہیں اس سلسلہ میں واجد علی شاہ اور ان کے وزیر اعظم کا تذکرہ ان کے عیش و عشرت اور کردار و عمل اور اس زمانہ کی لکھنؤ کی سوسائٹی اور وہاں کے تمام معاشرتی حالات کا بیان بہت دلچسپ اور مفید معلومات سے پر ہے نامہ نگار اودھ کے دوسرے حلقوں اور علاقوں میں گیا ہے اور وہ ان سب کی آبادی، معاشی حالات، بارش، فصل، بازار، اجناس کے نرخ اور آمدورفت کے اخراجات کا تذکرہ تفصیل سے کرتا ہے۔ ایک دوسرے نامہ نگار نے کلکتہ کی عمارتوں کا بجوں سیرگاہوں اور آثار قدیمہ کی تفصیل لکھی ہے۔ اس رسالہ کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں مشہور اشخاص کی تصویریں اور مختلف مقامات کے نقشے سے بھی ہوتے تھے جو اکثر و بیشتر لنڈن ویکلی ٹائمز سے ماخوذ ہوتے تھے [۱]

اس رسالہ کے بارے میں علامہ کیفی مدظلہ کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ یہ رسالہ اردو کا پہلا ماہانہ رسالہ ہے اس رسالہ سے قبل دو اور رسالے ماہانہ اردو میں خیرخواہ ہند مرزاپور سے ۱۸۳۷ء میں اور گل رعنا بمبئی سے ۱۸۴۵ء میں نکل چکے تھے۔ افضلیت فوائد الناظرین کو حاصل نہیں ہے بلکہ خیرخواہ ہند کو حاصل ہے۔

اس رسالہ کے ۱۸۴۹ء کی جلد میں اردو فارسی اور انگریزی کے ۲۳ اخباروں کے حوالے سو قع بموقع آئے ہیں

---

[۱] مضمون مسٹر قاسم

تعلیم الاخلاق ۔ آفتاب عالمتاب ۔ مدراس ۔ دہلی گزٹ ۔ مجمع الاخبار ۔ مالوہ اخبار ۔ اندور الحقائق ۔ نزہت الاخبار، زبدۃ الاخبار، قرآن السعدین دہلی، اردو اخبار، نزہت الارواح ۔ انگلش مین ۔ دہلی اخبار ۔ ضیاء الاخبار دہلی لٹریری گزٹ ۔ بیپل جرنل ۔ خیر خواہ ہند، اخبار ہرکارہ جام جمشید اعظم الاخبار فوائد الشائقین اور سید الاخبار ۔

محب ہند ماسٹر رام چندر نے ۱۸۴۷ء میں یہ رسالہ بھی جاری کیا تھا ۔ اس رسالہ کے اپریل مئی جون، جولائی، اگست کے پرچہ میں چھتیسویں جلد لکھا ہوا ہے جلد سے مراد ماسٹر صاحب کے نزدیک ایک ماہانہ پرچہ ہے ۔ چنانچہ جون کے پرچہ میں چونتیسویں جلد اور جولائی کے پرچہ میں پنتیسویں جلد لکھا ہوا ہے اس حساب سے یہ پرچہ جولائی ۱۸۴۷ء کو جاری ہوا تھا ۔ ٹائیٹل دلچسپ اور دل کش ہے ۔ پہلے مہینہ اور سنہ لکھا ہوا ہے اس کے نیچے ایک لائن میں یہ عبارت درج ہے :۔

قیمت اس رسالہ کی ایک روپیہ ہے اور جاری ہوتا ہے ایک بار مہینہ میں اور محصول ڈاک ذمہ خریدار" اس کے بعد انگریزی میں "محب ہند منتھلی اردو میگزین بائی رامچندر ٹیچر لکھا ہے اردو میں بھی "محب ہند" ایک درخت کے پتوں کے درمیان لکھا ہوا ہے ۔ پریس لائن یہ ہے ۔

"رامچندر مدرس علوم انگریزی مدرسۂ دہلی کے اہتمام سے مطبع العلوم دہلی میں چھپا"

اس پریس کے مہتمم مولوی کریم بخش صاحب تھے اس پریس میں علمی کتابیں بھی چھپتی تھیں ۱۲۶۳ھ میں اخلاقِ جلالی چھپی ۔ یہ پریس دہلی کالج کا تھا ۔

جون کے پرچے کے مضمون یہ ہیں ۔ مختصر حال دمشق اور وہاں کی

باشندوں کا (۲) مختصر حال ملک مصر اور وہاں کے باشندوں کا (۳) بھوت بند
جولائی کے مضمون: (۱) مفصل حال جنگہائے جدید ملک پنجاب (۲)
بھوت بند (۳) البقیہ تاریخ چین (۴) غزل شاہ نصیر الدین۔
اگست:۔ (۱) بھوت بند (۲) مفصل حال جنگہائے جدید۔
ملک پنجاب (۳) ذکر سکندر اعظم (۴) غزل شاہ نصیر
اپریل:۔ تاریخ چین مختصر حال بخارا (۲) سفر یوسف خاں کمل پوش
مئی:۔ مختصر حال شہر گور قدیم دار الخلافہ بنگال جس کو جنت آباد کہتے
ہیں بھوت بند (۳) مختصر حال تاریخ سندھ (۴) البقیہ تاریخ چین۔ (۵)
غزل شاہ نصیر۔
مصر کے حالات میں مصر کی عورتوں کی صورت و پوشاک کے بارے میں
لکھتے ہیں:۔

"چودہ برس اٹھارہ یا بائیس تک حسن و جمال عورات مصریوں میں خوب رہتا ہے۔ تناسب اعضا اور جس قدر کہ خوب صورت حسن کی ہوتی ہے سب پائی جاتی ہے۔ چہرے اکثروں کے خوب صورت اور اکثروں کے نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں رعنائی جیسے کہ چاہیئے موجود ہوتے ہی لیکن اس عمر سے وہ گذریں اور سب باتوں میں فرق آیا۔ خصوص پستانوں کے سب سے پہلے رونق جاتی رہتی ہے نہایت موٹی بھدی اور لبنی ہو جاتی ہے اگرچہ چہرہ کی ضیا بدستور رہتی ہے اور ڈھنگ باقی اعضا کا چالیس برس کی عمر تک نہیں بگڑتا خصوص وہ عورات جو بدصورت ہیں ان کی صورت جو عالم شباب میں ہی ویسی ہے چالیس برس تک کی عمر میں رہتی ہے عورات مصر میں علامات شبابی اور رعنائی کی آٹھویں یا نویں سال میں ہو جاتے ہیں اور پندرھویں یا سولھویں سال میں انداز کنارا کرتا ہے جس میں

عورات مصریوں کی بہت خوب صورت ہوتی ہیں؛"

گجرات کی ورنیکولر سوسائٹی نے بھوت پریت آسیب جن کے مضمون کے بارے میں اعلان کیا تھا کہ جو اس عنوان پر بہتر مضمون لکھے گا اس کو ایک سو پچاس روپے انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ ایک طالب علم دلپت رام کا مضمون پسند کیا گیا جس کو ایک سو پچاس روپے سوسائٹی کی طرف سے انعام دیا گیا یہ مضمون انگریزی میں تھا۔ بمبئی سے اگست سنہ ۱۸۵۰ء کے پرچوں میں بالاقساط شایع ہوا۔

اس مضمون میں بھوتوں کے واقعات توہمات کے تذکروں کے ساتھ بھوتوں کے بارے میں جو تمام مذہبوں کے خیالات وعقائد ہیں وہ بھی لکھے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ بھوت جن وغیرہ کا وجود نہیں ہے یہ جاہلوں کی ایجاد ہے۔ چنانچہ ایک بھوتوں کا واقعہ بیان کرکے دوسرا ایک فریبی اور مکار انسان کا واقعہ لکھ کے موازنہ کرکے بتایا ہے کہ اس طرح اس قسم کے واقعات مشہور ہو جاتے ہیں:۔

"ایک سیٹھ عالی برہمن نے ایک مقام دھولکا میں خرید کیا اور اس کو کھدوایا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک حجرہ زمین میں نمودار ہوا۔ اس کو جو کھولا تو دولت معلوم ہوئی مگر اس دولت پر ایک سانپ بہر حفاظت بیٹھا تھا۔ رات کے وقت جب برہمن خواب میں گیا تو اس کو معلوم ہوا کہ وہی سانپ کہتا ہے میں اس دولت کا مالک ہوں اور اسی واسطے برائے حفاظت یہاں رہتا ہوں تو اس حجرہ کو ہرگز ہاتھ نہ لگا اور نہ دولت پر جو اس میں ہے دل لے جانا اگر کریگا تو میں تجھے لاولد رکھوں گا۔ علی الصباح برہمن نے بیدار ہو کر ایک برتن نہایت جوش کرتے ہوئے تیل کا اس حجرہ میں الٹ دیا تیل کی حرارت

سے سانپ جل گیا۔ پھر اسی حجرہ کو توڑ کر دولت نکال لی اور سانپ کو معقول طرح پر تجہیز و تکفین کر کے اپنے مکان کی صحن میں دفن کر دیا۔ بعدہ اس برہمن نے بمدد روپیہ مذکورۂ بالا کی عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کرائیں۔ مگر کہتے ہیں کہ اس کے لڑکا پیدا نہ ہوا۔ اور دختر بھی لاولد رہی۔ بلکہ اس گورو خدمت گار کو جس نے اس دولت میں کچھ اپنے کام میں صرف کیا لاولد رہا۔ کہتے ہیں کہ اس واردات کو گذرے عرصہ چالیس برس کا ہوا۔" "جتنے ضعیف الاعتقاد آدمی ہیں ان داستانوں کو یقین کر لیتے ہیں۔ بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں کہیں خزانہ ہے وہاں سانپ ضرور ہوتا ہے۔"

"عرصہ تین سال کا ہوا ہوگا کہ ایک سید نے ایک ناگر برہمن سے کہا کہ دریاپور میں فلانے مقام پر دولت عمیق ہے اور اس کا پاسبان ایک بڑا سانپ ہے اور یہ کہا کہ اگر تو اس قطعۂ زمین کو خرید لے تو میں بزور منتر کے سانپ کو اس جگہ سے ہٹا دونگا۔ بموجب فہمائش اس مکار کی برہمن سادہ لوح نے وہ قطعہ زمین خرید لیا اور سانپ بھی وہاں واقعی دیکھا اس کو یقین کلی ہو گیا کہ دولت یہاں ضرور ہے پھر سید نے برہمن مذکور سے کہا کہ دس ہزار روپیہ درستی منتر صرف ہوں گے۔ جب سانپ وہاں سے ہٹے گا برہمن نے بخوشی اتنا روپیہ دیدیا۔ لیکن جب عرصہ دراز گذر گیا اور منتر کا کچھ اثر ظہور میں نہ آیا تو تب برہمن دیوتا کے پیٹ میں کھلبلی مچی سید مذکور سے روپیہ واپس طلب کیا۔ سید نے انکار کر دیا۔ برہمن نے پولس میں جا کر فریاد کی جس کو سرکار نے اس سید کو گرفتار کر کے قید کیا۔ مگر وہ روپیہ واپس نہ دلا سکی"۔

سنہ ۱۸۴۶ء میں پنجاب کی جنگ پر پنڈت دیبی پرشاد نے ایک

گزشن پنجاب بھی تھی جس کو جولائی اور اگست ۱۸۵۰ء کے پرچوں میں نقل کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ہندوستانیوں کی ایک سازش کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس طرح انگریزوں کو قتل کرنے کی سازش کی اور اس کا کیونکر انکشاف ہوا اس واقعہ سے ہندوستانیوں کی حب الوطنی کا ثبوت ملتا ہے۔

"بیکنٹھ رام منشی مہارانی صاحبہ والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور کہان سنگھ اور گلاب سنگھ جاوار وغیرہ فوج انگریزی میں اکثر سپاہیوں کو آکر ورغلاتے تھے۔ یہ سب شخص آپس میں رات کو ایک مکان میں جمع ہوتے تھے اور درباب قتل انگریزوں کی صلاح کرتے تھے چنانچہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ تاریخ ۱۸ مئی ۱۸۴۹ء کو سب شخص جو کہ اس راز میں شریک تھے ایک مقام میں جمع ہوں اور ان میں سے ہر بنگلہ انگریزی پر دس آدمی متعین ہوں اور ان کو قتل کریں۔ سپاہی جو کہ سازش میں شریک تھے دو تین طرف کے دروازے کھول دیں اور ظاہرا خالی کارتوس بھر کر مفسدین پر چھوڑ دیں۔ بلوہ پردازوں نے سپاہیوں کو ساٹھ روپے ماہواری دینے کا اقرار کیا تھا اور ایسے کمال دوستی اور اتحاد پیدا ہو گیا تھا۔ اور بعض کو انہوں نے کچھ روپیہ بھی دیا تھا۔"

"مفسدوں نے ایک سوار رجمنٹ ہفتم سواران ہندوستان کو بھی لالچ دیکر آپنے آپس میں گانٹھا چنانچہ وہ ہر روز ان کے یہاں جاتا تھا اور ظاہر ان میں بہت ملتا تھا جب کہ وہ ان کے راز سے خوب واقف ہو گیا اس نے بالکل حال اپنے افسر سے آکر کہا۔"

"صاحب رزیڈنٹ کو بھی اس امر کی اطلاع ہوئی چنانچہ انہوں نے تاریخ ساتویں ماہ مئی روز ملکشنبہ کو لفٹنٹ لمڈن کو معہ چند سپاہیوں کے حسب کہ مفسدین

ایک مکان میں بیٹھے تھے رات کو مشورہ کر رہے تھے پہنچا چنانچہ لفٹنٹ موصوف نے اس مکان کا محاصرہ اس ہوشیاری سے کیا کہ کوئی شخص بھاگ نہ سکا اور سب کے سب گرفتار ہوئے۔

"گنگارام، کہان سنگھ اور گلاب سنگھ اس سازش کے بانی مبانی تھے۔ واسطے دریافت حال اور ثبوت اس سازش کے تاریخ نویں مئی روز سہ شنبہ کو ایک دربار ہوا، و رلبعد ثبوت جرم کے تینوں سرغنوں کو حکم پھانسی کا ملا" (جولائی)

۱۸۴۹ء میں ملتان پر قبضہ کرنے کے لئے جو جنگ ہوئی۔ اس میں بڑی دلیرا ور بہادری سے ہندوستانیوں نے مقابلہ کیا اور بہت سے انگریزوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ۱۲ جنوری ۱۸۴۹ء کا معرکہ کا ملاحظہ ہو۔

"فوج سرکاری نے زیر حکم جناب کمنڈر انچیف صاحب بہادر واسطے انتظام لڑائی بذات خود ہندوستان آئے تھے۔ کیمپ بسوری ڈینجی کو کوچ کیا۔ اور تاریخ تیرہویں کو طرف مونگ کے روانہ ہوئے بعد دوپہر کے کمانڈر انچیف بہادر نے بدوں کرنے اسباب کی فوج حریف پر کدھر سے اور کس طریق پر حملہ کرنا چاہیئے یکایک حملہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ فوج انگریزوں بمقابلہ سکھوں کے روانہ ہوئی سکھوں نے یہ دیکھ کر دہانے توپوں کی کھودے اور اس باعث سے فوج انگریزی آگے کو نہ بڑھ سکی۔ بلکہ بڑی بے انتظامی سے پیچھے کو ہٹ کر اپنے توپ خانہ اپسی پراگری فوج حریف بھی ان کے پیچھے پیچھے چلی آئی اور بعد قتل کرنے

بہت سے گولہ اندازوں کے چھ توپیں سرکاری لے گئے۔ مگران
چھ توپوں میں فوج سرکاری دو توپیں چھین لائے۔ اس لڑائی
میں فوج سرکاری کو بہت سا نقصان ہوا۔ اس لڑائی میں
چوبیس افسر انگریزی مقتول اور تر لیسٹھ مجروح اور چھ سو ترپن
افسر ہندوستانی اور سپاہی گورہ اور ہندوستانی مقتول اور
قریب پندرہ سو سپاہیوں کے مجروح ہوئے یعنی کل نقصان
چوبیس سو آدمیوں کا ہوا“

محبّ ہند چھوٹے سائز $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ پر نکلتا تھا ۴۸ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں
غزلیں بھی ہوتی تھیں لیکن غزلوں کا معیار اونچا نہیں تھا۔ ماسٹر صاحب تا صبح
مشغق وہ بھی روکھے قسم کے۔ بھلا ان کا فنون لطیفہ سے کیا تعلق۔ اپریل مئی
اور جولائی ۱۸۵۰ء میں جو غزلیں شائع ہوئی ہیں وہ صرف شاہ نصیر کی ہیں
جو بہت بے لطف اور بے کیف غزلیں ہیں۔ ایک بھی شعر اس قابل نہیں کہ
پیش کیا جاسکے۔ مجبوراً نمونتاً پڑھ لیجئے ؎

ہمرہان سفر اسباب سفر باندھے ہیں
چست غافل کہیں اب یار کمر باندھے ہیں

کھیلتا ہے سا قیا گر تو بطِ مے کا شکار
تو لب دریا بنا موج مئے احمر سے دام

ماسٹر رامچندر ماسٹر صاحب پانی پت کے رہنے والے تھے۔ آپ پانی پت
میں ہی ۱۸۲۱ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سندر لال
تھا۔ جو دہلی کے باشندے اور کالستھ تھے اور دہلی میں نائب تحصیلداری اور
تحصیلداری کی خدمت پر مامور رہے۔

سندر لال دفترنیا رہے اور سنہ ۱۸۳۱ء میں انتقال کر گئے چھ بیٹے چھوٹے جن کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ ماسٹر صاحب کی والد کے انتقال کے وقت نو سال کی عمر تھی ماں نے بڑی مشکلوں سے پالا پرورش کیا۔ اور ابتدائی تعلیم کے مرحلے طے کرائے۔ پہلے انہوں نے مکتب میں پڑھا۔ پھر سنہ ۱۸۳۳ء میں انگلش اسکول میں داخل ہوئے اس اسکول میں اس وقت ہر طالب علم کو دو روپیہ ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔ ماسٹر جی بچپن سے ہی لکھنے پڑھنے کے شوقین تھے۔ اس مدرسہ میں چھ سال تک تعلیم پائی۔ اور خوب دل لگا کر پڑھا۔[1]

گیارہ برس کی عمر میں خاندانی رواج کے مطابق ایک خوشحال کاستھ خاندان میں شادی ہوئی تھی لیکن آپ کی اہلیہ گونگی بہری تھیں شاید روپے کے لالچ میں (جیسے ہندوستان میں اکثر ہوتا ہے) یہ رشتہ ہو گیا ہو گا۔

فکر معاش نے تعلیم چھڑائی۔ محرری کے ملازم ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال کی تھی دو تین سال نوکری کرنے کے بعد سنہ ۱۸۴۱ء میں جب دہلی کا مدرسہ کالج ہو گیا تو وہ پھر اس میں داخل ہو گئے۔ بڑی محنت کی سینیئر وظیفہ میں کامیاب ہو گئے۔ یہ وظیفہ تیس روپے ماہانہ تھا۔ ان کے بھائیوں کو بھی وظیفہ ملتا تھا جس سے خاندان کی گذر اوقات ہو جاتی تھی۔ ماسٹر جی تین سال تک ہر امتحان میں کامیاب رہے۔ سنہ ۱۸۴۴ء میں دہلی کالج میں شعبۂ مشرقی میں پچاس روپے ماہانہ پر یورپین سائنس کے مدرس ہو گئے۔ اسی زمانہ میں ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم ہوئی تھی۔ انہوں نے اس کے لئے اردو میں الجبرا اور

---

[1] مرحوم دہلی کالج ص ۱۶۰

علم مثلث پر کتابیں لکھیں۔ یہ کتابیں نصاب تعلیم کے کام آئیں جس سے مشرقی شعبے کے طلباء کو بہت فائدہ پہنچا۔

ماسٹر صاحب بہت اچھے مدرس تھے اور اپنے شاگردوں پر بہت شفقت کرتے تھے۔ اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔ باوجودیکہ ۱۸۵۲ء میں آپ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ آپ کا شاگرد بہت ادب کرتے تھے۔ اور خلاف مرضی بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب جو ماسٹر جی کے شاگرد تھے جبکہ ماسٹر جی نے ... کی تردید میں ایک کتاب انگریزی میں لکھی تھی، ماسٹر صاحب نے ان سے اس کتاب کے ایک باب کا ترجمہ کرنے کے لئے کہا۔ آپ نے بسر و چشم اس کا ترجمہ کر دیا جس پر ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے خلاف بڑا شور و غوغا ہوا۔ یہاں تک کہ مولوی عبدالقادر صاحب فتوے کے لئے پھرے کہ ڈپٹی صاحب کا نکاح رہا گیا۔ لہ

ماسٹر رام چندر کو ریاضی سے خاص لگاؤ تھا اور انہوں نے مطالعے سے اس میں بہت ترقی کر لی تھی۔ ابتداءً ریاضی کی کتابوں کے ترجمے کئے اس سے ان کا ذوق و شوق اور بڑھ گیا۔ جبر و مقابلہ انگریزی کتابوں کی مدد سے تالیف کی جس کو سوسائٹی نے شایع کرایا۔ اس کے بعد اصول علم مثلث بالجبر اور تراش ہائے مخروطی میں اور علم ہندسہ بالجبر میں لکھا ۱۸۵۰ء میں جبکہ ماسٹر جی مغربی سائنس کی تعلیم دے رہے تھے۔ کلیات و جزئیات کتاب شایع کی۔ یہ کتاب کلکتہ میں چھپی۔ کلکتہ کے اخباروں اور رسالوں اور خاص کر کلکتہ ریویو نے اس پر مخالفانہ تنقید کی جس سے ماسٹر صاحب کو بہت مایوسی ہوئی۔

لہ حیات النذیر حصہ چہارم

۱۸۵۱ء کی تعطیلوں میں آپ کلکتے گئے۔ دوستوں کے ایما پر آپ نے کلکتہ کے اخبارات کی نکتہ چینیوں کا جواب دیا جو انگلش مین میں چھپا۔
کلکتہ میں دہلی کالج کے سابق پرنسپل ڈاکٹر سپرنگر نے آپ کو آنریبل ڈی بیتھیون ممبر سپریم کونسل اور صدر لا کونسل آف ایجوکیشن سے ملایا۔ انہوں نے اس کتاب کو بے حد پسند کیا اور دو سو روپے ایک نسخے کے آپ کو دئے۔
ماسٹر صاحب نے یہ کتاب اپنے خرچ سے چھپوائی تھی جس کے لئے انہیں بڑی پریشانی اٹھانی پڑی قرض بھی لینا پڑا۔ مسٹر بیتھیون نے اس کتاب کے نسخے متعدد لوگوں کے پاس روانہ کئے جن میں سے ایک پروفیسر ڈی مارگن پروفیسر ریاضیات لندن یونیورسٹی بھی تھے۔ پروفیسر مارگن نے اس کتاب کی بہت قدر کی۔ اور کورٹ آف ڈائرکٹرز ایسٹ انڈیا کمپنی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی اور اپنے خط میں ماسٹر صاحب کی اس ایجاد کی بہت تعریف کی اور یہاں تک لکھا تھا کہ "رامچندر کی کتاب کے انتخابات اس ملک (انگلستان) کی ابتدائی تعلیم کے نصاب میں شریک کئے جائیں۔
غرض ایک مدت کی خط وکتابت کے بعد کورٹ آف ڈائرکٹرز کے ممبروں نے ایک خلعت پنج پارچہ اور دو ہزار روپے نقد بطور انعام ماسٹر رامچندر کے لئے منظور کیا۔ ۱۸۵۹ء میں مسٹر ولیم ڈی آرنلڈ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے دہلی میں ایک بڑی مجلس کی۔ اس میں تمام معززین اور امراء اور افسران کو مدعو کیا۔ اس مجلس کے انعقاد کا مقصد یہ تھا کہ فضیلت پناہ ماسٹر رام چندر کو ان کی علمی و تعلیمی خدمات پر سرکار کی طرف سے خلعت عطا کیا جائے چنانچہ یہ رقم اور یہ خلعت اس جلسے میں ماسٹر صاحب کو عطا کیا گیا۔ اس کے علاوہ ماسٹر صاحب نے ایک اور کتاب جس میں تفرقی

احنما کا ایک نیا طریقہ بیان کیا اس پر پروفیسر کلانڈ اڈنبرا یونیورسٹی اور پروفیسر سین اینڈریوس نے بہت اچھی رائے کا اظہار کیا۔ ان کتابوں کے شائع ہونے سے ماسٹر صاحب کی اور شہرت ہو گئی اور ان کے ایجاد کئے ہوئے طریقے یورپ اور ہندوستان کے کالجوں میں رائج ہو گئے۔

مذہب کی تبدیلی کی وجہ سے ماسٹر صاحب کے تمام تعلقات ذات اور برادری کے منقطع ہو گئے تھے۔ اور انگریزوں کی طرح ان سے بھی ہندوستانی چلنے لگے تھے۔ اس کی وجہ سے ماسٹر صاحب کو بھی بڑی تکالیف اٹھانی پڑیں اور اسی وجہ سے ان کے مزاج میں ایک قسم کی سختی اور خشونت پیدا ہو گئی تھی جو مباحثے اور مناظرے کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی[1] جو ان کے شان کے شایاں نہیں تھیں۔

غدر میں ماسٹر صاحب کو بھی بلوائیوں سے واسطہ پڑا۔ غدر کے ایام میں ماسٹر صاحب چاندنی چوک کے ایک کوٹھے پر رہتے تھے جب بلوائیوں کی شورش دیکھی اور عیسائیوں اور انگریزوں کے قتل کی خبر سُنی تو ماسٹر صاحب اپنے بالا خانہ سے پیدل چل کر پن چکی کی سڑک پر ہوتے ہوئے قلعے کے سامنے آئے انہوں نے دیکھا کہ چند ترک سوار یا مغلوں کا دستہ ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے لال ڈگی کی سڑک پر آ رہا ہے۔ یہ اسے دیکھ کر اپنے گھر کی طرف مڑ گئے اور چاندنی چوک کے کوٹھے پر صحیح و سلامت پہنچ گئے وہاں سے انہیں ان کے بھائی رام شنکر داس اپنے ساتھ لے گئے۔ اور کایستھوں کے محلے میں اپنے کسی عزیز کے یہاں جا چھپایا مگر ان کے اقربا نے اس خیال سے کہ ان کی وجہ سے کہیں ہم پر کوئی آفت نہ

---

[1] تاریخ ادب سکسینہ دوئم ص ۸۰

آجائے ان کا وہاں زیادہ رکھنا گوارا نہ کیا۔ ان کا ایک قدیم نوکر جاٹ تھا۔ اس نے بڑی وفاداری اور رفاقت کی، انہیں جاٹ بناکر گنواروں کے سے کپڑے پہنا کر بگڑ بندھوا کر اپنے گاؤں لے گیا۔ اور وہاں رکھا، وہاں سے ماسٹر صاحب باؤلی کی سرائے میں انگریزی لشکر سے جا ملے۔ جب شہر میں امن وامان ہوگیا تو واپس آئے۔

جنوری ۱۸۵۸ء میں آپ نٹو ہیڈ ماسٹر ٹامسن سول انجینئرنگ کالج کے مقرر ہوئے تھے۔ ستمبر ۱۸۶۵ء میں دہلی ڈسٹرکٹ اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ریاست پٹیالہ کے ڈائرکٹر تعلیمات بھی ہوگئے تھے۔

ماسٹر صاحب ان کتابوں کے علاوہ تذکرۃ الکاملین کے مصنف بھی ہیں جس میں روم اور یونان کے مشہور و معروف فلاسفروں اور شعرائ کے مختصر حالات انگریزی اور عربی کتابوں سے اخذ کر کے لکھے ہیں۔ اِس میں بعض انگریزی شعراء اور فلسفی بعض مشہور اہل ہند مثلاً ادا لمیک۔ شنکرا چارج اور بھاسکر جوتشی کے حالات بھی درج ہیں۔ یہ کتاب پہلے ۱۸۴۹ء میں چھپی تھی، دوبارہ ۱۸۸۷ء میں مطبع نولکشور میں چھپی۔ "عجائب روزگار" بھی آپ کی ہی تالیف ہے جس کا قلمی نسخہ میرے والد ماجد مولانا شرف الحق مرحوم کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ کتاب مصور ہے۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولانا عبدالحق صاحب مرحوم دہلی کالج میں "ماسٹر صاحب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وہ بہت ہر دلعزیز تھے بہت سادہ مزاج تھے۔ سادہ ہندوستانی کپڑے پہنتے تھے آپ کا انتقال ۱۸۸۰ء میں ہوا [1]"

---

[1] مرحوم دہلی کالج ص ۱۶۴

شملہ اخبار یہ اخبار شملہ سے شائع ہوا تھا اس کے بارے میں تاسی نے اپنے پہلے خطبہ ۳ دسمبر ۱۸۵۰ء میں لکھا ہے:

"اردو کی موجودہ ادبیات کو خاص اہمیت حاصل ہے مشرقی ممالک کی دوسری زبانوں کے ادب کی طرح اردو ادب بھی ہمارے لئے باعث دلچسپی ہے اگر کسی صاحب کو اردو ادب کا شوق ہو تو وہ شملہ کا اخبار اپنے نام جاری کرا سکتے ہیں جو انہیں پابندی کے ساتھ ڈاک کے ذریعہ پیرس پہنچتا رہے گا۔"

غالباً یہ اخبار ۱۸۴۶ء میں جاری ہوا ہوگا اس کو پہلے ۱۸۵۲ء تک شیخ عبداللہ مرتب کرتے رہے جو انگریزی اور اردو سے پوری طرح واقف تھے۔ یہ اخبار کچھ دنوں کے لئے ۱۸۵۳ء میں بند ہو گیا تھا[1] اس اخبار کے سرپرست مشہور انگریز سر ہربرٹ ایڈورڈ تھے جو عالی حوصلہ قومی آدمی تھے اور علم و فضل میں بھی ممتاز تھے آپ کو ہندوستانی زبان سے خاص لگاؤ تھا۔ بقول دتاسی:-

"اس اخبار کی زبان اردو ہے لیکن چندہ دینے والوں میں کثرت ہندوؤں کی ہے۔ اس لئے انہیں خوش کرنے کے لئے اس کی چھپائی دیوناگری رسم الخط میں ہوتی ہے۔"

آپ کی ایک عمدہ تصنیف "پنجاب میں ایک سال" تھی جس کا اردو میں بھی ترجمہ ہو گیا تھا۔ آپ نے دہلی گزٹ میں متعدد مضامین بھی تحریر کئے تھے جو انتہائی دلچسپ تھے آپ نہایت پابند مذہب عیسائی تھے اور آپ کی دلی خواہش تھی کہ تمام ہندوستانیوں کو مسیحی بنا لیں۔ آپ نے حکومت سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس کو مسیحی مبلغین کی حوصلہ افزائی کرنی

---

[1] خطبات دتاسی

چاہیئے۔آپ کی تحریک سے ان مدرسوں میں جہاں برطانوی نظم ونسق کی تعلیم دی جاتی تھی۔انجیل کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔آپ کا ۲۲ دسمبر ۱۸۶۳ء میں ۶۴ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔[1]

فوائد الشائقین یہ اخبار دہلی میں نومبر ۱۸۴۶ء میں نکلا۔[2] جس کے مہتمم پربھو دیال اور پرنٹر موتی لال صاحب تھے۔ ۸ جنوری ۱۸۴۸ء تک مطبع دار السلام میں مبینہ عنایت حسین میں چھپتا رہا، اس کے بعد مطبع دہلی اردو اخبار مکان مولوی محمد باقر صاحب میں طبع ہونا شروع ہوا قیمت کی وصولیابی کا طریقہ یہ مقرر تھا۔

"جو صاحب کہ قیمت یک سالہ پیشگی عنایت فرمائیں ان سے سہ قیمت مقرر ہی لی جائے اور جو صاحب کے قیمت یک سالہ پیشگی عنایت فرمائیں ان سے بحساب ہر ماہواری لی جائے"[3] اخبار کی غرض و غایت یہ تھی:

"اجراء اس پرچہ کا محض واسطے فوائد عام ہی نہ واسطے گرانی خاطر.... (اس میں تمام توانین دیوانی اور آئین فوجداری اور مال وغیرہ جو کہ بذریعہ گورنمنٹ گزٹ کے مشتہر ہوتے ہیں معہ اور سوالات عجیبہ وجوابات غریبہ کہ معاون ان جوابات کے فیصلجات صدر عالی قدر آگرہ و کلکتہ سے اپنے مواقع پر ہوتے ہیں۔"[4]

یہ اخبار فلسکیپ سائز کے چار صفحہ پر شائع ہوتا تھا۔ بہفتہ وار تھا مہینہ میں چار مرتبہ جاری ہوتا تھا۔

---

[1] خطبات دتاسی ص ۱۰۸ [2] فوائد الشائقین دہلی یکم جنوری [3] ایضاً یکم فروری ۱۸۴۸ء [4] ایضاً مارچ ۱۸۴۶ء

اس زمانہ میں عام طور سے پبلشر اور کتب خانوں کے ملازمین و منیجر کتابوں کی رجسٹری میں اپنا پرچہ لکھ کر رکھ دیتے تھے جو قانوناً جرم ہے۔ لیکن اس جرم کے خلاف کوئی کارروائی ہوتے ہوئے نہیں دیکھی البتہ بیچارے مہتمم فوائد الشائقین کو اس خلاف قانون حرکت کرنے کے جرم میں لینے کے دینے پڑ گئے۔ انہوں نے ۲۴ جولائی کی اشاعت میں اس حرکت سے لوگوں کو باز رکھنے کے لئے "اشتہار" کے عنوان کے تحت اپنے جرم اور سزا اور پوسٹ ماسٹر کی عنایت کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں :-

"ایک پمفلٹ یعنی پولندہ کتب چھاپہ میں ایک خط رکھا ہوا۔ اس حقیر نے روانہ کیا تھا اور اس پر صاحب پوسٹ ماسٹر شاہجہاں پور نے حکم داخل کرنے پچاس روپے کا بسبب برآمد ہونے خط مذکور کے صادر فرمایا تھا۔ لیکن حسب تحریر جناب لیٹ صاحب بہادر پوسٹ اس جگہ کے کہ صاحب موصوف ازبس اشراف پرست اور با انصاف ہیں پیش گاہ پوسٹ ماسٹر جنرل آگرہ سے وہ جرمانہ معاف ہوا۔ چونکہ اکثر احباب کو مدریافت اس حال کے تردد خاطر ہے۔ لہٰذا واسطے اطلاع اور آگہی اور رفع تردد ان صاحبوں کے اطلاعاً درج پرچہ ہوتا ہے۔"

یہ وہ وقت تھا جب عوام تو عوام خواص بھی انگریزی قانون سے بالکل ناواقف تھے یہ اخبار اس سلسلہ میں رہنمائی کا کام انجام دیتا تھا جو شخص قانونی نکتہ معلوم کرنا چاہتا تھا وہ سوال کی شکل میں اخبار کو بھیجتا تھا

اور یہ اخبار حتی الوسع شافی جواب دیتا تھا۔ ایک سوال و جواب ۲۴ر جولائی کے پرچہ میں شائع ہوا ہے اس سے اس وقت کے قانون کی ناواقفیت کا پتہ چل جاتا ہے۔

"سوال :- ایک مکان پرستش گاہ ہنود مثل دیبی یا کالکا وغیرہ مدت سے قبضہ میں ایک شخص ہنود کے چلا آتا ہے اور اس شخص کے آباؤ اجداد اس کے اوپر بیٹھتے چلے آئے۔ اب چند عرصہ سے ایک شخص مسلمین نے باظہار ہونے مکان مذکورہ کے زمینداری اپنی میں اس شخص کو بے دخل کر کے ایک شخص غیر قوم ہنود اس پر بٹھال دیکر چڑھاوا اس کا اپنی تصرف میں لاتا ہے اب وہ شخص اپنی قبض و دخل مکان پرستش گاہ کے اوپر نام اسی مسلمین کے بشمول نام اس کے کہ وہ شخص حال میں بیٹھا ہے دیوانی میں نالشی ہے۔ سوال یہ ہے کہ مالک مکان پرستش گاہ ہنود کا مسلمان ہو سکتا ہے۔ یا ہندو اور ایسا بھی کہیں دستور ہے کہ چڑھاوا مکان ہندو کا از روئے دھرم شاستر یا شرع شریف کے مسلمان کو پہنچنا چاہیئے یا ہندو کو۔ جواب اس کا بحوالہ کسی قانون یا چٹھی یا سرکیولر یا کسی نظیر کے عنایت فرمائیے اور اگر کوئی فیصلہ صدر اس باب میں نظر مبارک سے گذرا ہو درج پرچہ فرمائیے۔

جواب :- واضح ہو کہ ایسے مکانات ملکیت تو کسی کی نہیں لیکن جو شخص کہ قدیم سے قابض ہے اور پرستش اس کی کرتا ہے اور چڑھاوا اس کا پاتا رہا ہے وہی اس کا مالک ہے اور ایسی صورت

میں مسلمان کو تعرض باقی نہ رہا اس بات کے کہ وہ مکان سبب کہ
زمینداری میں ہے کسی نوع کی حقیقت کرنی قبضہ اور مجلانے
شخص غیر کے اس پہ نہیں پہونچی اور پرستش گاہ ہنود میں
دخل مسلمان کا ہرگز نہ ہونا چاہیئے اور ہر چند کہ کوئی فیصلہ
صدر فی الحال نظر سے نہیں گذرا لیکن بصورت دستیابی
اس سے بھی آپکے سے اطلاع دی جائے گی۔

فوائد الشائقین کی ۱۸۴۶ء کی جلد میں عجائب الاخبار، سید الاخبار۔
مہتمم سید عبد الغفور صاحب اور کریم الاخبار کے ذکر ملتے ہیں۔

اسعد الاخبار

یہ اخبار مئی ۱۸۴۷ء م ۱۲۱۳ھ کو آگرہ سے شائع ہوا
قمرالدین چھیپٹی بازار سے نکالتے تھے۔ تقطیع ۱۴x۱۹ تھی۔
ٹائیٹل پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی " یہ اخبار ہفتہ میں ایک بار دوشنبہ کو چھپتا
ہے اس کی قیمت ۸ر مہینہ اور محصول ڈاک ذمہ خریدار، اس اخبار میں جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ متبرکہ کا حال تھوڑا تھوڑا ہر اخبار میں چھاپا جاتا ہے
جب بفضلہ یہ تمام ہو جائے گا تو اہل بیت اور خلفاء اربعہ اور معرکہ جگر سوز
کربلا اور دوازدہ امام علیہم السلام کے حالات بلا کم و کاست بتدریج و
تفریق لکھے جاویں گے تاکہ عوام الناس کو ان حالات سے بخوبی آگاہی ہو۔"

۸ جون ۱۸۴۷ء جلد ۱ نمبر ۳ میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔

صاحب زبدۃ الاخبار آگرہ اپنے ایک دوست کے خط کے رو سے تحریر فرماتے ہیں
کہ: " پاٹن جھالا میں ایک روز عجیب ماجرا ہوا جنگل میں سے ایک صحرائی
خوک شہر میں وارد ہوا اور مہاراجہ مدن سنگھ بہادر کے محل میں
درآمد ہو گیا۔ ہر چند لوگوں نے روکا نہ رکا حتی کہ اندر جا کے مہاراجہ

کی مسند پر بیٹھ گیا۔ سپاہیوں نے خوب تلواریں چلائیں اور اسے
مجروح کرکے مسند سے دور ڈال دیا۔ خوک مجروح پھر دوڑ
کر مسند پر جا بیٹھا تین بار ایسا ہی اتفاق ہوا۔ آخرالامر اس سور
کو مار ڈالا اس ملک کے نجومی اس امر کو ریاست کے حق میں منحوس
بتاتے ہیں۔"

۲۰ نومبر ۱۸۴۸ء کی اشاعت میں مرزا حاتم کا یہ قطعہ تاریخ درج ہے
جو انہوں نے لارڈ ڈلہوزی کے خیر مقدم پر کہا تھا[1]

لارڈ ڈلہوزی رونق بخش ہند
اے صبا در رششش جہت ایں مژدہ گو
مصرع تاریخ مقدم گفت حہر
افتخار ہند بادا انجم تو

۲ مارچ ۱۸۴۹ء کے اخبار میں مرزا غالب کی پنج آہنگ کا اشتہار
طویل نظم میں درج ہے یہ کتاب شاہی طبیب حکیم احسن اللہ خاں کے توسل سے
قلعۂ دہلی کے مطبع سلطانی میں چھپی تھی۔

اس اخبار سے ایک اور اقتباس لیا جائے گا جو غالب کو حضرت بہادر شاہ
کے دربار سے عطا ہوا۔ ۵ جولائی ۱۸۵۰ء کے اسدالاخبار میں درج ہے۔
" ان دنوں شاہ دیں پناہ جناب معلے القاب مرزا اسداللہ خاں غالب،
کو بہ فرط عنایت اپنے حضور میں طلب کرکے ایک کتاب تواریخ کے لکھنے پر جو
تیمور کے زمانہ سے سلطنت حال تک ہو مامور کیا۔ اور اس کے کاتبوں کے خرچ
کو بالفعل پچاس روپے مشاہرہ مقرر کرکے آئندہ انواع پرورش کا متوقع دیا۔
اور نجم الدولہ دبیرالملک اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ خطاب دے کر چھ پارچہ

---

[1] تاریخ نثر اردو

جن کا بیش بہا خلعت رقم جواہر عطا ہوئے یقین ہے کہ تواریخ مذکور ایسی دلچسپ اور معین عبارت میں لکھی جاوئے گی کہ ہر ایک اس کے لطف سے فیضیاب ہو۔[۱]

۱۸۴۷ء میں محمدی اور احمدی لکھنو امام باڑہ آغا باقر مرحوم سے جاری ہوا جس کے مالک حکیم ناصرالدین خاں صاحب اور مہتمم شیخ امداد علی تھے۔ اور محمدی بمبئی سے اسی سال شایع ہوا جس کے مالک آنریبل ناخدا محمد علی مہتمم عبدالملک ولد محمد صادق پرنٹر عبدالوہاب اور پبلشر شیخ محمد تھے۔"

رجسٹر نیوز پیپر نیشنل آرکائیوز آف انڈیا میں ایک قلمی رجسٹر ہے جس پر "بہی رسیدہ اخبارات ۱۸۴۷ء" لکھا ہوا ہے اس بہی میں ان اخبارات و چٹھیوں کا نام ہے جو ۱۸۴۲ء سے ۱۸۶۲ء تک ہندوستان کے مختلف مقامات سے گورنری دفتر میں پنڈت جیورا کھن پتواری کے نام آئی ہیں ان کا سنہ اور تاریخ کا اندراج ہے کہ کب وصول ہوئے۔ چنانچہ جیورا کھن پٹواری نے اس بہی کے شروع صفحے پر یہ عبارت لکھی ہے۔

"جملہ کاغذات کہ برائے سرکاری اینڈ ہمہ سروس اینڈ پس عرض حضور پرنور است کہ قطعی روبکاری یا چٹھی انگریزی بنام پوسٹ ماسٹر جنرل نوشتہ شود کہ اخبارات از دہلی و آگرہ و بریلی و شملہ و کلکتہ و بنارس بمبئی در دفترخانہ فارسی گورنری بنام پنڈت جیورا کھن پتواری می آیند ہمہ از بندہ سروس بیایند چراکہ برائے کار سرکار طلب شدہ اند۔ فقط

عرضی جیورا کھن پٹواری ۱۶ اکتوبر ۱۸۴۹ء

---

[۱] مضمون کیفی

"حکم شد کہ بدستور سابق بماند تاریخ ۱۷ اکتوبر ۱۸۴۲ء"

ذیل میں جس تاریخ اور سنہ میں جو اخبارات وصول ہوئے ہیں وہ تاریخ اور سنہ وار نیچے لکھے جاتے ہیں تاکہ اندازہ لگ جائے کہ فلاں اخبار کس سنہ میں نکل رہا تھا۔

۲۴ اپریل ۱۸۴۸ء۔ بنارس اخبار، گھوس رگھو ناتھ جی (۲) آفتاب عالم تاب اخبار بنارس کوڑا اور چھاپہ خانہ (۳) صدر الاخبار آگرہ بہنڈت الیسری پرشاد (۴) جام جہاں نما کلکتہ کھنگ (۵) مراۃ الاخبار کلکتہ تالنتھ (۶) گوالیار اخبار خیراتی لال (۷) دہلی خلاصہ اطراف متھرا داس (۸) لکھنؤ اخبار لال جی (۹) دہلی اردو اخبار مولوی محمد باقر (۱۰) صادق الاخبار دہلی۔ شیخ امداد حسین (۱۱) مظہر الحق دہلی عنایت حسین (۱۲) مطلع اخبار آگرہ شیخ خادم علی (۱۳) زبدۃ الاخبار آگرہ واجد علی خاں (۱۴) قران السعدین۔ پنڈت دھرم نرائن (۱۵) آئینہ گیتی کلکتہ (۱۶) سلطان الاخبار کلکتہ

۳ جنوری ۱۸۴۹ء فوائد الناظرین دہلی رام چندر (۲) عمدۃ الاخبار بریلی لچھمن پرشاد

(۳) شملہ اخبار گوبند رگھو ناتھ

۱۲ جنوری ۱۸۴۹ء اخبار الحقائق آگرہ موتی لال

۵ فروری ۱۸۴۹ء نزہت الارواح آگرہ جواہر لال۔

۱۳ مارچ ۱۸۴۹ء۔ اخبار مالوہ دھرم نرائن

۱۲ اپریل ۱۸۴۹ء محب ہند۔ ۲ اپریل کلکتہ اخبار

۱ جنوری ۱۸۵۰ء اخبار النواح آگرہ جواہر لال

۲۸ جون ۱۸۵۰ء کوہ نور لاہور۔ ہر سکھ رائے۔

۱۰ جنوری ۱۸۵۱ء۔ دریائے نور لاہور شہسوار الدین۔
یکم مئی ۱۸۵۱ء:۔ تقویم ہندی بنارس گوبند رگھناتھ
۱۲ جولائی ۱۸۵۱ء:۔ اخبار بمبئی رحیم الدین۔ ۱۰ دسمبر ۱۸۵۲ء پرکاش آگرہ سداسکھ۔
۳ جولائی ۱۸۵۴ء اخبار دوربین کلکتہ
۱۹ مئی ۱۸۵۶ء مطبع پنجابی لاہور
۵ نومبر ۱۸۵۶ء مفید خلائق آگرہ
۲۷ دسمبر ۱۸۵۶ء اخبار جدھر کلکتہ۔ ۸ جولائی ۱۸۵۸ء اردو گائڈ کلکتہ
۱۸۴۸ء میں احمدی اور حیدری دہلی سے شایع ہوئے احمدی کا دفتر شاہراہ میں تھا اور حیدری کے مہتمم محبوب علی تھے اور ۲۳ اپریل ۱۸۴۹ء کو یہ جاری ہوا۔

سدھاکر اخبار یہ اخبار بنارس میں ۱۸۴۸ء میں نکلتا تھا اور کٹرا اور چھاپہ خانہ میں چھپتا تھا یہ پہلے اردو ہندی میں نکلتا تھا۔ حالات اور تقاضوں نے مجبور کیا تو ۱۸۵۳ء میں صرف ہندی میں نکلنے لگا۔ اس کی ہندی مشکل اور سنسکرت کے لفظوں سے بھری ہوئی تھی اس کی اشاعت صرف تعلیم یافتہ ہندوؤں میں تھی اس اخبار میں شکسپیر کے مڈسمر نائٹس ڈریم کا ترجمہ شائع ہوتا تھا[1] اس کے ایڈیٹر تارا موہن متر تھے[2]

گوالیار اخبار دتاسی اپنے ۱۸۵۵ء کے خطبہ میں اس اخبار کے بارے لکھتا ہے:۔

ایک شخص لکشمی پرشاد گوالیار سے جو وہاں کی حکومت کا ملازم ہے ۱۸۵۳ء سے ایک سرکاری اخبار نکالتا ہے یہی لائق شخص اس سے قبل بریلی سے ایک اخبار نکالتا تھا۔"

---

[1] خطبات دتاسی ص ۳۲ [2] ہندی کی بت اور ریتر کا ٹیس۔

ہی ۱۸۴۷ء میں ۱۸۴۸ء کے اخباروں میں اس کا ذکر ہے جس کا ایڈیٹر جیراتی لال لکھا ہے گویا پہلے اڈیٹر اس کے جیراتی لال تھے بعد لکشمی پرشاد ہوئے۔

یہ اخبار دو کالموں میں نکلتا تھا اردو ہندی میں۔

بنارس اخبار

۱۸۴۸ء میں نکلتا تھا جس کے اڈیٹر گووند رگھوناتھ ایک مرہٹی پرجوش جرنلسٹ تھے۔ راجہ نیپال ایشور پرشاد سے اس اخبار کو امداد ملتی تھی جن کی رانی بنارس میں رہتی تھی۔ یہ اخبار عیسائی مشنریوں کے خلاف لکھتا تھا اور ہندو مذہب کی پرزور حمایت کرتا تھا اردو ہندی زبانوں میں نکلتا تھا اور لیتھو پریس میں ردی کاغذ پر چھپتا تھا یہ اخبار ۱۸۴۵ء میں جاری ہوا تھا[1]

عمدۃ الاخبار

۱۸۴۹ء میں بریلی سے شایع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر لچھمن پرشاد تھے۔ انہوں نے چھوٹی سی علمی اور اخلاقی سائیکلو پیڈیا لکھی تھی اور اس کا نام مشرقی طور پر "دماغی زینت" رکھا تھا۔

۱۸۴۹ء میں "گلزار ہمیشہ بہار" کے نام سے یک گلدستہ بنارس سے جاری ہوا۔ اسی کے ساتھ ایک ماہانہ رسالہ مراۃ العلوم کے نام سے گلزار ہمیشہ بہار کے مطبع سے شایع ہونا شروع ہوا اندور سے مدرسہ جاری ہوا۔ اور لکھنؤ سے مہدیہ جاری ہوا جس کے مالک سید مہدی حسن تھے (اختر شاہنشاہی)

مالوہ اخبار

یہ بھی ۱۸۴۹ء میں اندور سے نکلتا تھا اس کے ایڈیٹر دھرم نرائن تھے جن کی عمر اس وقت پچیس چھبیس سال کی تھی یہ بہت اچھے شاعر تھے انہوں نے مل کی پولیٹیکل اکانمی (معاشیات) اور انگلستان کی ایک تاریخ کا ترجمہ کیا۔ یہ اخبار اردو ہندی میں شایع ہوتا تھا۔

---

[1] ہندی کی پتر اور پترکائیں ص ۵

ہفتہ وار آٹھ صفحوں پر نکلتا تھا۔

۱۸۴۹ء میں حسب ذیل اخبار بھی نکلے تھے۔

اخبار الحقائق آگرہ سے ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا تھا اس کے ایڈیٹر موتی لال تھے۔ ضیاء الاخبار جولائی ۱۸۴۹ء میں دہلی سے جاری ہوا جس کے مہتمم اڈیٹر شیخ محمد ضیاء الدین تھے۔ اس اخبار کے شایع ہونے کا اعلان رسالۂ فوائد الناظرین میں ہے۔

کوہ نور لاہور

جنوری ۱۸۵۰ء میں یہ اخبار لاہور سے ہفتہ وار جاری ہوا جسکے مہتمم منشی ہرسکھ رائے تھے جو سکندرآباد مضافات دہلی کے رہنے والے تھے اور بھٹ نگری کالیستھ تھے۔

مولانا احسن مارہروی مرحوم نے تاریخ نثر اردو میں اور مولانا عبدالرزاق صاحب نے اپنے مضمون رسالہ اردو دہلی اکتوبر ۱۹۳۵ء میں اس اخبار کا سنہ اجرا ۱۸۴۹ء لکھا ہے جو غلط ہے کوہ نور نے جب پانچ سال کی عمر ختم کی اور چھٹے سال میں اس نونہال نے قدم رکھا تو اس کے اڈیٹر نے اس سعادتمند بچے کے اطوار و اقوال اور کردار و اعمال پر تبصرہ کرنے کے لئے قلم کو جنبش دی ۱۶ر جنوری کی اشاعت میں تمہید ان الفاظ سے کی :۔

"ناظرین با تمکین اخبار صداقت شعار کوہ نور لاہور پر واضح ہو۔ کہ یہ مطبع جس کا نام نامی و اسم گرامی کوہِ نور لاہور ہے جنوری ۱۸۵۰ء سے جاری ہے عمر اس شرافت پناہ کی پوری پانچ برس کی ہے۔"

یہ پرچہ ۱۸۵۱ء میں ہفتہ میں دو مرتبہ پھر ہفتہ میں تین مرتبہ ۱۸۵۳ء میں روزانہ ہو گیا تھا۔ پھر یہ ہفتہ وار ہو گیا ۱۸۵۸ء میں اس کا سالانہ چندہ

ایک روپیہ آٹھ آنہ اور پیشگی سالانہ بارہ روپے اور قرض سالانہ چوبیس روپے تھا۔ اشتہار کی اجرت فی سطر دو آنے اور چھ سطر سے کم کے آٹھ آنے تھے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ شنبہ اور سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ کوہ نور پریس محلہ یک دروازہ میں تھا۔ مینجر منشی نول کشور (مالک نولکشور پریس) پرنٹر غلام محمد اور مینیجر علی محمد تھے۔ یہ پرچہ برٹش انڈیا میں بہت مقبول تھا۔ مہاراجگان کشمیر و پٹیالہ اس اخبار اور اس کے اڈیٹر و مالک کی بہت قدر کرتے تھے۔ یہ اخبار مدراس کلکتہ تک جاتا تھا۔ خبروں کی ابتدا گورمنٹ گزٹ کی خبروں سے ہوتی تھی اور زیادہ تر گزٹ کی خبریں نقل کی جاتی تھیں معلوماتی اور تاریخی مضامین بھی ہوتے تھے۔ اس اخبار کا ذہن اس قدر صاف تھا کہ اس پرچے کے پڑھنے کے بعد یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ پرچہ کوئی ہندو نکالتا ہے۔ اس میں مدح حضرت امام حسینؑ اور نعت سرور کائناتؐ بھی شایع ہوتی تھیں۔ استاد ذوق کا ۱۸۵۴ء میں انتقال ہوا تو مہینوں صفحے کے صفحے ان کی تاریخ وفات اور شاعری کے کمالات کے مضامین سے بھرے رہتے تھے۔

۱۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کے پرچہ میں مولانا امام بخش صہبائی شہید فرنگ نے استاد ذوق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا تھا درج ہے۔

ذوق آنکہ مدام ہمچو مردان خدا
بر بالشہ بود دل ازیں جائے دنی
رفت از دنیائے دوں صہبائی گفت
خاقانئے ہند شد ز دنیائے دنی

خریداروں کی اور چندے کی فہرستیں وقتاً فوقتاً چھپا کرتی تھیں

سر جان لارنس، لفٹنٹ انس، مسٹر میکلوڈ اور مسٹر میگریگر وغیرہ اعلیٰ افسروں کے نام ان ہی نہرستوں میں ملتے ہیں۔ پرچہ کی پالیسی میں حکومت کی حمایت کرنا بھی تھی اس لئے یہ پرچہ حکومت کا سخت ترین حامی تھا۔ تعلقداروں تک کی حمایت سے گریز نہیں کرتا تھا۔ اگر کوئی اخبار پولس کی بدعنوانیوں کا پردہ چاک کرتا تو یہ اس کی سخت مخالفت کرتا اور پولس کے عملہ کو بے قصور قرار دیتا اور شکایت کرنے والے کو مجرم گردانتا تھا۔ چنانچہ جب دریائے نور لاہور نے پولس افسران کی بدعنوانیوں کو آشکارا کیا تو کوہ نور نے ان کی حمایت ۲۴ر جون کی اشاعت میں ایک مراسلہ کی صورت میں کی ہے جس میں پولس افسران کی انتہائی خوشامد اور چاپلوسی کی گئی ہے۔

"خط" مکرمی منشی ہرسکھ رائے مہتمم کوہ نور زاد عنایتہ۔ آپ اخبار دریائے نور مجریہ ۲۲ر جون سنہ حال میں ہم نے جو حال بد انتظامی پولس کا بے وجہ لکھا ہوا بچشم خود دیکھا تو کمال تعجب بلکہ تاسف اور حیرا ایسے ایسے مردان ناعاقبت اندیشوں سے ہوا کہ قابل تحریر بلکہ تقریر نہیں کیونکہ جس قدر اب بندوبست اور انسداد واردات کا ہے بعہد کوتوال سابق مرحوم کے کبھی نہ تھا خود ناظرین کوہ نور ملاحظہ فرمادیں کہ شب و روز کس قدر بآرام و بے خوف و خطر گذران اپنے اپنے حوصلہ کے موافق فقیر امیر کرتے ہیں اور عدل و انصاف حکام وقت اور بے ملول عملہ پولس کے اس قدر ہے کہ فقرا اپنے تئیں ہم پلہ امیرا اور ذی اختیار سمجھتے ہیں اور اگر کہیں ناخن بندی روزگار ہو جائے تو کبھی امیر امیر و غریب کو برابر نہیں گردانتے اور اصلاح سے کام نہیں

رکھتے عہد سابق میں تو کوئی روز ایسا نہیں گذرتا تھا کہ فی تھانہ
ایک دو واردات مثل چوری چکاری اچکہ گری خون خرابا نہیں
ہوتا تھا وہ اب بالکل یک قلم مسدود بلکہ بے نام نشان ہو گیا ہے
اور جو شاذ و نادر اگر کوئی واردات چوری چکاری کی ظہور میں
آئی تو وہ اسی طریق پر ہو گئی بقول کہ ماں بیٹوں ہیں۔ غایت
وہ یہ ہے کہ یا تو ملازم خاص نے چوری کرائی ورنہ خود ہی بطمع تعلب
مال خویش و اقربا یک مکان سے نقل مکان کرکے شہرت دی
کہ چوری ہو گئی الا ہمارے شہر کے کوتوال یعنی پنڈت رام نرائن
صاحب اور افسر پولس پنڈت اجودھیا پرشاد صاحب ایسے
بانی کارگذار ہیں کہ وہ ایسی چوری کو فی الفور نکال لیتے ہیں بلکہ
جاتے ہی معائنہ مقام واردات سے صاف روبروئے خاص
و عام کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام فلاں نے کیا ہے اور اقرار کرا دیتے
ہیں ہم ایسے حاکمان عہد کے شکر گذار ہیں کہ یا الٰہی ایسے ایسے
مردمان زود فہم و رسا کار حکام عادل و انصاف شعار کو خدا
سلامت باکرامت رکھے اور ان ناعاقبت اندیشوں کو کریم
کارساز بے نیاز ہدایت بخشے۔" ۱۸۵۱ء

کوتوال شہر کو معصوم اور بے گناہ ثابت کرنے کے لئے مہتمم کوہ نور نے چوریوں
کی نوعیت کو کس شان سے بدلا کہ چوریاں ہوتی ہیں وہ اصل میں چوریاں
نہیں بلکہ خود لوگ اپنے مال کو ادھر ادھر کر دیتے ہیں یا اپنے ملازموں سے
اٹھوا کر چوری ہونا مشہور کر دیتے ہیں۔ ماشاء اللہ تاویل بھی انوکھی ہے اور
خوشامد کا ڈھنگ بھی نرالا ہے۔ لیکن ۱۸۵۲ء میں منشی جی کو اس تو ڈیت سے

نفرت ہوئی اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس اخبار کو چھوڑ کر کوئی اخبار نکالیں جو حکومت کے اثر سے آزاد ہو اور بلا تکلف حکومت پر نکتہ چینی کرے لہ

کوہ نور میں خبروں کے علاوہ تاریخی معلوماتی اور ادبی مضامین ہوتے تھے۔ کتابوں پر آزادانہ تنقیدیں کی جاتی تھیں۔ یہ تنقیدیں صرف اردو زبان کی کتابوں پر ہی نہیں بلکہ فارسی، عربی، سنسکرت کی کتابوں پر بھی ہوتی تھیں، اس کے علاوہ انجمن لاہور جو علوم و فنون مشرقی کی اشاعت کرتی تھی یہ اخبار اس کو بہت سراہتا تھا اور اس کی روئیدادیں شائع کرتا تھا بعض مضامین تعلیم نسواں پر بھی لکھے جاتے تھے اور نوجوان شعرا کے کلام بھی درج ہوتے تھے۔

۱۸۵۲ء میں کوہ نور کے دفتر میں ایک مشاعرہ کی بھی بنیاد ڈالی گئی تھی اس سلسلے میں ۱۲ مارچ ۱۸۵۲ء کے پرچے میں یہ اطلاع دی گئی ہے

> بخدمت شائقان مشاعرہ مطبع کوہ نور لاہور یہ ہے کہ پہلے سے جو جلسہ مشاعرہ کا ہر یکشنبہ کو سات بجے شام ہوتا تھا۔ اب حسب صلاح اجتماع جلسہ مذکور پانچ بجے شام سے قرار پایا ہے لہذا گذارش ہے کہ آئندہ سب اصحاب پانچ بجے شام سے رونق پذیر جلسہ مذکور ہوا کریں اور بتجویز ہے کہ آئندہ سے کچھ غزلیں منتخبہ ہر پرچہ اخبار میں چھاپی جاویگی اور بعد اس کے مشاعرہ آئندہ کے واسطے مصرعہ طرح لکھے جاویں گے چنانچہ اس ہفتہ کے مشاعرہ کی مصرع طرح یہ ہیں

لہ مقالات دتاسی دویم ص ۳۰۷

طرح فارسی :- کلہ کج کردہ و خنجر بکف مستانہ می آید
طرحِ اردو :- غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے"
۵ اپریل ۱۸۵۴ء کے مشاعرہ کا مصرعۂ طرح یہ تھا
خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی
۱۱ اپریل ۱۸۵۴ء کے پرچہ میں اس مشاعرہ کی ایک منتخب غزل شیخ اللہ دیا منشی محکمہ فنانشل کمشنری لاہور متخلص عاصی کی شایع ہوئی ہے۔

گرہ زلفوں کی جس دم اس نے وا کی — تو دوں گا نند میں مشکل کشا کی
عیادت کو نہ آیا وہ دمِ مرگ — دل بیمار کی اچھی دوا کی
اٹھا کر خواب میں اس فتنہ گر کو — یہ اپنے ہاتھ سے محشر بپا کی
کیا ترک لباس اس نے اپنا — سنا جس دم کہ عاصی نے قضا کی

۱۹ اپریل ۱۸۵۴ء کے مشاعرہ کے مصرع طرح یہ تھے۔
مصرع طرح اردو :- اس کا دیدار جو ہوگا تو قیامت ہوگی۔
" فارسی :- پس از کشتن بخواہم دید بار دیگر آنی را
۱۸ اپریل ۱۸۵۴ء کی اشاعت میں یہ غزل پسندیدہ ہونے کے بعد شایع ہوئی ہے۔ یہ غزل پنڈت نرائن داس دہلوی منظر خوشنویس مطبع کوہ نور کی تھی سہ

جوش وحشت نے کیا ہے مجھے اس درجہ عزیز
خار صحرا ہیں بھی نہیں چھوڑتے داماں اپنا
کھولیں جب بند قبا یار کے اغیار نے، تو میں
رشک سے کیوں نہ کروں چاک گریباں اپنا
حشر برپا ہوا بھی روئے زمیں پر منظر — سر کروں غم سے اگر نالہ و افغاں اپنا

مشاعرے میں شریک ہونے والے شعراء اونچے درجے کے نہیں تھے۔ اوسط درجے کے شعراء کا کلام اخبار میں نظر آتا ہے اسی لئے یہ مشاعرہ دیرپا نہیں رہا بہت جلد ختم ہو گیا۔

کوئی فرد دنیا میں ایسا نہیں ہے کہ جس کی مخالفت نہ ہوں اور اخبار تو ایک دوسرے کی پگڑی اچھالے بغیر کامیاب ہو ہی نہیں سکتے۔ کوہ نور کی بھی اپنے معاصرین سے لپکا ڈپکی ہو جاتی تھی۔ ——— اور چھیڑ چھاڑ اور طعن و تشنیع کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ نیا اخبار پرانے اور مقبول اخبار سے چھیڑ خانی شروع کرتا ہے تاکہ اس نزاع اور مخالفت میں اس کا پرچہ ترقی کرے کوہ نور کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا الوزرا ایڈیٹر چشمہ فیض کے مہتمم کوہ نور کے منھ آنے لگے۔ مہتمم کوہ نور بزرگانہ انداز سے حقیر نظروں سے ٹھکراتے ہوئے ۸ اپریل ۱۸۵۱ء کے پرچے میں اس طرح مہتمم چشمۂ فیض سے مخاطب ہوتے ہیں۔

اکثر سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ لالہ دیوان چند صاحب مہتمم چشمۂ فیض بلا کسی اسباب کے اکثر بھلے مانسوں کی طرح بہکتے ہیں اور مہتمم کوہ نور کی نسبت خود دروجی جا ہتا ہے کہتے ہیں اور ہر خاص و عام کو ان کی میٹھی بولیوں کو سہتے ہیں آیا چشمۂ فیض کے معنی یہی ہیں یا۔ بار منہ آنا اور مچلانا خالی علت سے خالی نہیں ہے گیا واہیات سے واضح ہو کہ مہتمم کوہ نور کو نہ تو ان سے کچھ نسبت ہے نہ کچھ رسم و ملت بس اسے چھیڑ چھاڑ سے کیا سروکار سمجھ لیا کہ ایک لینڈی کتیا کسی بازاری کتے سے چند بچے نکال اپنی عادت سے لاچار راہ چلتوں کو بھونکنے

اور کاٹنے کو دوڑتی ہے آخر کار اپنا سر کھا دے گی اور جبل مٹی
پر دم فرما دیگی سہ

تو آنم آں کہ نیاز ارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کوز خود برنج درا ست

عجب اتفاق ہے کہ جو بات منشی ہرسکھ رائے نے مہتمم چشمۂ فیض کے بارے میں طعناً کہی تھی وہ صحیح نکل آئی ان کے والد گنپت رائے کے خلاف ایک دیوی نے دعوی کیا ہے کہ انہوں نے مجھ سے فعل شنیعہ کیا اور جبراً حمل ساقط کرادیا اس لئے مجھ کو اس زیادتی کا معاوضہ ملنا چاہئے۔ اس مقدمہ کی تفصیل ۶ جون ۱۸۵۱ء کے اخبار میں درج ہے :-

"کچہری سیالکوٹ میں ایک قطعہ روبکار موصول ہوا جس میں مسماۃ حکم دیوی ساکن موضع گھرتل زوجہ نند گوپال مدعی بنام گنپت رائے مدعا علیہ ساکن سیالکوٹ دعوی ایک ہزار چار سو روپے کا ہے کہ گنپت رائے نے مجھ سے فعل شنیعہ کیا تھا اور حمل جبراً ساقط کرادیا تھا۔ مسماۃ مذکور کو ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ دیکھنے آئے اور پروانہ تحصیلدار گنپت رائے ساکن گھرتل والد بزرگوار مہتمم چشمۂ فیض سیالکوٹ کو معرفت تھانہ داران اور جمعدار متعلقہ ضلع کے پہنچا"

اگر یہ واقعہ صحیح نہیں ہے اور منشی ہرسکھ رائے نے مہتمم چشمۂ فیض کو ذلیل کرانے کے لئے یہ دعوی دائر کرایا تھا تو یقیناً بہت دلچسپ اور سفاکانہ جوابی حملہ ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس مقدمہ کے بعد آپس میں ضرور صلح وصفائی اور دوستی ہو گئی ہوگی اور مہتمم چشمۂ فیض کو کوہ نور کی بزرگی

کا سکہ ماننا پڑا ہوگا۔

دہلی اب بھی سیاست کا مرکز ہے اور غدر سے قبل کیا ہمیشہ سے مرکز رہا ہے چنانچہ دہلی کی خبریں لوگ بڑی دلچسپی سے پڑھتے تھے اور خاص طور پر قلعۂ معلی کے حالات سے باخبر رہنے کے لئے بہت بے تاب رہتے تھے مغلیہ خاندان کی تباہی کا وقت ہے اس زمانہ کی خبریں اچھی ملنی ناممکنات میں سے ہے قلعہ کی ایک بیگم صاحبہ کی زیادتی غریب کنیز پر ۶ مارچ ۱۸۵۵ء کا اخبار بیان کرتا ہے :-

خبر دہلی :- ایک واردات عظیم قتل سنگین کی قلعہ معلی دہلی میں وقوع میں آئی یعنی ایک بیگم صاحبہ نے کسی کنیز خورد سال کو ہلاک کیا صاحب خبر لکھتے ہیں کہ اس واردات کی تفصیل بڑی حیرت افزا ہے مگر اس قدر معلوم ہوا کہ بیگم صاحبہ اس کنیز سے کسی باعث بہت خفا ہوگئیں اور بعالم غضب ایک سلاخ آہنی گرم کرا کر اس کے جسم میں گھوسیڑ دی اور اسکو نہایت بے رحمی سے مارا بعد اس کے ایک چادر میں اس کے جسم کو لپٹوا کر گھر سے باہر پھنکوا دیا کہ اس حالت میں سسکتی ہوئی کنیز مذکور پائی گئی۔ صرف اظہار لینے تک زندہ رہی۔ بعد ازاں مرگئی اب مقدمۂ دہلی کی اجنٹی میں ہے روبکاری اور صاحب اجنٹ گورنر جنرل نے گورنمنٹ کو رپورٹ کی ہے سابق میں جو سزا ایک شہزادہ کو بعلت قتل اپنی زوجہ کے ملی تھی اس کو شاید اہل قلعہ بھول گئے۔

ایک طرف تو اپنوں کی طرف سے اس قسم کی بہیمانہ زیادتی ہورہی تھی۔ دوسری

طرف عیسائی مشنری اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہندوستانیوں کے ایمان و
اور مذہب پر ڈاکے ڈال رہے تھے اور ہندوستانیوں کو روز بروز
اپنا مذہب چھوڑنے اور عیسائی بننے پر مجبور کر رہے تھے۔ ۱۲ر
جولائی ۱۸۵۱ء کا کوہ نور رقمطراز ہے۔

"خبر کلکتہ:" جب کہ ہنود کلکتہ جور پادریان فریب سے بجان
آئے اور نوبت فریاد بزرگوں تک پہنچی یعنی ظاہر ہوا کہ اسکول
کلاں موضع بھوانی پور میں اکثر ہنودوں نے تحصیل علم انگریزی
کی اور نصرانی ہو گئے اور اس طرح موضع بھالا میں بھی علی ہذا
القیاس چند کس نصرانی ہو گئے۔ بزرگان وجتہدان ہنودنے
ان میں سے کنارہ کشی واجب سمجھ کر متقرر محفل مشورت تصرف
زرخاص تجویزا حداث مدارس انگریزی کی چنانچہ چند اصحاب
نامورنے صاحبان دولت وہمت میں سے ایک اشتہار تجویز
مذکور کا چھپوا کر مشتہر کیا ہے اور راجہ رادھا کا مودنت بہادر
اور راجہ کالی اور بابو اسونا صاحب نے اپنے دستخطوں سے اشتہار
دیا ہے کہ ہندوؤں میں کوئی شخص پادریان مذکور میں نہ
جاویگا اور ایمان سب کا فضل الہٰی سے قائم اور سالم رہے گا
کیونکہ بجز تعلیم علم کے ان کے اسکولوں میں تلقین مذہب نہیں
ہوگی۔"

غدر ۱۸۵۷ء کا سماں دیکھنا ہو اور ان دکھوں اور تکلیفوں کی یاد تازی
کرنی ہو اور دشمنوں کی فتح پر اپنے ہم وطن انسانوں اور اخباروں کو خوش
ہوتا دیکھنا ہو تو کوہ نور کے اس زمانے کے تاریخی اوراق میں یہ سب کچھ ملے گا

آپ کو مل جائے گا۔

۱۴ ستمبر کا دن دہلی والوں کے لئے معمولی دن نہ تھا آزادی کی سانس کی آخری گھڑیاں تھیں جن پر کچھ سہارا تھا کہ غلامی کی لعنت اور مصیبت میں نہیں پھنسیں گے اور اس سے نجات مل جائے گی، وہ بھی سہارا اس دن ٹوٹ گیا، وہ قلم اور وہ زبان اور وہ دل جو کبھی غلامی پر خوش ہونے والا نہ تھا اس قلم اور زبان نے کوہ نور کو جو کہ ہند کا سپوت تھا۔ جو ہندوستان ہی میں پلا اور بڑھا یہ لکھنے پر مجبور ہوا "مژدۂ فتح دہلی" یہ عنوان ۱۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کے کوہ نور کے ضمیمہ کا تھا، اس دن دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا، دہلی والوں کی گردنوں میں غلامی کے طوق ڈال دئے گئے تھے" وہ مژدہ سنیئے"!

"مورچہ بری پر دلیران انگریز نے کل شام کو حملہ کر کے ۴ ضرب توپ اور ایک بم بلا کسی نقصان کے بغیر اپنے قبضے میں کر لیں اور آج صبح کو لاہوری دروازہ قبضہ میں آ گیا اجمیری دروازہ اور مورچال بیرونی سے اب گولہ نہیں چلتا مفسدین ان جملہ مقامات کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور سپاہ گان سرکاری قبضہ کرنے کے واسطے چلے جاتے ہیں ..... اور مفسدین نے آج صبح کو اپنے کیمپ کا میگزین بھی اڑا دیا۔ آمد و رفت ہماری آج چاندنی چوک میں جاری ہو جائے گی ..... اور شاہ دہلی اور اس کے خاندان کا کچھ پتہ نہیں ....!

پھر ۸ بجے صبح اجمیری دروازہ اور دیگر مورچال پر سرکاری قبضہ ہو گیا ... اور لال محل (لال قلعہ) میں داخل

ہونے کی تیاری ہے۔ دوپہر کے وقت لال محل جامع مسجد و اجمیری دروازہ پر سرکاری تسلط ہو گیا۔ بعد اس کے دو بجے دن کے جزائی کو سلیم گڈھ و پل پر سرکار کا قبضہ ہو گیا۔ تھوڑے عرصہ میں دروازہ ترکمان تک کل شہر دہلی و دیگر مورچال پر تسلط کامل ہو جائے گا۔ پھر ۵ بجے شام کے یہ خوشخبری آئی کہ معرکہ دہلی تمام ہوا۔ تمام شہر دہلی اور محل بادشاہی اور سلیم گڈھ اور پل وغیرہ پر "شجاعات سرکار" کا بالکل تسلط ہو گیا....

سنا جاتا ہے کہ شاہ دہلی مع عیال و اطفال ایک گاؤں میں جو شہر سے قطب صاحب کی سمت چار میل کے فاصلے پر ہے۔ چلے گئے ہیں"

۲۶ جنوری ۱۸۵۸ء کا اخبار خبر دیتا ہے۔

"مسٹر سی ٹی لباس صاحب نے دہلی میں پہنچ کر چارج عہدۂ جج کا لے لیا" دوکان داروں وغیرہ کے نام پروانہ جاری کئے ہیں کہ وے شہر میں آکر سکونت اختیار کریں جس شخص کو شہر میں رہنے کی اجازت ملے گی" بعوض کچھ روپے کے ایک ٹکٹ ملے گا۔ اگر کسی شخص کے پاس چار دن کے بعد ٹکٹ ملے گا تو وہ شہر سے خارج کیا جائے گا"

۹ مارچ ۱۸۵۸ء کے اخبار میں دہلی میں دوبارہ آباد ہونے کی خبر ان الفاظ میں چھپی ہے۔

" کارسپانڈنٹ دہلی نے یکم مارچ کے خط میں یہ لکھا ہے کہ شہر دہلی میں اہل ہنود لیتے جاتے ہیں اور خال خال مسلمان

بھی آباد ہوئے ہیں جن کی نسبت "احکام خاص" ہوئے ہیں ۔ چاندنی
چوک اور دریبہ میں کچھ رونق ہو گئی ہے ۔ شہر میں تھانجات بھی
بجز کوتوالی ابھی قائم نہیں ہوئے بلکہ تمام شہر میں ابھی چوکیدار
بھی مقرر نہیں ہوئے ۔ مگر تھانجات بیرونی قائم ہو گئے ہیں ۔ باغ
شاہی واقعہ چاندنی چوک کی تیاری بنام نہاد باغ کمپنی ہونی ہے
بادشاہ کی نسبت ابھی حکم آخر نہیں ہوا ۔ مقدمہ زیر تجویز ہے ۔
شہر کی آمد و رفت ساکنان دہلی بلا حصول پاس حاکم کے نہیں
ہوتی ..... کہتے ہیں کہ شہر کے اندر سڑکیں نکلیں گی اور
شہر کی فصیل منہدم ہو گی"

۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء کا اخبار یہ لکھتا ہے :-

لکھنؤ میں اشتہار جاری ہوا ہے کہ جو لوگ باہر چلے گئے ہیں تین
دن کے اندر واپس آ کر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں اور
دوکانیں کھول لیں ورنہ باغی تصور کئے جائیں گے اور ان کے
گھر اور دوکانیں لوٹ لی جائیں گی"

ایک طرف یہ حالت ہے دوسری طرف لاہور کے نور احمد چشتی "میلہ چراغان"
احباب کے ساتھ منا رہے ہیں اور فی البدیہہ اشعار فرما رہے ہیں ۔ ۲۳
فروری ۱۸۵۸ء کے اخبار میں یہ غزل درج ہے ۔

وہ جو پہلو سے اٹھے درد دل ایسا اُٹھا
ضبط کی تاب نہ باقی رہی چلا اُٹھا

حالت عشق مری دیکھ کے وہ ہنستا تھا
کیوں رے ہاں اب تو بتا شور یہ کیسا اٹھا

اس کی الفت سے بھلا فائدہ کیا نکلا ہے
نام بدنام ہوا مفت میں بیبا اٹھا
عشق کی رمز وکنایہ کی سمجھ میں یارو
مجنوں مشہور تھا پر حشتی بھی ویسا نکلا

دہلی والے کبھی غافل نہیں رہے جب انہوں نے موقع و محل دیکھا غلامی کے خلاف آواز اٹھانے اور مظاہرے کرنے کی ٹھان لی ۱۸۵۶ء کی بات ہے شہزادہ ویلز دہلی میں آئے۔ جب جامع مسجد کی سیر کو گئے تو اس کو متنبہ کیا گیا کہ دہلی والے سوئے ہوئے یا مردہ نہیں ہیں۔ ۲۶ر جنوری ۱۸۵۶ء کا کوہ نور اسی تنبیہ کا ذکر کرتا ہے۔

"۲۶ جنوری جس وقت شاہزادہ صاحب دہلی کی جامع مسجد کی سیر کو گئے تھے مسجد مذکور کی ڈیوڑھی کے ایک گوشہ میں ایک پستول پانچ نال کا پانچ گولیوں سے بھرا ہوا پڑا ملا تھا جس کا مالک اب تک کوئی نہیں ملا۔ اس سانحہ کو معلوم کرکے غالباً ہر شخص کو دہلی کی نسبت یہ خیال گذرے گا کہ اس شہر میں پھر جو نحوست کا ستارہ ایک مدت سے آیا ہوا ہے ابھی بدستور جاری ہے۔ اس واسطے کہ ایسے نیک وقت میں ایسی بد حرکت ظاہر ہوئی تو اسی شہر میں ظاہر ہوئی اور وہ بھی جامع مسجد میں۔"

۷ر نومبر ۱۸۵۲ء کی اشاعت میں کوہ نور کی تعریف میں میر انوار حسین خمار رطب اللسان ہیں اور تاریخ اخبار فرماتے ہیں

ہوگیا جب سے مرتب کوہ نور | مطلع الانوار یہ لاہور ہے
چار دانگ ہند اور پنجاب میں | صادق الاخبار یہ مشہور ہے

یوسفِ معنیٔ رنگیں اے عزیز ۔۔۔ پردۂ الفاظ میں مشہور ہے
سطر اس کی رشکِ ابروئے پری ۔۔۔ نقطہ اس کا خالِ روئے حور ہے
اس کے اخبار و عبارات صحیح ۔۔۔ اہلِ دانش کو صدا منظور ہے
مہتمم اس کا وہ ہر سکھ رائے ہے ۔۔۔ جو کہ عندالناس بس مشکور ہے
مصرعہ تاریخ اس کا اے ہما ۔۔۔ گر تجھے لکھنا لیا منظور ہے
یوں سرِ ہمت سے بے شک کر رقم ۔۔۔ مطلع الاخبار کوہِ نور ہے

حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ اخبار اپنے زمانہ کے اخباروں میں [۱۸۵۰] مقبول اور کثیر الاشاعت تھا۔ دتاسی لکھتا ہے :۔

۱۸۵۰ء میں اخباروں اور رسالوں میں سب سے زیادہ مقبول اور کثیر الاشاعت اخبار لاہور کا کوہِ نور تھا لیکن اس کے خریداروں کی تعداد ۳۴۹ سے زیادہ نہیں تھی"

معاصر کسی کو بخشتے نہیں ہیں ان کو عیب اور برائی نکالے بغیر چین نہیں آتا ۔ اخبار انجمن پنجاب لاہور ۱۱ر فروری ۱۸۷۶ء کے پرچہ میں اس اخبار پر تنقید فرماتے ہیں۔

کوہ نور گو زبان پر غلطیوں کی کبھی پرواہ نہیں رہی اور اب تو غلط نویسی کا یہ حال ہے کہ جو طالب علم اس کو پڑھے گا اردو بھول جائیگا قطع نظر اس کے اخبار کے نامہ نگاروں کا دائرہ وسیع ہے اور اسی وجہ سے خبروں کا انتخاب بہت اچھا ہوتا ہے اخبار کے مالک منشی ہر سکھ رائے کو اپنے کام کا بڑا تجربہ ہو گیا اس کے مضامین بہت کارآمد ہوتے ہیں، طرز بیان کی بات دوسری ہے"

نصرت الاخبار دہلی کا بھی تنقیدی طرز ملاحظہ ہو۔ یکم اگست ۱۸۷۶ء کے اخبار میں لکھتے

ہیں۔

"کوہِ نور اسم با مسمیٰ ہے جو اس کا وصف لکھے بجا ہے۔ کیا معنے اگر نظر میں نور نہو تو دیدۂ بے نور کہلائے اور آفتاب نور جہاں تابی سے رہ جائے اس میں مضامین اور خبریں دونوں معقول ہوتی ہیں۔
حق تعالے رونق بخشے آخر یہ انہ کوہ نور ہے جس کا معدن لاہور رہے"

کوہ نور ۱۸۵۱ء میں حوالے کے طور پر اخباروں کے یہ نام آئے ہیں۔

(۱) اخبار ہرکارہ کلکتہ (۲) مراۃ الاخبار کلکتہ (۳) مرآۃ الخیال کلکتہ۔ (۴) انجمن آرا کلکتہ (۵) مجمع الاخبار بمبئی (۶) دہلی اردو اخبار دہلی (۷) قران السعدین دہلی (۸) عمدۃ الاخبار دہلی (۹) دہلی گزٹ (۱۰) اخبار الحقائق آگرہ (۱۱) زبدۃ الاخبار آگرہ (۱۲) باغ وبہار بنارس (۱۳) بنارس گزٹ بنارس (۱۴) جام جہاں نما میرٹھ (۱۵) عمدۃ الاخبار بریلی (۱۶) ریاض الاخبار سیالکوٹ (۱۷) دریائے نور لاہور (۱۸) شملہ اخبار شملہ۔

۱۸۵۵ء کے پرچوں میں ان اخباروں کا بھی ذکر ملتا ہے:۔ اور ان پرچوں کے مہتمم کی پریس لائن یہ ہے:۔

"مطبع کوہ نور لاہور میں منشی غلام محمد پرنٹر کے اہتمام سے چھپا"

(۱) ریاض نور ملتان (۲) شعاع الشمس ملتان (۳) لاہور گزٹ (۴) مطبع الانوار گجرات (۵) مرتضائی پشاور (۶) قادری گورداسپور۔

کوہ نور کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ وہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہندو مسلمان عیسائیوں کے ایڈیٹروں کے ہاتھوں میں رہا۔ مولانا نادر علی شاہ سیفی، تاج الدین، منشی نولکشور، مرزا موحد، منشی نثار علی شہرت منشی لال سنگھ، مولوی سیف الحق ادیب، مولوی عبداللہ، مولوی محمد دین

ذوق اور منشی محرم علی چشتی اس کی ادارت کی ذمہ داریاں سنبھال چکے ہیں۔

مولوی نادر علی شاہ سیفی، منشی نثار علی اور مولوی سیف الحق ادیب دہلوی کے حالات زندگی ملاحظہ ہوں۔ بقایا حضرات کے حالات ان کے اپنے اخبارات کے تحت درج کئے جائیں گے۔

سید نادر علی سیفی پہلے آپ ضلع سکول ہوشیارپور میں مدرس رہے۔ کوہ نور کے بعد آپ کا پٹیالہ اخبار سے تعلق ہو گیا۔ پنجاب کی ابتدائی اخبار نویسی کے زمانہ میں مشہور اہل قلم اور کامیاب مضمون نگار تھے۔ عربی فارسی خوب جانتے تھے شعر بھی کہتے تھے۔ تین شعر آپ کے دستیاب ہو سکے حسب ذیل ہیں [لہ]

اثر تو اتنا ہو تیری نگاہ مست میں شوخ — کہ میرے اشک سے ہو آہ آتشیں پیدا
ازل سے صاحب اقبال ہوں میں اے سیفی — ہزار جبیں ہیں بفیض خط جبیں پیدا
مستیٔ شوق میں ہر سرو کو جانا ساقی — سایۂ ابر میں ہر پھول کو مینا سمجھے

مولوی سیف الحق ادیب مولانا صاحب شاہ عبد الحق محدث دہلوی کے خاندان کے چشم و چراغ تھے، دو سو سوا دو سو برس گذرے جب شاہ صاحب بخارا سے دہلی تشریف لائے اور علم حدیث کے نور سے ہندوستان کو منور کیا۔ شاہ صاحب کا مزار قطب صاحب (مہرولی) میں کنارۂ حوض شمسی پر ہے۔

مولانا کے دادا مفتی محمد اکرام الدین خاں بہادر صدر امین (سب جج) دہلی تھے جن کے نام پر دہلی دروازہ کے قریب پھاٹک مفتی والاں کا ایک

لہ خم خانہ جاوید۔ چہارم ص ۴۰

محلہ ہے جس میں ۱۹۴۷ء کے فسادات سے قبل تک اکثر مفتی صاحب کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ مولانا کے والد مولوی احسان الحق صاحب تھے جن کے دو صاحبزادے تھے مولوی انوار الحق اور مولانا سیف الحق ادیب۔ مولوی انوار الحق کی زندگی بھی کتب بینی اور یاد الہٰی میں گذری نہایت منکسر المزاج فقیر دوست شہر کے رئیسوں میں تھے۔ آپ مدت دراز تک میر منشی گورنر پنجاب کے رہے اس کے بعد بھرتپور کے سرکاری وکیل مقرر ہوئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی [۱]

آپ نے ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء جمعرات کو انتقال فرمایا اور جمعۃ الوداع کو جامع مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی [۲]

اس خاندان کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا کوئی بھی فرد مائل نہیں ہوا

مولانا سیف الحق ۱۸۴۲ء میں سی چانک مفتی والان (دہلی) میں پیدا ہوئے والد ماجد سے ابتدائی تعلیم پائی اور سرکاری مدرسہ میں معمولی عربی فارسی اور برائے نام انگریزی کی تعلیم حاصل کی، مڈل کا امتحان دیا۔ انتہائی ذہین اور فہیم تھے اسی معمولی تعلیم سے ان میں اتنی قابلیت پیدا ہو گئی کہ اچھے اچھوں سے ٹکر لینے لگے اور بچپنے میں ہی قابل رشک علمیت و لیاقت کے مالک بن گئے۔ شعر کہنے کا شوق تھا۔ شروع میں مرزا یوسف علی خاں عزیز سے جو کہ مرزا غالب کے شاگرد تھے اصلاح لی اور کئی برس تک ان کی طرز پر کہتے رہے ایک مرتبہ کسی مشاعرے میں غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے

لے جاؤ میرے سینے سے ناوک نکال کے
پر دل نکل نہ آئے کہیں دیکھ بھال کے

اس وقت مرزا غالب بھی موجود تھے پاس بلا کر پیار کیا اور فرمایا :۔ میاں

---

[۱] یادگار دہلی ص ۱۰۸ [۲] واقعات دار الحکومت دوئم ص ۱۰۵

سیکھو ہمارے پاس آیا کرو۔ آج سے ہم تمہیں بتائیں گے" مرزا غالب کی توجہ سے
رنگ ہی بدل گیا۔ فکر معاش میں کچھ دن عدالت مصنفی میں نائب ناظر ہوئے
لیکن آزادانہ طبیعت نے اس غلامی کو برداشت نہیں کیا اور آزادانہ خیال
آرائی کے لئے میوگزٹ ایک پرچہ نکالا بہت مقبول ہوا۔ اس میں شعراء کے
کلام اور شاعرانہ مضامین شائع ہوتے تھے۔ پرچہ بند ہونے کے بعد مختلف
اخباروں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے اسی اثنا میں انجمن قصور کے سکریٹری
مقرر ہوئے قصور سے انجمن کا رسالہ چلانے لگے۔ جب وہاں بھی اس آزاد منش کا
جی نہ لگا تو لاہور چلے آئے یہاں دلی کے ادیبوں کا جمگھٹا تھا وہ سب محکمۂ تعلیم
میں کام کرتے تھے۔ آپ بھی ان کے ساتھ کام کرنے لگے اور اسی محکمہ میں ملازم
ہوگئے "کوہ نور" کا جلوہ نظر آیا تو پھر اس کے اڈیٹر مقرر ہوئے۔ بڑے بڑے
ادیبوں اور مشہور اہل قلم حضرات سے تحریری معرکہ آرائی رہی۔ رفیق ہند
کے بعض مضامین سے متاثر ہو کر اس کے مقابلہ میں شفیق ہند کا پرچہ لاہور
سے جاری کیا جس کے دو ضمیمے "نسیم صبح اور شام وصال" بھی نکلے تھے۔ ان
پرچوں کا ایک ایک فقرہ شوخی سے بھرا ہوا اور مذاق میں ڈوبا ہوتا تھا جس
سے ان کی قابلیت کا ڈنکا بج گیا تھا اور پنجاب کے نامور لیڈروں نے ان کی
ذہانت و فراست کا لوہا مان لیا تھا۔ آپ بلا کے جدت پسند تھے۔ جو سوجھتی
تھی غضب کی سوجھتی تھی۔ غالب کی شاگردی نے آپ کے کلام میں ایک عجیب
شان پیدا کردی تھی۔ مومن و غالب کے رنگ کو سمو کر ایک نیا دلچسپ اور پسندیدہ
طرز اختیار کیا جس میں فصاحت و بلاغت شوکت لفظی اور نازک خیالی سب اپنی اپنی
جگہ جداگانہ شان دکھاتی تھی، اردو فارسی کا کلام نہایت بلند پایہ ہے۔ مگر ان
کی بے توجہی کی وجہ سے بہت سا حصہ تلف ہو گیا اور جو کچھ بچ رہا وہ بھی نایاب

ہے تاریخ گوئی میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ بات بات میں مادۂ تاریخ نکالتے تھے۔ اکثر تاریخی فقرے بولتے تھے۔ ہزاروں قطعات سینکڑوں عرضیاں اور خطوط تاریخی تھے جن کے ہر دلکش فقرے سے سن وسال نکلتا تھا چنانچہ نظام دکن کی پیدائش پران کے تاریخی نام تصیدے اور قطعے اتنے موزوں ومناسب لکھے کہ دھوم مچ گئی۔

ان کی تاریخ گوئی کا ایک دلچسپ قصہ یہ ہے کہ ۱۳۰۲ھ میں ان کے بھائی مولوی انوار الحق نے اپنی بیٹی کی شادی کی وقت وداع جہیز کے سامان کی فہرست لکھنے کا کام ان کے سپرد ہوا، چنانچہ فہرست بڑی تھی مع عنوان بقید نام جنس۔ تمام دکمال تاریخی تھی۔ ہر شے کے ساتھ ایسے موزوں اور مناسب الفاظ ملائے تھے کہ ہر جملے سے تاریخ نکلتی تھی۔

مختلف جلسوں اور قومی کانفرنسوں میں تقریر بھی کیا کرتے تھے۔ دہلی سوسائٹی کے ممبر بھی تھے جس کو دہلی کے مشہور ادیبوں اور ذمہ دار انگریزی افسران نے بنایا تھا۔

مولانا کی چار دانگ شہرت کی وجہ سے نظام حیدرآباد نے ساڑھے چار سو روپے ماہانہ پر گورمنٹ رپورٹری کی خدمت پر مامور کیا۔

چھیڑ خانی اور نوک جھوک کی عادت ایسی تھی کہ کسی کو بخشتے نہیں تھے۔ امیر ارشد دہلوی، مرزا داغ، مولانا راسخ، مولانا شوکت اور احسن مارہروی سے مزیدار چھیڑیں چونچیں ہوتی رہتی تھیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالرحمن راسخ ساکن بنت نے غالب کی طرز میں غزل کہی جس کے مقطع میں غالب کی ہم سری کا دعویٰ کیا اور منہ آئے

سے

کہیں چھپ چھپ کے مے پیتے ہیں شاید حضرت راسخ
ترے اشعار بھی غالب کی ٹکر ہوتے جاتے ہیں

پھر کیا تھا ادیب نے میاں ملنگ سبزی فروش سے اسی زمین میں غزل پڑھوائی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

عجب چھم چھم کا مضموں ہے کہیں لیس اپنے دعوے میں
سبت والے بھی اب غالب کی ٹکر ہوتے جاتے ہیں

مولانا سیف الحق مرحوم خوبرو خوش وضع۔ رنگین طبع۔ نازک خیال۔ خوش تقریر، خوش تحریر آدمی تھے۔ خوشنویسی میں بھی اچھا ملکہ تھا۔

آپ کو دق کا مرض لگ گیا تھا اور اسی کے نذر ہوئے۔ لیکن باہمت انسان تھے۔ وقت نزع دم نکلتے بھی ہوش حواس درست تھے۔ نویں محرم کو انتقال سے چند گھنٹے پہلے جس وقت تعزیے گشت کرتے ہوئے بہرام خاں کے قریب پہنچے تو ماتمی تاشے کی آواز سن کر آپ نے ایک عزیز کو اپنے پاس بلایا اور یہ رباعی لکھوا کر فرمایا کہ اسے تعزیہ پر لٹکا آؤ۔ یہ وہ رباعی ہے جسے اس طوطی شکرستان سخن کی آخری نغمہ سنجی کہنا ناموزوں نہیں ہے ؎

بیمار ہوں ناتوان ہوں ازار ہوں میں
وقف غم و درد و رنج و آزار ہوں میں
اے سبط رسول راکب دوش نبی
کچھ عقدہ کشائی کیجئے نا چار ہوں میں

بقول صاحب خم خانہ جاوید "آخر کار یہ علوم ایشیائی کا زبردست ادیب و ماہر جو فن عروض میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا ۴۵ برس کی عمر میں جوان ۱۸۹۱ء میں بمقام دہلی فوت ہو گیا[۱] منتخب کلام حاضر کیا جاتا ہے

---

[۱] خم خانہ جاوید اول ص ۲۵۶

سب کچھ ادیب عشق نے جی سے بھلا دیا
جانا کہاں ہے اور تھے آئے کہاں سے ہم

گر چشم و دل کی خیر خدا سے طلب ادیب
لپکا برا پڑا ہے تجھے انتظار کا

چشمِ آئینہ سے بچنا کہ نہ مجھ سے بن جاؤ
آج کل شوق تو ہے تم کو خود آرائی کا

یاں شکایت ہی تو ہے اپنے ہی دل کی ظالم
تجھ سے کچھ شکوہ نہیں ہے تری غمخواری کا

رکھے عدو نے پھول سر تربت ادیب
کیا شمع زیست کرکے وہ گل خار ہو گیا

غیر تک پوچھتے ہیں ہو گئی حالت کیسی
ڈال دی آپ نے ہم پر یہ مصیبت کیسی

روز رہتی ہے یہ پامالی تربت کیسی
خاک میں مل گئے جب ہم تو کدورت کیسی

کہہ دیا اس نے کہ اب یہ بھی نہ دیکھو گے کبھی
جب کہا میں نے کہ منہ دیکھے کی الفت کیسی

غیر سے چار گھڑی کو بھی جدا ہو تو کہوں
کہ گزرتی ہے کسی کی شب فرقت کیسی

جان جائیں گے یہ سب آپ کے مر بعد ادیب
علم کیا چیز ہے ہوتی ہے لیاقت کیسی

قیامت بھی مشتاق ٹھہری ہوئی ہے
وہ کب دیکھیے خوش خرامی کرینگے

نزاکت لب یار کی کہہ رہی ہے
کسی سے نہ ہم ہم کلامی کرینگے

اب کیا عوض میں تو بھی لوگے کسی کی جاں
بندہ نواز کہہ چکا میں خطا ہوئی

ہو جان پر جو ایک مصیبت تو رو دیئے
دل بھی ملا یہاں تو تیرے اختیار کا

آئے تھے جب تو لائے تھے کیا ساتھ واں سے ہم
ارمان و یاس لیکے چلے ہیں یہاں سے ہم

نگہِ ناز سے جب دیکھتے ہو تم مجھ کو ۔۔۔ ستم تازہ کا ہوتا ہے توہم مجھ کو
بے مہری طرح سے الطاف کی اس پر بھی نظر ۔۔۔ حال پر غیر کے آتا ہے ترحم مجھ کو
رہا اگر یہی بُت پرستی کا عالم ۔۔۔ تخلص ادیب اپنا رامی کرینگے

منشی نثار علی شہرت

آپ دہلی کے رہنے والے تھے محکمہ تعلیم ریاست جموں اور کشمیر کے آفیسر تھے آپکے والد منشی حسین علی فرحت شاہ نصیر مرحوم کے شاگرد تھے۔ شہرت نے پہلے اپنے والد سے شاعری میں اصلاح لی پھر حکیم مولا بخش قلق کے شاگرد ہوئے۔ کوہ نور کے علاوہ اخبار انجمن پنجاب۔ پنجاب پنچ، اور خیر خواہ عالم دہلی وغیرہ کے بھی ایڈیٹر رہے۔ جے پور اور میرٹھ میں بھی ملازمت کی۔ باوجود پیرانہ سالی قلم کو ہاتھ سے نہیں رکھا تھا کئی سال تک لاہور میں مضمون نگاری کرتے رہے دیسی ریاستوں کے معاملات پر خامہ فرسائی کا ملکہ تھا سنہ ۱۹۲۰ء کے قریب لاہور میں انتقال کیا نمونۂ کلام یہ ہے [1]

رکھ دیا مثلِ تبرک طاق میں کیوں دے مجھی دے
ساقیا کیا جام ہے زاہد کا ایماں ہو گیا

کیا کان میں کہا کہ وہ مجھ سے بدل گیا
افسوس ہے کہ جوڑ رقیبوں کا چل گیا
یہ ہے لحاظ تیرا مجھے کوچۂ غیر میں ۔۔۔ آنکھوں کے بل گیا میں کبھی سر کے بل گیا

یہ جنت ایک پائیں باغ ہے اُس گل کے ایواں کا
جہنم اک شرارہ ہے ہمارے داغ سوزاں کا
فنا ہوتے ہی پہنچا ایک منزل اس سے بھی آگے
پتہ کوئی بتاتا ہی نہ تھا عمر گریزاں کا

---

[1] خمخانہ جاوید ص ۲۰۳

ہیں اس میں داغ لیکن ہیں ستارے اس میں نورافشاں
کہاں ہے ماہ میں عالم ترے ماتھے کی افشاں کا
ہوگئی سرخی نمایاں دیدۂ مخمور میں آتش سیال آئی ساغر بلور میں

گلزارِ پنجاب یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں گوجرانوالہ سے نکلا تھا۔ ہفتہ وار تھا اور ۷ ورق یعنی چودہ صفحات پر مشتمل تھا اس کے مہتمم منشی کنڈامل صاحب تھے[۱]

مرزائی چھتہ موم گراں دہلی سے یہ اخبار ۱۸۵۰ء میں شایع ہوا۔ اس کے مالک حافظ منیر خاں صاحب مرحوم تھے اور مہتمم عنایت علی اور کاتب محمد نور شاہ تھے۔

خورشید عالم مولانا باری کی تالیف "کمپنی کی حکومت" میں تحریر ہے "۱۸۵۰ء میں ہرسکھ رائے نے کوہ نور جاری کیا، اسی سال سیالکوٹ سے خورشید عالم اور گوجرانوالہ سے گلزارِ پنجاب بھی جاری ہوئے۔"

۱۸۵۰ء میں گلزارِ پنجاب گوجرانوالہ سے شایع ہونے کی تصدیق "اختر شہنشاہی" کتاب سے ہوتی ہے لیکن خورشید عالم کا سنہ اجرا، اس کتاب میں یکم جولائی ۱۸۵۲ء لکھا ہے[۲] اور مولانا احسن مارہروی اپنی کتاب "تاریخ نثر اردو" میں اس اخبار کے جاری ہونا ۱۸۵۶ء لکھتے ہیں۔ دتاسی بھی اپنے خطبہ میں اس اخبار کا ذکر کرتا ہے لکھتا ہے۔

دسمبر ۱۸۶۵ء میں سیالکوٹ سے ایک اور جدید ہندوستانی رسالہ جاری ہوا ہے جس کا نام خیر خواہ پنجاب ہے۔ اس اخبار کے ایڈیٹر منشی دیوان چند ہیں۔ جو ۱۸۵۰ء میں سوزش

---

[۱] اختر شہنشاہی [۲] ایضاً ص ۱۰۶

عظیم سے قبل تین اخبار شایع کرتے تھے۔ میری مراد چشمۂ فیض، خورشید عالم اور اخبار پنجاب سے ہے۔"

دناسی کی عبارت سے خورشید عالم کے جاری ہونے کا سنہ ظاہر نہیں ہوتا۔ ان تینوں مختلف سنوں کا فیصلہ ہونا مشکل ہے جب تک کہ کوئی جامع اور مستند ثبوت نہ مل جائے۔

خورشید عالم ہفتہ وار تھا۔ ۶ ورق یعنی بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ ہر سہ شنبہ کو نکلتا تھا سالانہ چندہ بارہ روپے تھا اور مطبع چشمۂ فیض میں چھپتا تھا

۱۶ مئی ۱۸۵۶ء کی اشاعت میں ایک قتل کے مقدمہ کا دلچسپ فیصلہ درج ہے جس کا عنوان ہے "سرکار مدعی بنام مان سنگھ وغیرہ جرم قتل" پہلے مقدمہ کی اصلیت وحقیقت سمجھ لیجئے:۔

ہزاری سنگھ و مید و خاں یہ دونوں شخص زمینداروں کی طرف سے زرلگان وصول کرنے پر مقرر ہو کر روپے اگانے میں سخت گیری کرتے تھے۔ اسی سبب سے لوگ ان کے دشمن ہوئے اور مدعا علیہوں نے خرمن پر جا کر ان کو شب کے وقت قتل کیا اور کئی گواہوں نے اظہار دیا کہ ہم نے مارتے ہوئے دیکھا اور قاتل مار کر کہتے جاتے تھے کہ آج اپنا مدعا پایا۔ مدعا علیہوں نے اپنی بے جرمی ظاہر کی اور ایک نے کہا زمیندار اور تحصیلدار نے جوتیاں مار مار کر گواہوں کے اظہار کرائے ہیں اور کسی نے فقط زمیندار کا نام لیا۔ صاحب سشن نے باتفاق رائے مجرموں کے سر جرم

ثابت کیا اور لکھا اگرچہ کئی شخص قتل میں شریک تھے۔ اور یہ بات تحقیق نہیں کی کہ کس کی تلوار نے مقتولوں کا کام تمام کیا لیکن ہماری دانست میں مجرموں کو سزائے قتل واجب ہے جیوری کی رائے کے بعد تین ججوں نے حسب ذیل فیصلے لکھے ہیں:۔

"رائے ہیرنگٹن صاحب حاکم صدر۔ بنظر شہادت گواہوں کے جرم ثابت۔ مگر بجائے قتل حبس میعاد مع مشقت یا بجلائے اور جلاء وطن کی سزا کافی ہے اس واسطے ایسے مقدمہ میں اتنے آدمیوں پر قصاص دینا ضابطہ عدالت نہیں اور کسی خاص ثبوت اس قابل نہیں کہ مانا ہی جائے"

رائے سگنیس صاحب حاکم صدر:۔ ہماری رائے میں شہادت نامعتبر ہے کیس طرح ہو سکتا ہے کہ رات میں تو مجرموں کو گواہوں نے پہچان لیا اور کسی نے مقتول کی مدد نہیں کی اور نہ یہ لکھوایا کہ فلاں دو شخص کو جس نے مارتے دیکھا اور پھر صاحب سشن جج کی عدالت میں اظہار دیا کہ دونوں تلوار کے پاس کھڑے تھے۔ اس طرح کئی اختلافات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکھائے ہوئے ہیں مگر کچھ بھول گئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب سشن جج نے تھانے اور عدالت کے اظہاروں کو مقابل نہیں کیا۔ ورنہ یہ نہ لکھتے کہ گواہوں کے اس طرح کے اظہار بیشتر بھی دئے ہیں اس لئے ہماری رائے ہیرنگٹن صاحب مخلف درباب رہائی مقیدین کے لئے ہے اس لئے یہ مقدمہ تیسرے حاکم کے اجلاس میں پیش ہو"

"رائے اسمٹ صاحب علاوہ اور مراتب کے کہ یہ چاروں نے
مارتے دیکھا تو شور و غل اس وقت کیوں نہیں کیا اور ان کو
چاہئے تھا کہ خود اس امر کی اطلاع دیتے نہ کہ اس وقت خاموش
بیٹھے رہے جبکہ تھانے میں ان کے اظہار لئے گئے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ کسی نے ان کو خبر کرنے سے منع کیا ہوگا اور اگر یہ
نہیں دیر کی باعث ان کی رائے پایۂ اعتبار سے ساقط ہے
غرضیکہ کئی وجوہات سے شہادت نامعتبر ہوئی اور بنگس صاحب
کی رائے سے در بابِ رہائی اتفاق کیا"[۱]

نور علیٰ نور ۱۸۵۱ء میں یہ اخبار لدھیانہ سے جاری ہوا جس کے ایڈیٹر
محمد حسین تھے۔ یہ اپنی نظم کی وجہ سے مشہور ہوئے جس میں
انہوں نے فطرت کی ان پیداواروں کو نظم کیا جن کا ذکر احادیث نبوی میں
آیا ہے یہ اخبار زیادہ عرصہ نہیں چلا ۱۸۵۵ء میں بند ہو گیا تھا۔ جس سال
یہ اخبار جاری ہوا تو کوہ نور نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ ۸ر جولائی ۱۸۵۱ء
کی اشاعت میں کیا ہے :۔

"مقام لدھیانہ میں ایک مطبع نور علیٰ نور قائم ہوا۔ پنجاب میں نور
برس رہا ہے یعنی کوہ نور سے لے کر دریائے نور، ریاض نور
باغ نور، نور علیٰ نور، پانچ نور تو ہو چکے .... نور علیٰ نور سے
بڑھ کر مہتمم صاحب لدھیانہ اپنے مطبع کا نام "خدا کا نور"
رکھیں فضل الٰہی سے وہ لازوال ہے اور سب میں برتر ہے"

---

[۱] خطبات دتاسی ص ۲۱ اختر شہنشاہی

فیضی یہ اخبار جنوری ۱۸۵۰ء میں لکھنؤ سے جاری ہوا جس کے مالک کپتان معقول الدولہ بہادر اور مہتمم خواجہ رحیم الدین صاحب لکھنوی تھے [۱]

جامِ جہاں نما یہ اخبار میرٹھ سے ۱۸۵۱ء میں شائع ہوتا تھا جس کا ذکر حوالے کے طور پر کوہ نور ۱۸۵۱ء کی جلد میں ہے دتاسی لکھتے ہیں کہ جام جہاں نما کا اس پیالہ کی طرف اشارہ ہے جس سے جمشید تمام دنیا کے واقعات جو گذرتے تھے معلوم کرلیتا تھا اس اخبار میں علاوہ معمولی خبروں کے سرکاری گزٹ اور ممالک مغربی وشمالی کی عدالت عالیہ (سپریم کورٹ) کے فیصلوں کے اقتباسات بھی درج ہوتے تھے اس کے ساتھ ایک ورق بطور ضمیمہ کے شائع ہوتا تھا جس میں فیضی کی مہابھارت کا فارسی ترجمہ شایع ہوتا تھا۔ یہ ضمیمہ اخبار کے خریداروں کو مفت دیا جاتا تھا

باغ و بہار یہ اخبار مہاراجہ بنارس کی سرپرستی ۱۸۵۱ء میں نکلتا تھا۔ مہاراجہ جدید ادب کے بڑے دلدادہ تھے اور بہت سی کتابیں انہوں نے چھپوائی تھیں اور خود بھی اردو ہندی کے شاعر تھے یہ اخبار بنارس سے نکلتا تھا

مفتاح الاخبار یہ اخبار بھی ۱۸۵۱ء میں میرٹھ سے شایع ہوتا تھا اس کے ایڈیٹر مولوی محبوب علی تھے جنھوں نے ہندوستانی لغت اللغات کا ضمیمہ بھی لکھا تھا جو لکھنؤ میں ۱۸۴۲ء میں طبع ہوا تھا بنارس ہرکارہ بھی ۱۸۵۱ء میں نکلا تھا جو عرصہ تک جاری رہا [۲]

---

[۱] خطبات دتاسی ص ... [۲] ایضاً ص ۳۲

محمدی سنہ ۱۸۵۲ء میں شاہ جہان آباد دہلی چھتہ موم گران نزد حبتلی قبر سے شایع ہوا اس کے مالک منیر خاں اور کاتب منشی پنڈت ہرکشن دہلوی تھے (اختر)

حنفی کوچہ رائمان نزد چاندنی چوک دہلی سے یہ اخبار یکم جنوری سنہ ۱۸۵۲ء کو جاری ہوا جس کے مالک شیخ کریم بخش اور مہتمم عبد الرشید دہلوی تھے اسی سال سنہ ۱۸۵۲ء میں حسب ذیل اخبارات بھی نکلتے تھے۔

قطب الاخبار یہ آگرہ سے جاری ہوا تھا جس میں مذہب اسلام کے متعلق بحثیں ہوئی تھیں۔ اس میں احادیث انبیا شہدا اور اولیائے کرام کے حالات شائع ہوتے تھے (ح)

زائرین ہند یہ مہینہ میں دو مرتبہ نکلتا تھا پندرہ روزہ رسالہ تھا۔ چھوٹی تقطیع آٹھ صفحوں پر چھپتا تھا۔ ہر صفحے میں دو کالم ہوتے تھے۔ علاوہ معمولی خبروں کے جو کسی قدر تفصیل سے لکھی جاتی تھیں اس میں مختلف قسم کے مضامین بھی ہوتے تھے۔ آگرہ سے اسی زمانہ میں یہ اخبار بھی نکلے تھے "مطبع الاخبار" جو شہر میں خوب بکتا تھا اور السحقائق ہفتہ میں دوبار شایع ہوتا تھا۔

معیار الشعراء یہ اخبار سنہ ۱۸۵۲ء میں آگرہ میں جاری ہوا تھا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں قدیم و جدید شعرا کا کلام بھی شایع ہوتا تھا جس کو قمرالدین قمر اور گلاب خاں ہفتے میں دوبار نکالتے تھے (خ)

جامع الاخبار یہ اخبار سفید دبیز کاغذ پر چھپتا تھا آٹھ صفحوں پر نکلتا تھا۔ ہر صفحے میں دو کالم ہوتے تھے اس کے

ناشر سید رحمت اللہ تھے۔ چندہ ماہانہ ایک روپیہ تھا اور ہرام جنگ کے باغ مدراس سے یہ اخبار ۱۸۵۲ء میں شایع ہوا تھا۔

ڈاکٹر زور کے ادارۂ ادبیات میں اس اخبار کے ۱۸۵۲ء کے پرچے میں موجود ہیں جس کا ذکر مسٹر قاسم کچن لال نے انڈین ریکارڈس کے اجلاس منعقدہ تیرلویندرم کے مقالہ میں کیا گیا تھا جس کا خلاصہ برہان دہلی اکتوبر ۱۹۳۳ء میں شایع ہوا ہے۔

اس اخبار میں مقامی مدارس کونسل کی خبروں کو بڑی نمایاں حیثیت دی جاتی تھی اس میں مدراس گورنمنٹ کے فوجداری اور دیوانی کے احکام بھی شایع ہوتے تھے اور بڑے بڑے حکام کی آمد و روانگی اور دوسرے اعلانات درج ہوتے تھے۔

میڈیکل کالج کلکتہ کے قیام کے لئے حکومت نے جب ڈھائی لاکھ روپیہ منظور کیا تھا تو اس اخبار کے افتتاحیہ میں اس کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ دوسری اہم خبر یہ تھی کہ ناظم بنگال نے سلطان البحر جہاز کی تعمیر مکمل کرلی ہے بیرون ممالک کی خبریں بھی ضرور ہوتی تھیں۔ روسی خطرہ کا تذکرہ خاص طور پر ہوتا تھا۔ مشرق وسطی کی خبریں بھی ہوتی تھیں لیکن خبروں کا زیادہ حصہ ہندوستانی ریاستوں مثلاً حیدرآباد، دارکوٹ، اندور کی نذر ہوتا تھا، اس اخبار کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ انگریزی اخبارات مثلاً ٹیلیگراف، فرینڈ آف انڈیا بمبئی گزٹ اور لاہور کرانیکل کی خبروں کے حوالے بھی ہوتے تھے۔۔

نور الابصار بدھی پرکاش

نور الابصار اردو میں اور بدھی پرکاش ہندی میں نکلتا تھا۔ یہ

ایک ہی پرچہ تھا ہندی اور اردو کے حصہ کے نام الگ الگ تھے یہ پرچہ محلہ جلال آباد الہ آباد سے یکم جنوری ۱۸۵۲ء میں جاری ہوا تھا۔ پندرہ روزہ آٹھ ورق پر نکلتا تھا۔ ہر شنبہ کو اس کی اشاعت ہوتی تھی۔ سالانہ چندہ چھ روپیہ تھا مالک منشی سدا سکھ اور مہتمم مولوی تفضل حسین اور کاتب فیض اللہ بیگ تھے ؎۱

اس پرچہ میں معلوماتی مضامین اور دلچسپ خبریں ہوتی تھیں۔ تاریخی جغرافیہ، زراعتی اور تعلیمی معلومات سے پرچہ پُر ہوتا تھا۔ اس اخبار کا طرز تحریر پاکیزہ نہیں تھا کیونکہ ان میں بڑے بڑے شاندار الفاظ اور استعارے استعمال نہیں کئے جاتے تھے اس کے ایڈیٹر انگریزی سے بھی واقف تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے ؎۲

ذوالفقار حیدری یہ اخبار لکھنؤ محلہ وزیر گنج سے نکلتا تھا۔ اس کے مالک حاجی حسن علی صاحب، اور مہتمم جعفر علی کربلائی تھے۔

نور الانوار یہ اخبار جولائی ۱۸۵۳ء کو آرہ ضلع شاہ آباد محلہ پھاٹک سادات سے شائع ہوا تھا۔ مالک سید محمد ہاشم بلگرامی اثنا عشری اور مہتمم سید خورشید احمد اثنا عشری تھے۔

آفتاب ہند ۱۸۵۳ء میں بنارس سے یہ پرچہ شائع ہوا۔ اس کے ایڈیٹر بابو گو بند رگھوناتھ تھے جو سکھوں کی تاریخ اور دوسری قابل قدر تصانیف کے مصنف تھے۔ یہ اخبار اپنے مخصوص طرز تحریر اور اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کی وجہ سے مشہور تھا۔ تعلیم الاخبار مدراس کے بارے

؎۱ اختر شہنشاہی ؎۲ خطبات دتاسی ص ۱۸۳

ہیں متفرقات۔ دتاسی میں دتاسی نے لکھا ہے ۱۸۵۳ء کے نمبر میری نظر سے گذرے ہیں۔

فتح الاخبار یہ اخبار بھی ۷ر اکتوبر ۱۸۵۳ء کو قصبہ کول ضلع علی گڈھ سے شایع ہوا تھا ہفتہ وار تھا۔ ۸ ورق پر سہ شنبہ کو نکلتا تھا۔ سالانہ چندہ آٹھ روپے تھا۔ مالک عثمان خاں مہتمم کرپاشنکر سکندرآبادی کاتب فداعلی بجوری والہ داد خاں تھے مطبع فتح الاخبار میں چھپتا تھا۔[1]

باوجود اپنے شاندار نام کے بہت سادہ اور سلیس زبان میں شایع ہوتا تھا۔ علاوہ خبروں کے اس میں آگرہ کی سرکاری خبروں کے انتخاب اور عدالتوں کے مقدموں کی کارروائی شائع ہوتی تھی (خ)

صادق الاخبار دہلی سے ۱۸۵۳ء سے نکلنا شروع ہوا جس کو مصطفےٰ خاں مصطفائی پریس کے مینجر نکالتے تھے یہ پریس پہلے لکھنؤ میں تھا۔ لیکن چند خاص وجوہ کی بنا پر یہ پریس وہاں بند کردیا گیا اس کے بعد مصطفےٰ خاں تھے اس کی دو نئی شاخیں ایک کانپور اور دوسری دہلی میں قائم کیں۔

نورِ مغربی ملنور مشرقی یہ دونوں اخبار بھی ۱۸۵۳ء دہلی سے جاری ہوئے ان دونوں کا ایک ہی مقصد تھا۔ ملک میں مفید معلومات کی اشاعت کی جائے اور بنی نوع انسان کے خیالات اور اصولوں سے باخبر کیا جائے۔ ناموں کی مناسبت سے پہلا مغربی اور دوسرا مشرقی خیالات کا اظہار کرتا ہے۔[2]

---

[1] اختر شہنشاہی ص ۹۸ [2] خطبات دتاسی

نور مشرقی مذہبی اعتبار سے خصوصاً شیعہ خیالات کا اور اس کا موئید و مبلغ تھا۔ یہ اخبار شیعہ حضرت چلاتے تھے اور سنیوں کے خیالات اور عقائد پر نکتہ چینی کرتا تھا۔

چنانچہ اس اخبار کی ایک اشاعت ۴ ۲ شعبان ۱۲۷۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۵۵ء روز جمعہ میں ایک سنی عالم مولوی حیدر صاحب کی ذات پر حملہ کیا ہے اس دور کے مولویانہ عبارت کا بھی اس اخبار کے اقتباس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"مولوی حیدر علی صاحب منتہی الکلام مباہلہ سے بمقابلہ خلاصۂ دودمان حیدر کرار غیر فرار نقادۂ خاندانی اخبار مصطفوی اعنی جناب مولوی سید رجب علی صاحب صاحب بہادر دام شوکتہم وا فاضاتہم ان دنوں میں جو جناب مولوی سید رجب علی خاں ، جن کا ذکر تشریف آوری و حال فضل سخنوری سابق اخباروں میں سامعہ افروز و بصارت افزائے ناظرین اخبار رہ چکا ہے بعزم وطن اس شہر میں تشریف فرما ہوئے جمیع احباب دیرینہ سے ملاقات ہوئی جناب مولوی حیدر علی صاحب سے بھی کہ فن مناظرہ و علم کلام میں بہت ادعا و شہرت ان کی عوام میں زباں زد ہے مکان جناب مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر صدر الصدور دہلی پر ملاقات ہوئی اس وقت صرف خوش اخلاقی درمیان رہی لیکن ثقات سے سنا گیا کہ بعد اس کے بوساطت صدر الصدور بہادر کچھ کلام مناظرہ درمیان آیا۔ واسطے شکست دعوی منتہی الکلام وغیرہ تصنیفات طلبیہ۔ . . . مولوی رجب علی خاں صاحب نے

فرمایا کہ کوئی تدبیر واسطے ختم کلام و ظہور حق و باطل و سکوت احد المتخاصمین کی بہتری اسی میں ہے کہ مباہلہ کیا جائے ۔ جناب مولوی حیدر علی صاحب نے معرفت واسطہ صاحب کے ارشاد فرمایا کہ مباہلہ میں ہونا معصوم کا شرط ہے ...... جناب مولوی حیدر علی صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بتصریح صاحب تحفہ قاضی موصل اور محمد بن میں مباہلہ ہوا ہے ..... مولوی سید رجب علی خاں صاحب نے ارشاد کیا مولوی صاحب کیوں لوگوں کو ہلاکت میں رکھتے ہو مرگ قریب ہے ۔ قیامت برحق ہے ۔ حقوق اہلبیت طاہرہ سے غافل نہ رہو ۔ بالائش سخن کو چھوڑو ۔ انکار ولایت مولائے مومنین بدترین سیہ ہے ... اگر اس سے انکار ہے بسم اللہ میدان مباہلہ سے کیوں بھاگتے ہو جو شخص باطل پر ہے یقین جانو کہ عند المباہلہ سزا پاوے گا "

اس خبر کے شایع ہونے کے بعد شہر میں چرچا ہوا اور شیعہ حضرات نے اس خبر کو زور شور سے اڑانا شروع کر دیا کہ سنیوں کے مشہور و معروف مناظر اور عالم مولانا حیدر علی صاحب مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے راہ فراری اختیار کر لی ۔

ان افواہوں اور نکتہ چینیوں کے جواب میں ایک سولہ صفحہ کا بڑے سائز کا ایک پمفلٹ مولوی انوار الحق صاحب شاگرد رشید مولانا حیدر علی صاحب نے شوال ۱۲۷۱ھ کو مطبع مرتضوی دہلی میں باہتمام حافظ غیاث الدین چھپوایا ۔

جس میں انہوں نے مولائے مومنین کی ولایت پر مدلل بحث کے

ساتھ اس بات کی تردید کی کہ مولانا حید رعلی صاحب مباہلہ سے گریز کر رہے تھے۔ بلکہ انہوں نے مفتی صدر الدین صاحب کے حوالے سے لکھا کہ:۔

"مولوی رجب علی سے میں نے جب یہ کہا کہ مولوی صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہیں تو مولوی رجب علی خاموش ہو گئے اور ٹال گئے"۔ اس کے علاوہ نواب امین الدین احمد خاں صاحب عضد الدولہ حلیم بہادر حکیم غلام نجف خاں صاحب احترام الدولہ حکیم محمد احسن اللہ خاں صاحب بہادر اور مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کی وساطت سے بھی کہلا کر بھیجا کہ پیام بھیجو دیر نہ کرو تاریخ ٹھہراؤ۔ جمعہ کے روز جامع مسجد میں آؤ مناظرہ و مباہلہ کرو۔"

اس رسالہ کے آخر میں بارہ معززین و رؤسا اور علماء کرام کے دستخط ہیں جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ مولانا حید رعلی صاحب نے دعوت مباہلہ سے انکار نہیں کیا ان دستخطی مہروں میں قابل ذکر نام یہ ہیں :۔

نواب حسن علی خاں صاحب مفتی صدر الدین صاحب۔ حکیم غلام نجف خاں صاحب، نواب امین الدین خاں صاحب۔ نواب سعادت علی خاں

یہ وہ تاریخی مباہلہ ہے جس میں بادشاہ ظفر اور تمام ہندوستان کے علماء امراء اور معززین دلچسپی لے رہے تھے۔ اس دعوت مباہلہ کی اس وقت نوبت آئی جبکہ علماء شیعہ و سنی اپنے اپنے قلم کے زور کتابی شکل میں نکال چکے تھے، آخری مرحلہ مباہلہ ہی تھا جس کا حشر یہ ہوا۔

ہمائے ہما | لاہور سے یہ رسالہ ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا تھا جس کے اڈیٹر منشی دیوان چند صاحب تھے۔ یہ پندرہ روزہ تھا۔ فوائد الناظرین اور محب ہند کی طرح اس میں علم و ہنر سے تعلق رکھنے والے مضامین اور ترجمہ شائع ہوتے تھے۔ اس میں سرکاری سرکلر

اور احکام بھی چھپتے تھے۔ ۲۸ فروری ۱۸۵۸ء کی اشاعت میں مقناطیس کی کیفیت و حالات بیان کئے ہیں جس کے تمہیدی الفاظ یہ ہیں۔

"ہزار شکر و احسان خالق ہے کہ جن نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اس سرزمین کو نعمائے گوناگوں سے ہم لوگوں کی پرورش و آسائش کے واسطے مرتب کیا۔ یہ زمین اندر باہر سے بے انتہا نعمتوں سے معمور ہے۔ جتنا کہ ہم غور کریں اتنا ہی کرشمہ نظر آتا ہے دیکھیئے اس مٹی کو جسے ایک ذرہ سے اسی نور کا ظہور ہے چشم بینا چاہیئے ورنہ جاہل کی نظر میں جوہر و کنکر ایک برابر ہے"

اسی اشاعت میں ڈاک بجلی۔ ٹیلی گراف۔ سیر کرۂ زمین وسعتِ عالم سمندر میں لوہے اور پتھر کا نزلہ باکو کا آتش فشاں پہاڑ وغیرہ مضامین ہیں۔

اسی اشاعت میں "مژدہ فتح راحت گڑھ" بہ تفصیل تمام بھی دیا جا رہا ہے۔ زبان دلچسپ ہے وفاداری کا اظہار بھی مقصود ہے۔

واضح ہو کہ فاضل محمد خاں نامی جاگیردار ریاست بھوپال نے راہ بغاوت اختیار کیا تھا اور بہ تلبیس ابلیس خبیث باتفاق اور اخوان الشیاطین کے قلعہ راحت گڑھ کو ملجا و ماوا بنایا تھا۔ ۲۵ تاریخ ماہ حال کو فوج ہندوستان قلبی زیر حکم میجر جنرل سر هیو روز صاحب بہادر کے راحت گڑھ پر پہنچی۔ کنارۂ جوپر محاذی قلعۂ مذکور واقع ہے کچھ مفسد نظر آئے۔ فوج سرکاری نے تاخت کی: باغی پیٹھ دکھا کر قلعہ میں گھس گئے! افسران

فوج انگریزی تدابیر محاصرہ میں معروف ہوئے اور "اتواپ" قلعہ شکن نصب کر کے قلعہ پر گولہ اندازی شروع کی۔ ۲۰ ویں تاریخ کو دیوار توڑ ڈالی اور حملہ کی تیاری ہوئی مفسد خوف جان سے "سپاہی سٹب" میں فرار کر گئے۔ بہت سے ماخوذ بھی ہوئے۔ فاضل محمد خاں موجد فساد اور کا مدار خاں پنڈارہ "گرفتارین" سے تھے۔ دروازۂ قلعہ پر براہ پھانسی رہ سپر فنا ہوئے۔
کار بد کردہ را جزا این است"

۱۸۵۳ء میں بمبئی کا ہرکارہ "جریدہ بمبئی، تازہ بہار بمبئی اور مراۃ الاخبار مدراس اور قاصد مدراس شائع ہو رہے تھے[1] یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کب جاری ہوئے اور کتنی عمر پائی۔

۱۸۵۳ء میں آگرہ سے احمدی اور زبدۃ الاخبار لکھنؤ سے اور لاہور سے معاد ہند و جاری ہوا جو نیم سرکاری پرچہ تھا اور ڈپٹی کمشنر کی سرپرستی میں جاری کیا گیا تھا۔

وکٹوریہ پیپر رائے دیوان چند رئیس سیالکوٹ نے ۱۸۵۳ء میں یہ پیپر جاری کیا۔ یہ پیپر پند و نصائح کا خزانہ تھا۔ رائے صاحب کے بعد ان کے صاحبزادے منشی گیان چند نے اس کے انتظام کی ذمہ داری لی اور اخبار کی سابقہ شان کو برقرار رکھا ۱۹۲۵ء تک یہ اخبار چلتا رہا[2] اس کا سالانہ چندہ ٹکلدہ روپیہ تھا یہ اخبار ہفتہ وار تھا صاحب تاج التواریخ اس پیپر کے بارے میں لکھتے ہیں

---

[1] خطبات دتاسی ص۔ ۱۸۰ [2] مضمون کیفی رسالہ اردو دہلی اپریل ۱۹۳۵ء

"یہ پنجاب کا پرانا ہر دلعزیز اخبار ہے جس کو نکلتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرا۔ اس اخبار کے مہتمم منشی گیان چند صاحب ہیں منشی صاحب کے والد رائے دیوان چند صاحب مرحوم کے اہتمام سے یہ اخبار نکلتا تھا اگر اس اخبار کو بند۔ نصائح کا خزانہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہمارے نوجوانوں کو ضرور اس اخبار کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ہم منشی صاحب کی تجربہ کاری اور ہمہ دانی کے قائل ہیں۔"

۹ جنوری ۱۸۸۵ء کے دھرم جیون میں اس اخبار کا اشتہار شایع ہوا تھا جس کا مضمون یہ ہے:-

"وکٹوریہ پیپر جو ہندوستان کے ہر فرقے اور گروہ کے حقوق کی ادب اور متانت سے وکالت کرتا ہے روزمرہ سیالکوٹ سے بڑی تقطیع کے آٹھ صفحے پر شائع ہوتا ہے اس کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں قیمت اس کی حسب ذیل ہے اگر روزمرہ لیا جائے تو انیس روپے سالانہ اور اگر ہفتہ میں تین بار بحیثیت مجموعی لیا جائے تو چودہ روپے دس آنہ منشی برج لال مینیجر وکٹوریہ پیپر سیالکوٹ"

وکٹوریہ پیپر ہندو دھرم کی بھی تبلیغ کرتا تھا۔ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء میں دیو دھرم کی تشریح کرتا ہے

"(۱) دیو دھرم سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو ہمارے سامنے آجائے اس سے کھانے پینے میں شریک ہو جائیں۔

(۲) دیو دھرم وہ تھا جسے انسان حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اگر حاصل کریں تو وہ بھی دیوتا بن جائیں۔

(۳) دیو دھرم وہ ہے جس میں ظاہری اور باطنی پاکی کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔

اگر ہم دیو دھرم کے مدعی ہیں تو ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہمارا ظاہر اور باطن ویسا ہی پاک اور شدھ ہو جیسا دیوتا کا باطن پاک اور شدھ ہے۔

(۴) ہمارا خورونوش ہمارا میل ملاپ اگر ہو تو وہ بھی ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جو بالکل پاک اور شدھ ہوں اگر ایسے لوگوں کے ساتھ ہمارا اکل و شرب اور میل وملاپ نہ ہو تو ہم دیو دھرم کو حاصل نہیں کر سکتے۔

محمدی یہ پرچہ ۱۸۵۴ء کو لاہور سے چھپ محال قریب مسجد دلاری مکان سیتارام تھیٹر سے نکلا تھا مالک نوازعلی صاحب اور کاتب شیخ عبدالرحمٰن صاحب تھے۔

معلم ہند ہیرامنڈی لاہور سے یکم جولائی ۱۸۵۴ء شایع ہوا۔ سررشتہ تعلیم کے سلسلہ میں اس میں امدادی مضامین چھپتے تھے یہ ماہانہ رسالہ تھا۔ سولہ ورق پر مشتمل تھا۔ سالانہ چندہ ڈھائی روپے تھا۔ مہتمم محمد احسن کالانوی تھے۔

فیض بخش کچہری تحصیل بدایوں سے ۱۸۵۴ء میں جاری ہوا مہتمم منشی نیتانند تحصیلدار تھے۔ اسی سال نومبر میں کلکتہ سے گلشن نو بہار بمبئی میں گجرات سے مطلع الانوار، دسمبر میں بمبئی اور سورت سے عمدۃ الاخبار نکلا اور مسیحائی مولوی مسیح الزماں کی ملکیت میں شایع ہوا[1]

نیر اعظم ۲۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کو یہ اخبار سیالکوٹ سے جاری ہوا۔ اس کے مہتمم مفتی محمد بخش صاحب تھے۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۴ء کے کوہ نور لاہور میں اس اخبار کا اشتہار شایع ہوا تھا کہ "افق وٹالہ سے نیر اعظم کا ظہور رہوا۔

کشف الاخبار علامہ کیفی مدظلہ نے کشف الاخبار کو غدر سے قبل کے اخباروں میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے۔ یہ اخبار

---

[1] اختر شہنشاہی

بمبئی سے ۱۸۵۵ء میں جاری ہوا۔ ودتاسی اپنے خطبہ دسمبر ۱۸۱۴ء میں بتلاتے ہیں کہ کشف الاخبار ۱۸۶۱ء میں نکلا ہے دونوں حضرت معتبر ہیں لیکن اختلاف معمولی سنوں کا نہیں تھا۔ جو نظر انداز کر دیا جاتا۔ کسی نے کوئی ثبوت بھی نہیں دیا ہے انجمن ترقی اردو (علیگڈھ) میں کشف الاخبار جلد ۲۰ ۱۸۷۳ء دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اسی کے ساتھ قاضی عبد الغفار صاحب کی عنایت و مہربانی سے اختر شہنشاہی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بھی جنوری ۱۸۵۵ء سنہ اجرا تحریر ہے اس سے مزید تصدیق ہو گئی کہ ۱۸۵۵ء میں یہ اخبار جاری ہوا تھا۔

مقام اشاعت بمبئی کو گاڑی محلہ کے نالے حکیم داد میاں مصری کا پڑوس تھا۔ یہ اخبار ہفتہ وار تھا ہر جمعہ کو نکلتا تھا۔ چھوٹی تقطیع آٹھ صفحوں پر شروع میں نکلتا تھا لیکن ۱۸۷۳ء کی جلد کا سائز بہت بڑا ہے۔ منشی امان علی لکھنوی اس کے ایڈیٹر تھے اس اخبار کے ضمیمہ کا نام کاشف الاسرار تھا۔ ہر نمبر کے شروع میں ٹائیٹل پر ایک نظم شایع ہوتی تھی جس میں اس نمبر کے مضامین کا ذکر ہوتا تھا۔ گویا فہرست مضامین منظوم ہوتی تھی شروع کے چند مہینوں میں وہ نظم ۴۲ شعروں کی تھی اس کے بعد چار مصرعے رہ گئے بیالیس شعروں کے منتخب اشعار یہ ہیں ؎

کر چکا پہلے جب بحکم خبیر — حمد و خالق و نعت پیغمبر
تب بہت دل مرا بحال ہوا — مدح اخبار کا خیال ہوا
نام اخبار کا اب کروں اظہار — کشف الاخبار کاشف الاسرار
ہے یہ امید اہل دولت سے — دستگیری کریں عنایت سے

چندہ کی شرح ؎

سوا سکہ پہ ماہوار جو دے ، وہ سوا تیرہ ، سال پیشگی دے
بدھ کو اخبار چھاپ لیتا ہوں ، پنجشنبہ کو بانٹ دیتا ہوں

اس اخبار میں اپنے زمانے کے دستور کے مطابق خبریں تو ہوتی ہی تھیں لیکن اس کے علاوہ معلوماتی تاریخی ادبی مضامین کے ساتھ خاص طور پر بمبئی کے مقامی واقعات وحالات پر دلچسپ اور مفید تبصرے کافی ہوتے تھے۔ عیسائی مشنریوں کی شرارتوں کو بے باکی سے آشکارا کیا جاتا تھا۔ کبھی کبھی پارسیوں کے ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ جاتا تو مہینوں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس میں اخبار کے کالم کے کالم سیاہ ہو جاتے تھے حکومت کے محکموں کی بدعنوانیوں کے خلاف بھی آواز اٹھاتا تھا۔ اس اخبار کی پالیسی آزادانہ تھی خوشامد پسند نہیں تھا۔

۱۸۷۳ء میں اخبار نویسوں کو حکومت ہند بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور ان کو کافی مراعات حاصل تھیں۔ ۳۰ اپریل کی اشاعت سے پتہ چلتا ہے۔

" اخباروں کی آزادی۔ اخباروں کی آزادی کے باب میں پہلے تو گورنمنٹ کا یہ حکم ہو چکا تھا کہ بدون حصول منظوری گورنمنٹ انڈیا کوئی عہدہ دار سرکاری صاحب اخبار کو کسی خبر کے لکھنے پر ماخوذ نہ کرے۔ اب یہ حکم اور صادر ہوا ہے کہ کوئی لوکل گورنمنٹ بدون اجازت گورنمنٹ انڈیا کے کسی اخبار نویس پر نالش نہ کرے اور بدون اجازت مرافعہ بھی نہ کرے "

اخبار نویسوں کی آزادی کے ساتھ عیسائی مشنریوں کو بھی کھلی آزادی تھی۔ کہ وہ ہندوستانیوں کے مذہب پر بر ملا ڈاکے ڈالے معصوم بچوں اور جاہل عورتوں کے دلوں اور دماغوں پر اثر انداز ہو کر ان کا مذہب تبدیل کر کے عیسائی بنا ئیں
۲۰ اگست ۱۸۷۳ء کا اخبار رقم طراز ہے :-

"بمبئی :- ایک شخص پر کاشی ناتھ کے مکان میں ایک کالی کرسٹنی مشنری عورت مسماۃ سکن بھائی جو ڈاکٹر ولسن صاحب پادری مشہور کے ہیڈ ماسٹر گنپت مشنری کی جورو کاشی ناتھ مذکور کے گھر عورتوں کو تعلیم دینے کو جایا کرتی تھی۔ ماہ حال تاریخ ۱۰ کو اس کاشی ناتھ کی عورت و بیٹا بھائی اپنے بچوں سمیت گنپت راؤ کے مکان کو گئی.... کاشی ناتھ مکان کو آیا تو دیکھا کہ عورت اور بچے گھر میں نہیں ہیں ہمسایہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔ گنپت راؤ کے مکان میں ہے تب گنپت راؤ کے مکان میں گیا۔ مگر عورت نے آنے سے انکار کیا اور اظہار کیا کہ اب میں مذہب کرسٹی قبول کرنا چاہتی ہوں۔ اس بارے میں دونوں میں تکرار ہوئی۔ مگر گھر میں آنے سے بالکل منکر ہو گئی۔

ہندوستان انگریزوں کا غلام کیوں بنا اس کی وجہ بادشاہوں، نوابوں اور مہاراجوں کی عیش پسندی، عیاشی اور غفلت شعاری تھی جو انگریز کے سایہ میں آنے کے بعد اور بھی بڑھ گئی اور انگریزی حکومت ان کی عیاشیوں کو نظر انداز کرنے لگی تاکہ ہندوستانی قوم کے اخلاق اور تباہ ہوں چنانچہ مہاراجہ گوالیار کی عیاشی کی داستان ۲۹ مئی ۱۸۷۴ء کا کشف الاخبار سناتا ہے

اندنوں مہاراجہ والی گوالیار معہ مصاحبین خاص اور کچھ ملازمین سپاہی وغیرہ شہر لکھنؤ کے اشتیاق میں ہے۔ سابق میں ایک کسبی چندر بھاگا بہت خوبصورت مشہور ان کی داشتہ تھی - دو لڑکے بھی ان کے گھر میں جنی تھی۔ مگر کچھ نا اتفاقی ہونے سے

مہاراجہ کو چھوڑ کر لکھنؤ چلی آئی تھی وہاں ایک معزز اور صاحب مقدور مسلمان منشی فضل حسین کے ساتھ آشنائی کر کے مسلمان ہو گئی۔ اور ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ کعبہ شریف جا کر حج کر آئی۔ اس وقت سات چودہوں کی بات یہ جب کہ سامنے آئی ہے۔ مہاراجہ کو اس کا حال لکھنؤ میں رہنے اور شوہردار ہونے کا سن چکے تھے۔ شہر میں پہنچتے ہی شوق قدیم یاد آئی۔ طبیعت بے قرار ہوئی۔ عشق نے نیرنگی دکھائی اول کسی تدبیر اور ذریعہ پیام سے تمنائی ملاقات اور خواہش دلی کا اظہار ہوا۔ ادھر سے فعل حرام پر صدائے "لاحول ولا" آئی ساتھ نفرت کے انکار ہوا۔ پھر تو جذبہ شوق کا کیا تھا..... چند سپاہی وغیرہ ساتھ لے کر بلا لک غیرہ مکان شریف مقام عدالت سلطانی کا بھی خیال نہ کیا۔ اور سپاہیوں کو ایک ذی عزت کے گھر میں گھسا دیا۔ اور جبراً اس عورت کو باہر نکلوایا۔ زبردستی سے اپنے گھر لے جانے کا ارادۂ نازیبا ٹھہرایا۔ جونکہ وہ مکان ذی عزت کا تھا۔ پولیس سرکار کی دوڑ فی الفور آ پہنچی۔ تکرار عظیم ہونے پر تو نوبت ہو گیا اہلیان پولس نے عورت کو چھڑا کر اس کے گھر میں اور مہاراجہ نامور کو فرودگاہ میں بخیریت پہنچا دیا۔"

یہ تو دنیا داری کی خبریں تھیں۔ روحانیت سے تعلق رکھنے والی خبر ۲۰ مئی ۱۸۷۴ء کے پرچہ میں پڑھئے۔

"معجزہ۔ کسی شخص نے ایک مرد مزدوری پیشہ کو ایک تعزیہ او مصارف عرض دینے کہہ کر کہا اس شبیہ مظلوم کربلا کو بکمال احتیاط لے جا کر

کبھی کربلا میں دفن کردے اس کے دین پر طمع دنیادی نے غلبہ کیا اس تعزیے کو لے جاکر اپنے مکان میں رکھ چھوڑا۔ اور تربتیں اس کی صحن خانہ میں دفن کردیں اور زرمصارف کو اپنے مصرف خانگی میں صرف کیا۔ اتفاقاً دوسرے روز وہ شخص اس سرائے فانی سے سفر کر گیا اس کی زوجہ کے دل میں اس امر کے معائنہ سے آتش غضب شعلہ ور ہوئی اور کہنے لگی کہ میں اس تعزیہ کو جلادوں گی کہ یہ ہی سبب ہلاکت میرے شوہر کا ہوا۔ اور مرتکب اس فعل شنیع کی ہوئی۔ دوسرے روز وہ بھی واصل جہنم ہوئی۔

عورت کا چرتر اور وہ بھی ایک لکھنوی منشی اما ن علی کے قلم سے سنئے۔ خبر میں افسانوی رنگ کے علاوہ زبان کی سلاست و فصاحت ملاحظہ ہو۔ یکم مارچ ۱۸۷۲ء کا اخبار روایت کرتا ہے۔

"تریا چرتر جس کا نام ہے اس قسم کا ایک تازہ کلام ہے فرانس کے شہر پارس میں ایک امیر دولتمند نے ایک عورت نوجوان بہت خوبصورت پری تمثال کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس لعبتِ فرنگ کی ادائے دلربا اور کرشمۂ محبوبانہ سے فریفتہ ہو کر بہت خاطرداری کرتا تھا۔ دستور آزادی عورات کے موافق سیر اور ہوا خوری کے واسطے ایک گاڑی فٹن اس نازنین گل بے بو کی سواری کے لائق کردی تھی اور بنظر دانائی ایک کوچبان بدشکل سیاہ فام مثل صبح کے مقابل شام کو خوبصورت عورت کی صحبت میں نوکر رکھ دیا تھا۔ اس گاڑی پر میڈم صاحبہ سوار ہو کر سیر کو جایا کرتی تھی۔ تھوڑے دن بعد امیر مذکور کو اس عورت شیطان خصلت کے باب میں بہت طرح کی خبریں نالائقی اور بے

دفائی فعل قبیحہ سماعت میں آنے لگیں کہ کار شیطان سے منھ کالا کرنی ہے یہ سن کر اس امیر نے یہ تجویز ٹھہرائی کہ ایک دن کوچبان کو کسی دوسرے کام کو بھیجدیا۔ اور اپنا منھ سیاہی وغیرہ سے کالا کرکے بالکل مثل کوچبان گاڑی تیار کرکے دستور کے موافق دروازہ پر لایا عورت بدکارہ تو اپنے اشتیاق لذت نفسانی اور آغوش نشینی یار کے جانے کے واسطے اول ہی بن ٹھن کے انتظار میں بیٹھی تھی کار آنے کے ساتھ فوراً سوار ہوکر روانہ ہوگئی۔ امیر کوچبان ڈم کے حکم کے بموجب مقام لیوئی میں گاڑی لے گیا۔ اس جگہ ایک نوجوان صاحب جمال جو وہاں منتظر کھڑا تھا۔ گاڑی میں آکر مذم تربیت یافتہ کے پاس کمال اشتیاق سے بیٹھ گیا۔ عورت نے اپنے کوچبان کو حکم دیا۔ بلور نام جہاں بغیر شادی کے کنوارے نوجوان مرد سب جمع ہوتے ہیں گاڑی لے چلو۔ امیر عورت کی حکم برداری کرکے گاڑی وہاں لے گیا۔ جب وہ عورت اور اس کا دوست گاڑی سے اتر کر مکان میں گئے تو کوچبان بھی اپنے ساتھ کوڑا لے گیا ————

وہاں جاکر ان سینکڑوں آدمیوں کے مجمع عام میں یکبارگی۔ اس نازنین بے وفا کے جسم پر متواتر سینکڑوں چابک لگائے۔ اتنا پیٹا کہ فرش زمین کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ عورت بستانی اپنے حسن کی خوبی اور یار دل پسند کا جوش ہم آغوشی بھول چیخیں مارنے لگی اور امیر گاڑی لے کر گھر چلا آیا"

ان خوبیوں کے باوجود معاصرین اس اخبار کو جانچتے نہیں تھے۔ ۳ فروری ۱۸۷۶ء کا انجمن پنجاب لاہور کشف الاخبار پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے

"یہ اخبار بمبئی میں ہفتہ وار چار بڑے ورقوں پر چھپتا ہے۔ اوسط درجہ کا اخبار ہے۔ کبھی کبھی ایک آدھ مضمون باقی خبریں اور کچھ غزلیات درج ہوتی ہیں اس کے مالک منشی امان علی لکھنوی ہیں جنہیں حمایت اسلام بہت ہے۔"

ناظم الاخبار دہلی اس اخبار کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور یکم مارچ ۱۸۷۶ء کی اشاعت میں اس پر تبصرہ کرتا ہے۔

کشف الاخبار بمبئی گردش روزگار کو چلا رہا ہے۔ باوجود اس قدر قہر و آفت کے وضع نہیں بدلتا۔ اگلا حال تو خدا جانے۔ ہم نے جب سے دیکھا ہے اسی ڈھنگ پر دیکھا۔ چال وہی ڈھال وہی جو پہلے تھی۔"

صادق الاخبار کیفی صاحب اس اخبار کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۶ء میں شائع ہوا۔ مولوی عبدالرزاق کہتے ہیں کہ ۱۸۵۵ء میں شائع ہوا۔ فرق کچھ نہیں ہے۔ لیکن اعتراض بجا ہے اور مولوی عبدالرزاق کا سنہ درست ہے اس کی تصدیق کیفی صاحب کے مضمون صادق الاخبار کے حوالے سے بھی ہو جاتی ہے۔ آپ جس صادق الاخبار کے نمبر کا حوالہ دے رہے ہیں وہ جلد ۲ نمبر ۱۱ مارچ ۱۸۵۷ء کا ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ صادق الاخبار دو سال پہلے ۱۸۵۵ء میں جاری ہوا۔ اس کے اخبار کے مالک سید محمد صادق تھے اور یہ اخبار بھی دہلی سے نکلتا تھا[1]

---

[1] اردو اپریل ۱۸۳۵ء

اعلان شاہ ایران کی کئی کاپیاں گلیوں اور سڑکوں کے نکڑوں پر چسپاں تھیں۔ میرے ایک دوست نے اس اعلان کی بعینہٖ نقل کرلی ہے۔ جو جامع مسجد کی پشت پر چسپاں ہے،" اس اعلان کو متعدد آدمیوں نے دیکھا ہے۔ مختصراً اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو لوگ مذہب حق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ عیسائیوں کو مدد نہ دیں اور حق و راست پر ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی ترقی میں اپنی تمام طاقت صرف کردیں اور وقت قریب آرہا ہے کہ جب ماہدولت (شاہ ایران) تخت ہند پر متمکن ہوں گے اور رعایا کو اتنا ہی خوش حال بنادیں گے۔ جتنا کہ انگریزوں نے مفلوک الحال کرکے ذریعہ معاش سے محروم کردیا ہے ہم کسی مذہب میں دخل نہیں دیا کرتے اور نہ وہاں دیں گے۔"

یہ ہے اس اعلان کی روداد، ایک شخص محمد صادق نامی جس کے ذریعہ یہ اعلان کیا گیا ہے ۱۶۔ تاریخ تک نوسو ایرانی سپاہی مع چند معزز افسران کے ہندوستان میں داخل ہوگئے ہیں اور خاص دہلی میں پانچسو سپاہی تبدیل لباس میں مختلف صورتوں میں موجود ہیں وہ اپنی نسبت کہتا ہے کہ ۱۴ مارچ کو دہلی پہنچا۔ جہاں اعلان چسپاں کردئے۔"

صادق الاخبار یہ خبر لکھنے کے بعد یہ کہہ کر "لوگ کہتے ہیں کہ یہ اعلان چند بے فکروں کا ہے۔" اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔

"ہندوستانی تو صرف اسی وقت خوش ہوں گے کہ اگر شاہ ایران عباس شاہ صفی کی طرح ہمارے خاص بادشاہ کو سلطنت دیدے اور تعجب بھی نہیں جو وہ ایسا کریں کیونکہ خود تیمور نے ایرانیوں کو سلطنت بخشی تھی اور نظر غائر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی احسان کے بدلے

عباس شاہ صفی نے ہمارے ہمایوں کی مدد کی تھی“

حیدری محلہ کٹرہ حاجی حسن مرحوم آگرہ سے ۱۸۵۶ء میں جاری ہوا۔ اس کے مالک مرزا علی حسین مرحوم تھے یہ اخبار ہفتہ وار تھا

سفیر آگرہ ۱۹ جنوری ۱۸۵۶ء آگرہ سے شائع ہوا۔ ہفتہ وار تھا ۶ ورق یعنی بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ سالانہ چندہ بارہ روپے تھا مہتمم نولکشور تھے (اختر)

معدن القوانین محلہ کٹرہ حاجی حسن پیر حوم آگرہ سے ۱۸۵۶ء میں نکلا یہ رسالہ ماہانہ تھا ۱۶ ورق یعنی بتیس صفحے کا حجم تھا۔ نام سے ظاہر ہے کہ قانونی پرچہ تھا۔ عدالتوں کے فیصلے مقدمات شائع کئے جاتے تھے اور قانونی مشورے دئے جاتے تھے سالانہ چندہ ساڑھے سات روپے تھا۔ مالک سید حسین علی اور کاتب فقیر محمد خاں تھے۔ معلم العلماء سیالکوٹ سے ماہانہ رسالہ ۱۸۵۶ء میں ہی نکلا۔

گورنمنٹ گزٹ ۱۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو جاری ہوا۔ ۶ ورق یعنی بارہ صفحات پر جمعرات کے روز نکلتا تھا۔ سالانہ چندہ نو روپے تھا مطبع فوجداری احاطہ کچہری فوجداری آگرہ سے مولوی حسین بخش محکمہ سمتن مین پوری نے پنڈت کیسری داس کے اہتمام سے نکلتا تھا۔ اس کے پرنٹر منشی شیو نرائن اخبار مفید خلائق آگرہ تھے۔ اس کے بعد ۱۹ نومبر ۱۸۵۹ء کو الہ آباد سے چارلس ایل برٹ ڈاڈ کپتان سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ پریس الہ آباد کے اہتمام میں شائع ہونے لگا۔ شنبہ کو نکلتا تھا۔ قیمت ساڑھے آٹھ روپے سالانہ تھی [1]

---

[1] اختر شہنشاہی

مفرح القلوب و مطلع خورشید

یہ دونوں اخبار ۱۸۵۶ء میں کراچی سے نکلے دونوں کے مالک ایک ہی صاحب مرزا محمد شفیع اثنا عشری تھے دونوں ہفتہ وار تھے مطلع خورشید کے مہتمم مرزا محمد جعفر اثنا عشری تھے۔ دتاسی نے اپنے خطبہ ۴ دسمبر ۱۸۶۵ء میں ان دونوں اخباروں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے لیکن دونوں کا منبع سندھ ہی بتایا ہے معلوم نہیں کہ یہ اخبار کس سنہ میں دونوں نام سے ایک جگہ ملا کر نکلنے شروع ہوئے۔ انجمن ترقی اردو علی گڈھ میں اس کا فائل ہے اسکے ٹائیٹل پیج پر دونوں نام اس طرح لکھے ہوئے ہیں۔ "کراچی بندر سندھ مطبع خورشید مفرح القلوب" اس کی پریس لائن کی عبارت یہ ہے "اخبار ہذا مطبع مفرح القلوب کراچی بمحانب جناب منشی مرزا مخلص صاحب مالک مطبع مذکور مطلع خورشید باہتمام مرزا محمد شفیع طبع شد"

اس کے ٹائیٹل پیج پر یہ شعر لکھے ہوئے ہیں ؎

کاریکہ بر توکل تو کردم ابتدا	یارب بفضل خویش آسائش بانتہا
نامت چو مفرح القلوب است	فرخندہ کسیکہ دل تو بست

ماہانہ ایک روپیہ اور سالانہ دس روپے چندہ تھا۔ فارسی کا حصہ زیادہ اور اردو کا حصہ اس میں کم تھا مضامین معیاری ہوتے تھے۔ پالیسی آزادانہ نہیں تھی خوشامد پسند اخبار تھا۔ تقریباً ہر ایک پرچہ میں امرا کی تعریف اور ان کی شان میں قصیدے شائع کئے جاتے تھے خبروں کا انداز اپنے معاصروں کی طرح تھا۔ سائز ۲۰×۳۰/۴ دو کالمی تھا۔ صفحات کبھی آٹھ کبھی سولہ ہوتے تھے۔

عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ عورت اپنی اولاد کو بہت چاہتی ہے اور مامتا میں دیوانی ہوتی ہے دنیا کی کوئی چیز اولاد کے سامنے اس کو اچھی

نہیں ہوگی لیکن بعض اوقات واقعات اس کے برعکس عمل میں آئے ہیں لذت نفسانی اور خواہشات شہوت اس کو اس حد تک مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے محبوب کی خاطر اولاد کو قربان کر دیتی ہے۔ ۱۶ار فروری ۱۸۶۶ء کے پرچے میں ایک اسی قسم کی خبر درج ہے ا۔

" کچھ عرصہ گذرا کہ ایک لڑکے کا باپ جو آدمی متمول تھا اس لڑکے کو نابالغ چھوڑ کر مر گیا تھا۔ عورت اس کی یعنی لڑکے کی ماں نوجوان تھی۔ چندے صبر کیا آخر کار جب سوگ خاوند کا کم ہوا۔ اور ہوس دنیا کا جوش بڑھا۔ ایک قاضی سے آنکھ لگ گئی۔ عرصہ تک باہم قاضی اور اس عورت میں نزد معاشرت رواں رہی۔ جب یہ لڑکا ہوش میں آیا۔ یاران شاطر بار خاطر ہونے لگے۔ طعن و تشنیع کی نوبت پہنچی جو لڑکے کو ناگوار ہوئی بہت دن اس نے اپنی ماں سے تکرار رکھی پھر قاضی صاحب کے ساتھ قضیہ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن قاضی کو اپنی ماں کے قضائے حاجت کرتے دیکھ کر نوبت زد و ضرب پہنچی۔ جوتی مارنے کو اٹھائی جو موجب اس حرکت شیطانی کی ہوئی۔ قاضی صاحب نے اس قضیہ کی قضایوں کی کہ اس کم بخت قضائی کو حوالے قضا کر دیجئے۔ یہ نہ سمجھے کہ انجام کار ہماری بھی قضا آوےگی ایک دن وہ لڑکا بازار میں جاتا تھا۔ اس کو دے اس بہانے سے اپنے مکان میں لے گئے کہ فلاں صراف سے جو پیسے لینے تھے وہ دے گیا ہے تو لے جا اور اپنی ماں کو دے آ، لڑکا نادان اس کے مکان میں چلا گیا جہاں قاضی نے اس بیچارے کو اپنے ایک نوکر کی مدد سے پکڑ کر پھانسی دیدیا۔

اس پر بھی اکتفا نہ کر کے ایک کیل لوہے کی اُس کے سر میں ٹھوک دی
جس کے صدمے سے کچھ خوں ریزی بھی ہوئی، رات کو نعش
مہلوک کوئیں میں ڈال دی صبح کو تلاش شروع ہوئی ......
ایک شخص کی زبانی تھانیدار کو اتنا پتہ لگا کہ فلاں مکان میں سے
آواز گریۂ ہولناک سنی گئی تھی جس کے بموجب اس مکان میں جاکر
خود دیکھا تو نشان خون کا موجود پایا۔ مالک مکان قاضی گرفتار
ہوئے۔ تحصیلدار صاحب بھی آئے اور لگے قاضی جی سے فتوے
کے معنے پوچھنے۔ جب گرمی کے ساتھ نرم کئے گئے قاضی صاحب
نے مہر سکوت دہن مبارک سے اٹھایا۔ سارا قصہ من وعن کہہ
سنایا۔ نعش کا بھی پتہ بتلایا اور اپنے شریک اس لڑکے کی ماں
اور نوکر بھی ظاہر کیا۔ گرفتار ہوئے۔"

کوئی اخبار ایسا نہیں ہے جس کو اپنے معاصرین سے پرخاش نہ ہو۔ ایک دوسرے
کے خلاف کیچڑ اچھالنا اخبار نویسی کی شان سمجھی جاتی ہے اور خدا نہ کرے
کہ کسی اخبار نویس کو کسی مصیبت کا سامنا پڑ جائے اور کسی شرمناک غلطی
کا اس سے ارتکاب ہو جائے۔ اس کے بعد اس کی خیر نہیں۔ حاشیے لگا کر
مزے لے لے کر خبر شایع کی جاتی ہے۔ ۲۷ اپریل کے اخبار میں ایک اڈیٹر
کے گرفتاری خبر اس انداز سے شایع کی گئی ــــ فارسی کی خبر کا اردو
میں مفہوم سمجھ لیجیے۔

"بھاولپور:۔ مولوی نصیر الدین اہل کار سرکش گرفتار ہو گیا ہے۔
راقم اخبار مفرح القلوب اس شخص کو یعنی مولوی مذکور کو مدت
دراز سے جانتا ہے یہ شخص ریاست بھاولپور کا باشندہ ہے۔

کچھ روز پیشتر ریاض لوز ملتان جس کے مہتمم محمد مہدی حسن خاں صاحب افسر لکھنوی تھے اس کے مقابلہ میں ملتان شہر سے آپنے ایک اخبار شعاع شمس جاری کیا تھا۔ مہتمم ریاض نور اکثر و بیشتر مولانا کی شان میں اپنے اخبار میں قصیدے شائع کرتے رہتے تھے۔ ایک قصیدے کا مطلع یہ ہے ؎

اک عمر ہوئی مشرق و مغرب میں ہمیشہ ۔ کی میں نے سیاحت
پھر حضرت شیطان کو ملتان میں دیکھا۔ انسان کی صورت

چنانچہ کچھ دنوں تک اخبار شعاع شمس جاری رہا آخر اس مصرع کے مصداق ؎

ہم ہند کے ہیں رند نہ رندوں سے اکڑ چل ۔ مٹ جائیگی حشمت

آخر ایک روز اخبار بند ہوگیا۔ کچھ عرصہ بے کار رہے۔ والی بھاولپور تک رسائی کی وضع ظاہری یہ تھی جسم پر عمامہ زہد۔ تسبیح پر ریا ہاتھوں میں ہوتی تھی، رفتہ رفتہ اعتبار حاصل کیا۔ منشی محمد حسین مجروح کی موقوفی کے بعد میرمنشی پر مامور کر دئے گئے۔ مگر کسی نے کہا ہے

نان گندم را شکم باید کہ فولادی بود

ملازم ہونے کے بعد مغرور ہوگئے اسی زعم میں اپنے آقا سے بغاوت کی ع یہ کبر کا بدلا ہے سزا یہ ہے جفا کی

اسی جرم میں گرفتار ہوئے۔ عنقریب کیفر کردار کو پہونچیں گے۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

اس اخبار میں اردو فارسی کی غزلیں نظمیں اور قصیدے بھی شائع ہوتے تھے اردو کا کلام بہت کم فارسی کا زیادہ۔ ۸ رمئی کے پرچہ میں منشی محمد علی جویا کے اردو

کے چند منتخب اشعار پڑھئے ؎

خیالِ یار آئے دل میں جب خلوت کی جا سمجھے
مرے مرنے سے وہ کافر نہ کیوں ننگ حیا سمجھے

جنوں میں ہم نہ فرق خویش و بیگانہ ذرا سمجھے
جگر کو چاک کر ڈالا۔ نہ دامن سے جدا سمجھے

ہمیشہ ساتھ رہتا ہے یہ سایہ کی طرح پیچھے
کسی دن تو رقیب روسیاہ کو وہ بلا سمجھے

کدورت سے نہ پایا صاف کوئی دل یہاں ہم نے
وہ نقش بوریا نکلا جسے تم بوریا سمجھے

سخن فہمی بھی ہے مشکل ترے نزدیک تو جویا
سخن کو پھر ترے کوئی بھلا کیوں کر بھلا سمجھے

۳۰ اگست ۱۸۶۶ء کے اخبار میں رفعت کے دو شعر ملاحظہ ہوں

کرم ہے قہر ہے ناز و ادا عجز نمائی ہے
بتوں کے گھر میں یا رب آج کل کیا کچھ خدائی ہے

نہ آتے ہیں نہ ملتے ہیں نہ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں
خدا جانے کسی نے کیا انہیں پٹی پڑھائی ہے

کشف الاخبار ۱۸۶۶ء کی جلد میں حسبِ ذیل اخباروں کے اشتہارات یا اُن پر تنقیدیں شائع ہوئی ہیں۔

(۱) کرتان ہفتہ وار پنجشنبہ کو آٹھ صفحے پر شایع ہوتا ہے۔ ایچ ایل ہیوز صاحب مہتمم مطبع رکارڈ کرتان واقع مقام لشکر بنگلور (۱۳ جنوری ۱۸۶۶ء)

(۲) لطیف الاخبار ۲۶ محرم ۱۲۸۳ھ جاری ہوا۔ ترجمہ اخبارات

انگریزی فارسی اردو گجراتی اور حکایات عجیبہ و غریبہ شایع ہوا کریں گی۔
جو ورقہ ہفتہ میں ایک بار یکشنبہ کو بھلی قریب ناکہ قاضی محلہ جدید سے نکلے گا اس کے مہتمم سلطان عبداللطیف خان ہیں۔ ماہانہ ایک روپیہ ششماہی چھ روپے دس آنے، سالانہ عہ چندہ ہے (۲۲ جنوری ۱۸۶۶ء)

(۳) سند سدھار بزبان سندھی یکم اگست ۱۸۶۶ء سے یکم اور پندرہ تاریخ سے شایع ہو گیا ہے (۱۰ اگست ۱۸۶۶ء)

(۴) چراغ دہلی۔ ابتدائے مارچ ۱۸۶۶ء کو ہزاری نین سکھ کے اہتمام میں شایع ہوا۔ (۱۳ اپریل ۱۸۶۶ء)

(۵) دریائے لطافت کان پور:۔ ۴ اپریل ۱۸۶۶ء کو سید سخاوت حسین عطار کے اہتمام میں شایع ہوا۔ آٹھ ورق پر کاغذ نیم پر چھپتا ہے ہفتہ ہے ہر چہار شنبہ کو شایع ہوتا ہے ماہانہ ۸ رسالانہ پیشگی چھ روپے ہے۔
(۲۰ اپریل ۱۸۶۶ء)

حسب ذیل اخباروں کا اس جلد میں ذکر آیا ہے

(۱) کان پور گزٹ مہتمم معدن مروت (۲) اخبار محتشم جادرہ مہتمم اخلاق شمیم (۳) اخبار سہیل پنجاب راولپنڈی (۴) مالوہ اخبار اندور (۵) اکمل الاخبار دہلی۔ مفرح القلوب ۱۸۷۶ء تک تو جاری رہا ہے۔ ۱۱ر فروری ۱۸۶۶ء کے نامر الاخبار دہلی میں حوالے کے طور پر اس کا ذکر ہے۔ گویا اس پاکستانی پرچہ کی عمر ۱۸۶۶ء میں بیس سال کی تھی۔ ممکن ہے اور عمر دراز ہوئی ہو۔

سحر سامری لکھنؤ سے ہفتہ وار منشی گھیر نرائن عیاش اور پنڈت بیجناتھ کے اہتمام میں نومبر ۱۸۵۶ء ۱۲۷۳ھ جاری ہوا تھا جس میں

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں لکھنؤ کی خبریں زیادہ ہوتی تھیں اور واجد علی شاہ سے اس اخبار کو خاص عقیدت تھی۔ چنانچہ یکم دسمبر ۱۸۵۶ء جلد اول نمبر ۳ کا اخبار ملاحظہ ہو کس شاندار الفاظ میں واجد علی شاہ کی قیام حکومت کے لئے خبر شائع کرتا ہے:۔ عنوان ہے "خبر فرحت اثر" کیسی فرحت "غلامی میں جب کہ بدیسیوں نے ملک پر قبضہ کر رکھا ہو۔ فرحت کی امید رکھنا انتہائی عقیدتمندی کا اظہار ہے۔

"جناب عالیہ والدۂ ماجدہ واجد علی شاہ اودھ و مرزا ولی عہد بہادر مرزا سکندر حشمت بہادر سفر ولایت میں ولی نعمت کے ہمراہ تھے "اقبال" کی طرح مقبول بارگاہ تھے وہاں پہنچ کر ولی نعمت نے نامہ بری کا منصب عنایت کیا۔ حضرت سلطان عالم کے پاس رخصت کیا انگریزی ڈاک کے جہاز پر سوار ہوئے حضرت کے نام حضور کی تحریر لائے گھڑی وغیرہ اور تحائف دلپذیر لائے ان کی زبانی ہے دلچسپ کہانی ہے کہ ابھی ملکہ فرنگ مصروف سیر و شکار رہیں مسافران لندن محو انتظار رہیں۔ مگر تیر مدعا نشانے سے قریب ہے۔ ملکہ فرنگ کی شکار سے پلٹنے کی جلد خبر ہے بڑے بڑے انگریزان جلیل الشان اونچی اونچی کچہری پارلی منٹ ارکان ہم زبان ہیں کہ داد گستر کے آنے تک تیغ انصاف کے جوہر نہاں ہیں ادھر ملکہ شکار سے پھریں، ادھر برگشتہ طالعون کے دن پھر جائیں گے۔ جتنے ستارے گردش کے اس اشک ندامت کی طرح چشم فلک سے گر جائیں گے۔ پھر وہی شاہ اودھ کا دور دورہ ہوگا۔ شکستہ خاطروں کو تسلی دیتے ہیں، ارا کین دولت تشفی دیتے ہیں کہ گھبرانے کی بات نہیں ہے دنیا میں کسی بات کو ثبات نہیں ہے۔ جناب عالیہ نے جواب لکھا کہ ملکہ عالم رونق افروز رہیں داد طلب، داد گستر جمال باکمال سے

بہرہ اندوز ہولیں۔ پھر جہاں ارشاد ہو گا رہیں گے اور جب تک دامن دولت سے دور ہیں عیش کیسے آرام کہاں۔ ہر طرح کے مجبور ہیں۔ ملکہ عالم نے یہ پھر تحریر فرمایا۔ تشفی کا مضمون سنایا کہ اضطراب کا مقام نہیں۔ گھبرانے کا ہنگام نہیں۔ ڈیڑھ مہینے میں ہم آتے ہیں تمہیں مراد کو پہنچاتے ہیں۔ مرزا صاحب اس تحریر کے آنے سے دس روز بعد گرم سفر ہوئے۔ بائیس دن راہ بسر ہوئے اس حساب سے اب ملکہ عالم ولایت میں آ گئی ہوں گی جناب عالیہ منہ مانگی مراد پا گئی ہوں گی۔"

مولوی یعقوب انصاری اس اخبار کے مالک تھے محلہ فرنگی محل سے ہفتہ وار جمعہ کو نکلتا تھا۔ سالانہ چندہ پندرہ روپے تھا مطبع محمدی میں چھپتا تھا۔

طلسم لکھنؤ یہ بھی ۱۸۵۶ء میں شایع ہوا تھا[۱] جب یہ نمودار ہوا اس وقت حقیقتاً واجد علی شاہ کا طلسم اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ انگریز کے طلسمی اقتدار نے واجد علی شاہ کو ہی نہیں بلکہ ہندوستان کی محلات اور محلوں میں رہنے والیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا چنانچہ طلسم لکھنؤ سے فرنگیوں کے طلسماتی حرکتوں کی ۲۵ر دسمبر ۱۸۵۶ء کی اشاعت میں پڑھیے۔

اب تازہ سنئے! صاحب موصوف چیف کمشنر نے چودھویں تک اس امر کی میعاد ٹھہرائی ہے۔ مگر محلات نے جو حضرت کی طرف سے جواب کے منتظر تھے مکانات خالی کر دینے میں جلدی نفرمائی۔ جب میعاد سے کئی دن گذر گئے تو صاحب چیف کمشنر نے پھر تاکید کی۔ جب سررشتہ صاحب منتظم شہر کے نام چٹھی لکھی منتظم نے اس پر بھی محلات کو حکومت۔ نہ جتائی۔ سوا فہمائش و تفہیم کے کچھ زبردستی نہ دکھائی یہاں تک تاکید شدید سے مامور ہوئے شکست کرنے میں ناچار ہوئے مجبور ہوئے آخر عذر محرم وغیرہ محلات شاہی کا مسموع

---

[۱] تاریخ نثر اردو ص ۳۲۲

نہ کیا۔ شباشب مع اسباب سب کو اٹھا یا رات کے سبب سے جو کھاٹ کباڑ باقی رہا دن کو چینی بازار کے تھانیدار کی تاکید سے اٹھا۔ غرض بیٹھے بٹھائے کیا پریشانی اٹھائی زمانے کی گردش نے عجب بے پرائی دکھائی۔ تمام خلق کو رقت تھی۔ یہ حیرانی دیکھ کر حسرت تھی دیکھنے والوں کا دل کڑھتا تھا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ ایک دوسرے کا منھ تکتا روتا تھا۔ بلکتا تھا۔

یہ منظر تو دیکھا تھا، دوسرا عبرتناک منظر بھی ۲۵ دسمبر ۱۸۵۶ء کے پرچے میں دیکھئے:۔

۲۰ اکتوبر منگل سین والی کوٹھی پر نیلام ہوتا رہا۔ ہر روز صبح سے دس بجے تک وہی سودا رہا۔ ۲۶ دسمبر کے نیلام میں ایک سیف گجراتی جس کا لوہا ایسا اچھا تھا کہ اس پر سرکار ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ نے آب زر سے لکھا تھا تئیسویں تاریخ چھ روپے کو ایک توڑے دار بندوق کا نیلام دیکھا۔ ابو المنصور خان بہادر اور محمد یونس کاری گر کا نام منقوش تھا۔ ایک بندوق پر نواب شجاع الدولہ بہادر تحریر تھا۔ دوسری پر وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر رقم پذیر تھا۔ پانچ پانچ سو پر دونوں چھوٹیں، دیکھنے والوں کی کمریں ٹوٹیں۔ ایک بندوق ساڑھے آٹھ روپے کو بکی تھی جس پر سونے سے یہ عبارت لکھی تھی "حسب فرمائش خان بہادر دام الدولہ تیار شدہ" دس دس بارہ بارہ روپے کو بہت سی اصفہانی تلواروں کا نیلام ہوا۔ ان پر ابو المنصور خان سونے کے پانی سے لکھا تھا۔ یکم اکتوبر کے نیلام میں اور دنوں سے بھی سستا ہوا سو روپے کا مال ایک روپے کو بکا۔

منظر الاخبار "مدراس سے نکلتا تھا۔ دتاسی اس کے بارے میں اپنے خطبہ ۱۸۶۲ء میں لکھتے ہیں" یہ اخبار بہت عرصہ سے جاری ہے۔"

نصیر الدین صاحب ہاشمی اپنی تالیف "مدراس میں اردو" میں مظہر الاخبار کو ۱۸۵۶ء مطابق ۱۲۷۲ھ میں شایع ہونا بتاتے ہیں جس کی تصدیق "اختر شہنشاہی مصنفہ سید اشرف سے بھی ہوتی ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۶ء میں مدراس سے شایع ہوا صاحبؔ "مدراس میں اردو" لکھتے ہیں کہ جلد ۷ نمبر ۳۲ بابت ۱۸۶۷ء کی جلد مولوی محمد غوث ایم اے ایل ایل بی کے پاس ہے۔

یہ اخبار ہر مہینہ میں تین بار یعنی مہینہ میں دسویں روز شایع ہوتا تھا۔ بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ اکثر اوقات ہر اشاعت کے ساتھ ایک ضمیمہ بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر محمد خواجہ بادشاہ عبرت تھے۔ محلہ ترملکھڑی میں اس کا دفتر تھا۔ یورپ کی خبریں اور ہندوستان کی خبروں کے علاوہ مختلف مضامین بھی اس میں لکھے جاتے تھے۔ جلد ۷ نمبر ۳۲ ۱۸۶۷ء کے پرچے میں ایک مضمون میں شادی بیاہ کے رسوم پر تبصرہ کیا ہے اور ایک شادی میں رسومات ترک کی گئی تھیں اس کی تعریف کی گئی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"عقد تزویج ہندوستان کے اہل اسلام میں دو قسم رواج پایا ہے، ایک نکاح خوانی جو اصل دین ہے یعنی فقط شروط و آداب نکاح موافق حکم شرع بجالانا۔ چنانچہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جہاں سے اسلام پیدا ہوا۔ اور بلاد عرب شام ترک و مغرب وغیرہ میں اسی آئین پر ازدواج کا رواج شایع ہے دوسرا شادی جو مخصوص اختراع اہل ہند ہے یعنی چند رسومات غیر شرعی مسرفانہ جو بندئے مسلمانوں نے فقط حظوظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے سراسر ہنود سے اخذ کر کے اور ان کو تراکیب دے کر نکاح کے ساتھ منضم کر دئے ادا کرنا یہ رسوم سوائے

ہندوستان کے اور کسی ملک میں مروج نہیں بلکہ ہندوستان کے
تمامی بلاد میں ایک صورت پر ادا نہیں کئے جاتے ہیں ہر ملک
میں ان کا رنگ ڈھنگ جدا ہے ان کے سرانجام کے واسطے
ہزار ہا روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے جب تک اس قدر مبلغ فراہم نہ
ہوا زدواج نہیں کرتے اسی واسطے اکثر اَن بیاہی لڑکیاں اور
اسی عالم میں مر گئیں یہ وقت مسلمانوں پر بہت نازک ہے ترک
رسوم شادی کر کے فقط نکاح پر متحکم ہو جاویں چنانچہ جو بنا ان
دنوں اس فعل مستحسن کی ڈالی گئی ہے اور یہ روش حسن جو نہ آئین
یہیں شروع کی گئی ہے واسطے ضیافت طبع ناظرین کے ہم ذیل
میں مرقوم کرتے ہیں

اس کے بعد مولانا قاضی بدرالدولہ کے فرزند مولوی حسین عطا اللہ عم مؤلف
"مدراس اردو" کی شادی کا حال لکھا ہے جو سالار الملک محتشم جنگ کی دختر سے
ہوئی تھی مولوی نصیر الدین ہاشمی مؤلف "مدراس میں اردو" اسی
شادی کے بارے میں لکھتے ہیں :۔ [1]

"اس زمانہ میں ہمارے خاندان میں ترک رسومات کا ایک دستور
العمل بنایا گیا تھا اور تمام رسومات ترک کر دئے گئے تھے"
"یہ شادی ترک رسومات کی پہلی شادی تھی اس وقت سے ہمارے
خاندان میں رسومات بند ہو گئے"

منظر الاخبار کا ذکر نصرت الاخبار دہلی ۱۱ر فروری ۱۸۷۶ء میں ہے کہ اور
اخباروں کے ساتھ اس اخبار کی خریداری بھی یکم جنوری ۱۸۷۶ء سے صاحبزادہ
محمد عبد اللہ خاں صاحب سابق نائب ریاست ٹونک نے بند کر دی تھی اس

---

[1] مدراس میں اردو ص ۱۴۸

سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۷۲ء میں نکل رہا تھا۔
مظہر الاخبار کے ایڈیٹر عبرت شاعر بھی تھے ان کا انتقال ۵ ربیع الاول مطابق ۲۲ مئی ۱۸۷۲ء کو ہوا اخبار عالم نے آپ کی موت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"کہ انسان کی زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے جو سمندر کی سطح پر تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتا ہے اور پھر لمحوں میں ختم ہو جاتا ہے"[1]

مفید خلائق

منشی شیو نرائن نے آگرہ میں ۱۸۵۶ء میں مفید خلائق پریس قائم کیا اور ۲۳ دسمبر ۱۸۵۶ء میں رسالہ مفید خلائق جاری کیا چنانچہ گارساں دتاسی ۶ فروری ۱۸۶۱ء کے خطبہ میں لکھتا ہے۔

"مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ آیا آگرہ کا ہندوستانی گزٹ دوبارہ چھپنا شروع ہوا یا نہیں ہاں ایک رسالہ مفید خلائق نام کا شایع ہوتا ہے۔ اس کے ایڈیٹر شیو نرائن ہیں جو دہلی کالج کے پرانے طالب علم ہیں شورش عظیم یعنی غدر سے پہلے یہ اس کالج کے پروفیسری کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ انہوں نے انگریزی سے کئی اردو ترجمے بھی کئے ہیں"

دتاسی نے ۲ دسمبر ۱۸۶۱ء کے خطبہ میں پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی کے ماتحت مفید خلائق پر تبصرہ کیا ہے

"مفید خلائق بھی چل رہا ہے اس کے ایڈیٹر شیو نرائن کا شمار اچھے

---

[1] مقالات دتاسی ص ۲۹۵

لکھنے والوں میں ہے آپ یہ کرتے ہیں کہ اردو کے پہلو بہ پہلو ہندی
کے مضمون شائع کرتے ہیں۔ ہندی کے مضامین سروپ کار کے
عنوان کے ماتحت ہوتے ہیں ان کی اس سے غرض یہ ہوتی ہے
کہ یہ ہندؤں کو خوش کریں جو مسلمانوں کی زبان سے اپنی
زبان کو تحریر کے ذریعہ الگ کرنا چاہتے ہیں"

یہ اخبار محلہ چھیلی سے ہفتہ وار نکلتا تھا ۴ ورق یعنی آٹھ صفحوں پر مشتمل تھا
سہ شنبہ کو جاری ہوتا تھا۔ سالانہ چندہ ۷ روپے تھا۔ مالک منشی شیونرائن
اور مہتمم لالہ مکندلال تھے

منشی شیونرائن آرام منشی آرام کے بزرگ آگرے کے قدیم رہنے والے
تھے کالیستھوں کے خاندان سے ان کا تعلق
تھا ان کے والد منشی نندلال تھے، دادا بنسی دھر مرزا غالب کے نانا خواجہ غلام حسین
کمیدان کے جائیداد کے منصرم تھے۔ چنانچہ مرزا غالب اپنے ایک خط میں اس
خاندانی دوستی کا ذکر کرتے ہیں۔

برخوردار نورچشم شیونراین کو معلوم ہو کہ میں کیا جانتا تھا کہ تم کون
ہو؟ جب یہ جانا کہ تم ناظر بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا
کہ میرے فرزند دلبند ہو اب تم کو مشفق و مکرم لکھوں تو گناہ گار
تم کو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال معلوم
ہے مجھ سے سنو۔ تمہارے دادا کے والد نجف خاں و ہمدانی میں
میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے
جب میرے نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمہارے دادا
نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہیں کی یہ باتیں میرے

ہوش سے پہلے کی ہے۔ مگر میں جب جوان ہوا تو میں نے دیکھا کہ منشی بنسی دھر خانصاحب کے ساتھ اور انہوں نے جو کیتھم گانوں "اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا ہے تو منشی بنسی دھر اس امر کے منصرم ہیں وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں یا چھوٹے ہوں انیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر ان کی باہم شطرنج اختلاط اور محبت آدھی آدھی رات گذر جاتی تھی چونکہ ان کا گھر بہت دور نہ تھا اس واسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے بس ہمارے اور ان کے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹڑے درمیان تھے۔ ہماری بڑی حویلی وہ ہے جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے اس کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی دھل خاں نامی ایک سپاہی تمہارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹڑہ کا کرایہ ان کے پاس جمع کرتا تھا۔

منشی شیو نرائن ۱۸۴۳ء میں پیدا ہوئے، اردو فارسی کے علاوہ انگریزی بھی جانتے تھے۔ انگریزی کی مشہور لغت نویس ڈاکٹر فیلن سے پڑھی مفید خلائق پریس کافی عرصہ تک چلا اس میں بہت سی کتابیں اور اخبارات چھپتے تھے۔ چنانچہ معیار الشعراء جو ۱۲ نومبر ۱۸۴۸ء میں جاری ہوا تھا۔ یہ پرچہ ۱۸۵۲ء میں منشی جی کے پریس مفید خلائق میں چھپنے لگا تھا جب پرچہ شائع ہونے والا تھا تو اس وقت ۱۳ نومبر ۱۸۴۸ء کے فوائد الناظرین دہلی میں یہ ایک اشتہار شایع ہوا تھا اس اشتہار کے پڑھنے سے اس کے

اغراض و مقاصد کی وضاحت ہو جاتے ہیں ملاحظہ ہو۔

"واضح ہو کہ تفریح طبائع کے واسطے پندرہویں روز مجلس
مشاعرہ راقم کے مکان میں منعقد ہوتی ہے چونکہ سب
اضلاع کے رئیس اس سے حظ حاصل نہیں کر سکتے۔ لہذا راقم
کو یہ منظور ہے کہ ہر ایک مشاعرہ کی غزلیں ایک دو ورقہ مثل
اخبارات کے طبع ہوا کرے اور چونکہ بعض شعراء علم عروض
وقافیہ سے کم ماہر ہوتے ہیں اس لحاظ سے نصف آخیر صفحہ
میں اس کا بیان ہے کہ خریدار اس کے علم عروض و قافیہ
سے واقف ہو جائیں اور شدہ شدہ ایک تذکرہ شعرائے
حال کا بسبب اس کے کہ شروع غزل میں حال مختصر شاعر
کا مندرج ہوگا۔ تیار ہو جائے گا اور بنظر فائدہ عام چار آنہ
ماہواری جو کہ صرف کاغذ اور چھپائی کے واسطے تھا۔ قیمت اس
کی مقرر کی ہاں اگر غزلیں زیادہ ہوں گی اور پرچہ اس قدر
بڑھ جائے کہ اس کے صرف کے واسطے وہ قیمت کافی
نہ ہو تو فی ورقہ کچھ مناسب قیمت زیادہ کرنی پڑے گی
اور مصرع طرح مشاعرہ آئندہ کا اس کے اخیر میں طبع ہوگا
لہذا یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جس صاحب کو اس پرچہ
موسوم بہ معیار الشعراء کا خریدنا منظور ہو تو درخواست اپنے
راقم کے پاس مدرسہ آگرہ میں ارسال فرماویں اور محصول
ذمہ خریدار ہوگا۔ یہ پرچہ بتاریخ ۲۱ نومبر اور سہ شنبہ کے
طبع ہوگا۔ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۸۴۸ء فقط العبد ابو الحسن مدرس فارسی مدرسہ آگرہ

اس دور میں یہ قاعدہ تھا کہ اخبار جس پریس میں چھپتا تھا اسی پریس کے مہتمم کے ذمے اخبار کا انتظام ہوتا تھا اور خط و کتابت بھی اکثر پریس کے پتہ پر ہوتی تھی۔ معیار الشعرا ایک کامیاب ادبی پرچہ بن گیا تھا ہر شاعر کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرا کلام اس پرچہ میں شائع ہو چنانچہ مرزا غالب مرحوم نے منشی شیو نرائن کو اپنے ایک دوست کا کلام شایع کرنے کے لئے ایک خط لکھا کہ

اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رام پور کے ہاں تمہارا اخبار معیار الشعراء جاتا ہے یا نہیں اب کے تمہارے معیار الشعراء میں یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر غزلیں بھیجتے ہیں۔ ہم کو جب تک ان کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم ان کے اشعار نہیں چھاپیں گے۔ سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں اور امیر احمد ان کا نام ہے امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں ان کی غزلیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر ان غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجی اور ان کے لکھنے سے ان کا نام اور ان کا حال جو میں اوپر لکھ چکا ہوں اس کو معیار الشعراء میں چھاپ کر ایک یا دو ورقہ یا چہار ورقہ رام پور اس کے پاس بھیج دو اور سرنامہ پر یہ لکھو:۔ "در رام پور بر دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد" اور مجھ کو اس امر کی اطلاع دو کہ رام پور کو تمہارا اخبار جاتا ہے کہ نہیں۔ مرسلہ یکشنبہ

۱۸۶۱ء میں ایک ماہانہ رسالہ بغاوت ہند بھی آگرہ سے نکلا۔ جن کے ایڈیٹر مکند لال تھے لہ یہ رسالہ بھی مفید خلائق پریس میں چھپتا تھا۔

مرزا غالب کو جب یہ اخبار اور رسالے وصول ہو جاتے تھے تو اس کی وصولیابی کی اطلاع ضرور دیتے تھے اگر نہیں ملتے تھے ——— تو نہ ملنے اور نہ پہنچنے کا گلہ اور شکوہ فرماتے تھے اور ان اخباروں کے خریدار بنانے کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ منشی جی کو ایک خط میں لکھتے ہیں

"نہ میرے خط کا جواب نہ ہنڈی کی رسید برخوردار نواب شہاب الدین خاں نے اگست سے دسمبر تک پنج ماہہ معیار الشعراء اور بغاوت ہند کا بھیجا ہے لینے ہے مجھ کو دئے اور میں نے ہنڈی لکھوا کر وہ اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی لہ

منشی جی کے اخبار اور رسالوں میں دیگر شعراء کے علاوہ مرزا غالب مرحوم کی بھی نظمیں اور غزلیں اور قطعے چھپتے تھے۔ چنانچہ غدر کے بعد ڈپٹی کمشنر کے اعزاز میں چراغاں ہوا۔ ایک قطعہ سیندرہ بیت کا آپ نے کمشنر کو بھیجا اس کی نقل منشی جی کو بھیجی کہ تمہارا جی چاہے اس کو چھاپ دو اس قطعے کے مطلع کا بند یہ تھا ؎

سخن سنج غالب ز روئے عقیدت	دعائی کند در بہار چراغاں
کہ بادا فزوں سال عمر شہنشہ	بہ روئے زمیں از شمار چراغاں

لہ خطبات دتاسی ص ۳۰۶۔ اردوئے معلی ص ۲۷۶

یہ ہی وہ منشی شیو نرائن ہیں جنھوں نے مرزا غالب سے ان کے دیوان چھاپنے کی خواہش کی، اس کے باوجود کہ مرزا غالب نے ضیاء الدین کے اصرار پر ان کو رام پور سے دیوان منگا کر چھاپنے کے لئے دیدیا تھا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے بعد مرزا غالب مرحوم لکھتے ہیں۔

"اگر میں اپنی خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع (مفید خلائق) چھوڑ کر پرائے چھاپہ خانہ میں کتاب کیوں بھجواتا آج اسی وقت میں نے تم کو یہ خط لکھا ہے اور اسی وقت بھائی مصطفےٰ خاں کو ایک بھیجا ہے اور ان کو لکھا ہے۔ اگر چھاپہ شروع نہ ہوا ہو تو چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آ گیا تو فوراً تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی تو میں ناچار ہوں میرا قصور نہیں ہے۔"

چنانچہ جب وہ دیوان آ گیا تو فوراً مرزا غالب مرحوم نے روانہ کر دیا اور لکھ دیا "چاہے اپنے پاس رکھو کسی کو دے ڈالو چاہے پھاڑ کر پھینک دو۔"

منشی شیو نرائن میونسپل بورڈ آگرے کے سکریٹری تھے اور حکومت برطانیہ کی طرف سے ان کو رائے بہادری کا خطاب ملا تھا۔ آپ اردو ہندی کے کامیاب ادیب تھے آپ نے حسب ذیل کتابیں ترجمہ کیں۔

(۱) تذکرہ دیماس تھیز (ڈیلو نارک) کا اردو میں (۲) ہندوستان کا جغرافیہ اردو میں (۳) فورث کے رسالہ میں علم طبیعات کا ترجمہ

بشرکت سروپ نرائن کیا (۴) بقول مالک رام صاحب "ایک کتاب قصۂ قاصدان شاہی بھی لکھی خدا معلوم کہیں سے شایع ہوئی یا نہیں"
مرزا غالبؔ کے دوست یار غار ہوں اور شاعر نہوں اگر شاعر ہوں تو تعجب ہے ایک مختصر سی غزل ان کی یادگار باقی رہے سے

وہ چاہیں جس قدر جور و جفا ہم پر کریں
ہمیں تسلیم لازم ہے کہ پابند وفا ٹھہرے

یہ دنیا اک سرا ہے اس کو آخر چھوڑ جانا ہے
اگر دو چار دن آکر یہاں ٹھہرے تو کیا ٹھہرے

ادھر آنے کو وہ ہیں اور ادھر وقت سفر آیا
عجب مشکل ہے وہ آئیں نہ دم بھر کو قضا ٹھہرے

اسی کو زندگی کا لطف ہے اس دار فانی میں
کہ جو نزدیک اچھوں کے بھلا اور باخدا ٹھہرے

قیام اپنا ہو اس محنت سرائے دہر میں کیونکر
جہاں آفت ہی آفت ہو وہاں آرام کیا ٹھہرے

خلاصۃ الاخبار

اس اخبار کا ذکر بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ میں آیا ہے اور اس کی ایک خبر بھی مقدمہ کے فائل میں درج ہے۔ وہ خبر نمبر ۸ جلد ۱ بابت ۱۱ اپریل ۱۸۵۷ء کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اخبار ۱۸۵۷ء میں جاری ہوا تھا۔ یہ اخبار دہلی سے نکلتا تھا خبر یہ ہے

"ایران" چند روز ہوئے کہ جامع مسجد کی دیوار پر ایک اعلان چسپاں کیا گیا تھا اس پر ایک تلوار اور ڈھال کی شکل بنی ہوئی

تھی اور یہ اعلان شاہ ایران کے پاس سے آیا بتاتے تھے
اس کا خلاصہ یہ تھا۔
تمام سچے مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے کہ کمربستہ ہو کر
شاہ ایران کی اعانت کریں اور وفاداری سے اس
کی حکومت و اختیار کو ملحوظ رکھیں اور انگریزوں سے
جہاد کریں تاکہ انہیں تباہ و برباد کر کے اس کی عنایت
کے مورد ہوں۔ انعامات و خطابات حاصل کریں جو شاہ
ایران فراخدلی سے عطا کریگا۔ پھر اعلان میں بتایا گیا تھا
کہ شاہ ایران یا جمشید ثانی بہت جلد ہندوستان آئے گا
اور اس ملک کو خود مختار بنادیگا اور ایران میں عوام الناس
جمع ہو کر حسب ذیل فقرہ بار بار تکرار کرتے ہیں۔
"خدایا خاک ایران کو بدبختوں کی ہوا سے بچائیو۔ جب
تک خاک اور ہوا زندہ ہیں"
مجسٹریٹ کی عدالت میں بے شمار گمنام درخواستیں موصول ہوئی
ہیں اور ان میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آج کی تاریخ سے
ایک ماہ بعد کشمیر پر حملہ کیا جائے گا جس کی فرحت افزائی
اور خوبصورتی کا ایک شاعر نے یوں خاکہ کھینچا ہے:۔
اگر ایک بلبل خوبصورت بہار کشمیر میں لایا جائے
تو کشمیر کی آب و ہوا سے اس کے بھی بال و پر پیدا ہو جائینگے
اور یہ خطہ سرزمین بہشت لکھنے والوں کے قبضہ میں آجائیگا
محرر اخبار ان تمام باتوں کو مزخرفات اور حمق پر مبنی سمجھتا

ہے اگر ممالک حکومتوں کے ہاتھوں سے یوں ہی نکل جایا کرے تو فوجوں کا کیا فائدہ ہے "

اخبار سندھین اس اخبار کا بھی صادق الاخبار کی خبروں میں جو ۱۸۵۷ء کی ہیں ذکر کیا گیا ہے یہ صادق الاخبار بادشاہ کے مقدمہ میں پیش ہوا۔ یہ ہاکستانی اخبار سندھ میں جو کراچی سے نکلتا تھا اس کی حسب ذیل خبر پڑھیے۔

"پچاس ہزار ایرانیوں نے تین یا چار روسی افسران کے زیر کمان نوشہرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن انگریزوں نے پھر چھین لیا۔ اور تین ہزار روسی جو دوران کارزار میں ایرانیوں سے جدا ہو گئے تھے پسپا ہو گئے اور سخت نقصان برداشت کرنا پڑا شمالی لشکر کثیر جمع ہوتا ہے اور سنا گیا ہے کہ بحیرہ کاسپین اور بخارا کی طرف سے روسی طاقتیں بہت زبردست ہیں"

ہم نے خلاصۃ الاخبار اور اخبار سندھین کے جو اقتباسات دئے ہیں یہ ان اخباروں کے اصل نہیں ہیں بلکہ "غدر دہلی کے اخبار" کتاب مرتبہ حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ سے نقل کئے ہیں انہوں نے یہ اقتباسات ایک انگریزی کتاب سے ترجمہ کرائے ہیں۔

مخزن علوم و فنون ۱۵ ستمبر ۱۸۵۷ء کو بنارس سے جاری ہوا۔ مالک مولوی نثار علی صاحب تھے اور اس کی تصحیح کرنے والے مولوی قطب الدین مرحوم تھے۔

محمدی لکھنؤ سے جنوری ۱۸۵۷ء میں نکلا مالک مولوی محمد یعقوب انصاری تھے۔ انجاز یہ اخبار لکھنؤ سے ۱۸۵۷ء میں ہی شایع ہوا۔ (اختر)

غدر کا خفیہ اخبار | بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ میں جو خفیہ خطوط انگریزوں کے ہاتھ آئے ان میں سے ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ غدر سے قبل دہلی میں جو اخبارات نکلتے تھے اس کی اجازت بادشاہ ہی سے لی جاتی تھی چنانچہ بادشاہ ظفر نے غدر کے زمانہ میں ایک خفیہ اخبار جاری کرنے کی اجازت دی تھی اس خط کا مضمون یہ ہے

(نمبر۱۶) بنام نشان عظمت ہندۂ جمال الدین خاں
معلوم ہوا کہ تمہاری عرضی بنابر اجرائے اخبار نظر سے گذری اور منظور کی گئی لہٰذا تمہیں اجازت دی جاتی ہے کہ تم اپنے اخبار کو بصیغۂ راز جاری کرو، اور اس امر کی ہدایت کی جاتی ہے کہ غلط خبریں یا ایسے واقعات جن سے معزز لوگوں اور شہری باشندوں کے چال چلن پر دھبّہ آئے درج نہ ہو۔"

(۲۴ر جنوری ۱۸۵۷ء)

ہندوستان کے اخبارات جس میں اردو کے اخبارات بھی مجموعی اعتبار سے آزاد خیال تھے اور بہت بے باکی سے اپنی رائے کا اظہار کیا کرتے تھے بدیشی انگریزی حکومت کے خلاف جس قدر جذبہ پیدا کر سکتے تھے وہ انہوں نے پیدا کیا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانیوں نے انگریزی حکومت کے خلاف جو بغاوت ہوئی تھی اس بغاوت کی زیادہ تر ذمہ داری گارساں دتاسی نے ان اخبارات پر عائد کی ہے چنانچہ غدر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔[1]

اِن منحوس کارتوسوں کی تقسیم کے موقع پر ہندوستانی اخبارات نے جو بددلی پھیلانے میں پہلے ہی سے مستعدی دکھا

---

[1] خطبات گارساں دتاسی ص ۲۱۸

رہے تھے اپنی غیر محدود آزادی سے فائدہ اٹھایا اور اہل ہند کو کارتوسوں کو ہاتھ لگانے سے انکار کرنے پر آمادہ کر دیا اور یہ باور کرایا کہ اس حیلے سے انگریز ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا چاہتے ہیں۔"

ناشر:- سبھاش بک ڈپو دہلی

فہرست مضامین تاریخ صحافت اردو

نوٹ! دوسرے جزو کے خاتمہ پر یعنی صفحہ ۳۲ کے بعد صفحہ ۳۳ سے ۴۸ صفحہ تک کتابت کی غلطی کی وجہ سے صفحہ ۱۷ تا ۳۲ لکھا گیا ہے اس کو درست فرمالیں۔

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
١	حالات زندگی حاجی عبدالحکیم صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ	٣
٢	ضرورت تالیف	١٠
٣	قدیم ہندوستان کی خبر رسانی	١٧
٤	غدر سے قبل کے حالات	٤٧
٥	پہلا انگریزی اخبار	″
٦	بنگال گزٹ (کلکتہ)	٤٩
٧	ڈگ درشن (کلکتہ)	(٥٠)
٨	سماچار درپن (کلکتہ)	٥١
٩	سمباد کمودی (کلکتہ)	″
١٠	اردو کا پہلا اخبار	″
١١	جام جہاں نما (کلکتہ)	٥٢
١٢	مراۃ الاخبار (کلکتہ)	٨٣

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	حالات زندگی راجہ رام موہن رائے (آنجہانی)	۸۵
۱۴	شمس الاخبار (کلکتہ)	۸۸
۱۵	بمبئی سماچار (بمبئی)	۸۸
۱۶	اودنت مارتنڈ (بنارس)	۸۰
۱۷	بنگال ہیرلڈ (کلکتہ)	۸۹
۱۸	آئینہ سکندر (کلکتہ)	۸۹
۱۹	لدھیانہ اخبار (لدھیانہ)	۹۲
۲۰	سلطان الاخبار (کلکتہ)	۹۴
۲۱	دہلی اردو اخبار (دہلی)	۱۰۴
۲۲	حالات زندگی مولانا محمد باقر دہلوی	۱۵۶
۲۳	زبدۃ الاخبار (آگرہ)	۱۶۱
۲۴	سید الاخبار (دہلی)	۱۶۳
۲۵	حالات زندگی مولوی سید محمد مرحوم	۱۶۵
۲۶	خیر خواہ ہند (دہلی)	۱۶۶
۲۷	سراج الاخبار (دہلی)	۱۷۰
۲۸	جلالی (لکھنؤ)	۱۷۴
۲۹	احسن الاخبار (بمبئی)	۱۷۴
۳۰	کریم الاخبار گل رعنا (دہلی)	۱۷۵
۳۱	حالات زندگی مولوی کریم الدین مغفور	۱۷۷
۳۲	صادق الاخبار (دہلی)	

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۳۳	مخزن الادویہ اور الطبی (کلکتہ)	۱۹۷
۳۴	احمدی (لکھنؤ)	"
۳۵	قرآن السعدین (دہلی)	"
۳۶	عمدۃ الاخبار (مدراس)	۱۹۹
۳۷	خیالی (لکھنو)	۱۹۹
۳۸	صدر الاخبار (آگرہ)	۲۰۰
۳۹	مدرسہ (آگرہ)	"
۴۰	فوائد الناظرین (دہلی	"
۴۱	محب ہند دہلی	۲۰۵
۴۲	حالات زندگی ماسٹر رام چندر دہلی	۲۱۲
۴۳	شملہ اخبار (شملہ)	۲۱۷
۴۴	فوائد الشائقین دہلی	۲۱۸
۴۵	اسعد الاخبار (آگرہ)	۲۲۱
۴۶	محمدی و احمدی (لکھنؤ)	۲۲۳
۴۷	محمدی (بمبئی)	"
۴۸	رجسٹر بنوز پیپر	۲۲۳
۴۹	احمدی و حیدری دہلی	
۵۰	سدھاکر اخبار بنارس	۲۲۵
۵۱	بنارس اخبار (بنارس	۲۲۶
۵۲	عمدۃ الاخبار (بریلی)	۲۲۶

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۵۴	گلزار ہمیشہ بہار (بنارس)	۲۲۶
۵۵	مراۃ العلوم (بنارس)	״
۵۶	مدرسہ (اندور)	״
۵۷	مہدیہ (لکھنؤ)	
۵۸	مالوہ اخبار	״
۵۹	کوہ نور لاہور	۲۲۷
۶۰	الحقائق آگرہ ۔ ضیاء الاخبار	۲۲۷
۶۱	حالات زندگی سید نادر علی سیفی (مرحوم)	۲۴۳
۶۲	مولوی سیف الحق ادیب مغفور	״
۶۳	مولوی منشی نثار علی شہرت دہلوی	۲۴۹
۶۴	گلزار پنجاب (گجرات)	۲۵۰
۶۵	مرزائی (دہلی)	״
۶۶	خورشید عالم (سیالکوٹ)	״
۶۷	نور علی نور (لدھیانہ)	۲۵۳
۶۸	فیضی (لکھنو)	۲۵۴
۶۹	جام جہاں نما (میرٹھ)	۲۵۵
۷۰	باغ و بہار (بنارس)	۲۵۴
۷۱	مفتاح الارض (میرٹھ)	ایضاً
۷۲	محمدی ۔ (دہلی)	۲۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۳	حنفی (دہلی	۲۵۵
۷۴	قطب الاخبار (آگرہ)	رر
۷۵	زائرین ہند (بنارس)	رر
۷۶	مطلع الاخبار (آگرہ)	رر
۷۷	الحقائق (آگرہ)	رر
۷۸	معیار الشعرا (آگرہ)	رر
۷۹	جامع الاخبار (مدراس)	رر
۸۰	نور الابصار بدھی پرکاش (آگرہ)	۲۵۶
۸۱	ذوالفقار حیدری	۲۵۷
۸۲	نور الابصار آفتاب ہند (بنارس)	۲۵۷
۸۳	نجم الاخبار (علی گڈھ) صادق الاخبار دہلی	۲۵۸
۸۴	نور مغربی نور مشرقی (دہلی)	۲۵۸
۸۵	ہمائے بہا (لاہور)	۲۶۱
۸۶	احمدی (آگرہ) زبدۃ الاخبار (لکھنؤ)	۲۶۳
۸۷	مفادہند (لاہور)	۲۶۳
۸۸	وکٹوریہ پیپر (سیالکوٹ)	۲۶۳
۸۹	محمدی (کانپور) معلم ہند (لاہور)	۲۶۳
۹۰	فیض بخش (بدایوں) نیراعظم (سیالکوٹ	۲۶۵
۹۱	کشف الاخبار (بمبئی)	۲۶۶
۹۲	صادق الاخبار (دہلی)	۲۷۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۳	حیدری (آگرہ) و سفیر آگرہ	۲۷۴
۹۴	معدن القوانین و معلم العلماء (سیالکوٹ)	"
۹۵	گورنمنٹ گزٹ (آگرہ)	"
۹۶	مفرح القلوب و مطلع خورشید (کراچی)	۲۷۵
۹۷	سحر سامری (لکھنؤ)	۲۸۰
۹۸	طلسم لکھنؤ (لکھنؤ)	۲۸۲
۹۹	منظہر الاخبار (مدراس)	۲۸۳
۱۰۰	مفید خلائق (آگرہ)	۲۸۶
۱۰۱	حالات زندگی منشی شیو نرائن آرام۔	۲۸۷
۱۰۲	خلاصۃ الاخبار (دہلی)	۲۹۳
۱۰۳	اخبار سندھین (کراچی)	۲۹۵
۱۰۴	مخزن علوم و فنون (بنارس)	"
۱۰۵	محمدی (لکھنؤ)	"
۱۰۶	غدر کا خفیہ اخبار (دہلی)	۲۹۷

مولانا امداد صابری کی تاریخی و سیاسی کتابیں

فرنگیوں کا جال ہندوستان میں چار صدیوں میں انگریزوں نے ہندوستانیوں کے مذہب بدلنے کا جو جال ... ان تاریخی حالات کی تفصیل اس کتاب میں پڑھئے۔ قیمت پانچ روپے۔

تاریخ جرم وسزا حصہ اول منو کے زمانے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے جرائم اور سزاؤں کے حالات قیمت تین رو...

حصہ دوم:- ہندوستان کی موجودہ جیلوں کے ... وغیرہ کے حالات۔ کھانے پینے اور مشقت کرانے کی تفصیل۔ قیمت تین ر...

حصہ سوئم:- حضرت آدم۔ نمرود۔ شداد۔ فرعون اور ... زمانۂ جاہلیت سے لے کر خلفاء راشدین تک کے جرم وسزا کے حالات قیمت ...

حصۂ چہارم:- انگلستان کے عہد قدیم کے جرموں اور ... کی کیفیت۔ قیمت ساڑھے تین روپے۔

سیرت حاجی امداد اللہؒ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی وطنی کے حا... اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے خا... کے حالات زندگی اس کتاب میں پڑھئے۔ قیمت سوا روپیہ

علامہ سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں۔ قیمت ...

تاریخ آزاد ہند فوج قیمت ... مقدمہ آزاد ہند فوج قیمت چا...

آزاد ہند فوج کا البم قیمت ... نیتاجی کے ساتھی قیمت ... نیتاجی کی تقاریر

پتہ :- سوبھاش بک ڈپو۔ دہلی